

فہم القرآن

شیخ الحدیث والتفسیر

رحمہ اللہ عالمیہ

**www.besturdubooks.net**

★ نشتر ★

میر محمد لقمان برادران

سہیلانٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

روزانہ مدرسہ قرآنہ پانچ

تفسیر

# السُّورَةُ الْبَقَرَةِ

(مکمل)

جلد ..... ۲

افادات

پیشیخ احادیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر  
قدس سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی لکھنؤ گوجرانوالہ، پاکستان

## جسما حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	---- ذخیرۃ البیان فی فہم القرآن (سورۃ البقرہ، جلد دوم)
افادات	---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر عید
مرتب	---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا
سرورق	---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا
کمپوزنگ	---- محمد صفدر حمید
تعداد	---- گیارہ سو [۱۱۰۰]
طبع	---- سوئم
قیمت	----
طابع و ناشر	---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 -

### ملنے کے پتے

- (۱) والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالا
- (۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا
- (۳) مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور

# قصیدہ مدحیہ

فِي الشَّيْخِ الْأُسْتَاذِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ سَرْفَرَازِ خَانَ صَفَدَرٍ مَدَنِيٍّ

قال بفمہ الشیخ محمد عیسیٰ الکورمانی مدظلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

وَبِاللَّهِ حَمْدٌ وَأَفِيَاءٌ وَمَوَافِيَاءٌ قَبْلَ الثَّنَاءِ ۝ وَالسَّلَامُ عَلَى الرَّسُولِ وَعَلَىٰ صَحْبِهِ الْبَرَّةِ الثَّقَىٰ

فَإِنَّ الشَّيْخَ مُحَمَّدَ سَرْفَرَازَ صَفَدَرَ الْمُؤَلَّى

كَانَ قَدْ أَحْيَى الْعِلْمَ وَالذِّكْرَ وَالْفَضْلَ وَالسُّنَّةَ ط

ہمارے شیخ استاذ محی السنہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی نے

علم، تدریس، بزرگی اور سنت رسول ﷺ کو حیات نو بخشی۔

فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُهُ وَلَعَلَّ مَا رَأَى هُوَ فِي عَصْرِهِ مِثْلَهُ ط

فِي جُهْدٍ لِدِينِ اللَّهِ قَطُ وَفِي الْمَشَقَّةِ وَالْمِحْنَةِ ط

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ نہ میں نے اور شاید کہ نہ آپ نے زمانہ میں اپنے جیسا دیکھا ہو کہ

اللہ تعالیٰ کے دین میں جیسی کوشش، مشقت اور محنت آپ نے برداشت کی ہے

وَقَدْ أَبْلَى نَفْسَهُ وَأَهْلَهُ وَمَالَهُ وَحَيَاتَهُ ط

لِلْخِدْمَةِ الْمِلَّةِ الْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ الْبَيْضَائِي

شیخ نے اپنے آپ کو، اہل و عیال، مال اور زندگی سب کچھ ملت حنفیہ

جو کہ آسان اور واضح ہے، کیلئے داؤ پر لگا دیا۔



وَمِنْ صَنْعَةِ الشَّيْخِ أَنَّهُ شَدَرَ ذَا عَلٰی أَهْلِ الْهَوٰی  
يَعْنِي الْغُلَاةَ فِي الدِّينِ مِمَّنْ مَضَى كَانَ أَوْ حَدَّثَا

اور شیخ کا خاص عمل یہ ہے کہ انہوں نے گمراہ فرقوں پر سخت رد کیا یعنی ان لوگوں پر  
جنہوں نے دین میں غلو سے کام لیا کچھ تو اس دنیا سے چلے گئے اور کچھ ابھی باقی ہیں۔

فَمَا آتَوْا بِجَوَابٍ صَحِيحٍ وَقَدَمَاتٍ أَكْثَرَهُمْ  
بِالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ وَالْبُغْضِ وَالشَّنَائِ

یہ لوگ شیخ کے رد کا کوئی صحیح جواب نہ دے سکے ان میں سے اکثر  
حسرت و افسوس و بغض اور کینہ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

فَيَا لَهُ مِنْ شَانٍ لَقَدْ فَاقَ أَهْلَ الْعَصْرِ أَحْزَهُمْ  
فَقْهَهَا حَدِيثًا وَآثَرَ السَّلَفِ كَانَ أَوْ عَمَلًا

میرے شیخ کی کیا شان ہے کہ وہ اپنے سب زمانہ والوں پر علم فقہ،  
علم حدیث، سلف صالحین کے آثار ہوں یا اعمال ہوں فوقیت رکھتے ہیں۔

وَفِي عِلْمٍ وَفِي حِلْمٍ وَفِي خُلُقٍ وَفِي حُسْنِ  
وَفِي آدَبٍ وَفِي قِرْءٍ لِضَيْفٍ وَفِي صَلَٰةٍ لِأَزْحَامَا  
وسعت علم، بردباری، حسن خلق، جمال صورت،

شرعی اخلاق، مہمان نوازی اور صلہ رحمی

وَجَرَتْ . وَفَوْذُ الْعِلْمِ مِنْ كُلِّ شَرْقٍ وَغَرْبٍ بِحَضْرَتِهِ  
لِتَفْسِيرِ الْقُرْآنِ الَّذِي كِرَامَةُ الشَّيْخِ فِيهِ قَدْ ظَهَرَا

اہل علم کے قافلے مشرق اور مغرب سے آپکی خدمت میں جوق در جوق آنا شروع ہوئے  
قرآن کی تفسیر کے لئے جس میں شیخ کی ایک کرامت ظاہر ہوئی ہے۔

مَنْ ضَبَطَ أَثَارَ وَحَفِظَ أَقْوَالَ وَصَحَّحَ أَخْبَارَ مَعَ الدَّلِيلِ لَهَا  
فَلَمْ يَزُولَمْ يُسْمَعْ بِهَذَا الطَّرِيقِ فِي أَوَائِلِ الدِّينِ مَضَى  
یعنی مضبوط آثار اور محفوظ اقوال اور صحیح احادیث کو مسلسل باحوالہ بیان کرنا  
کہ اوائل میں اس قسم کا نزالہ انداز دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔

وَإِنَّهُ لَمْ يَزَلْ يَعْلَمُ رِجَالِ الْحَدِيثِ مِيزَاتِ السَّبْقَةِ  
فَلْيَنْظُرْ كَمَالَ الصِّدْقِ لِي فِي مَاتَعَرَضَ مِنْ بَحْثٍ أَوْ تَقْدَمًا  
آپ رجال حدیث کے علم میں سبقت علمی کے باعث ایک معیار ہیں اور اس بات کی تصدیق کیلئے  
چاہئے کہ ان ابحاث کا مطالعہ کیا جائے جس میں آپ نے کسی پر مناقضہ کیا ہو یا از سر نو بحث کی ہو۔  
وَمَاذَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ عَيْسَى الَّذِي هُوَ مِنْ أَدْنَى تَلَامِيذِهِ  
فِي شَيْخِ عَالِمٍ كَبِيرٍ الَّذِي لِإِسْنَادِهِ اسْتَجَارَهُ الْعُلَمَاءُ  
علم میں ایک ادنیٰ شاگرد محمد عیسیٰ اپنے شیخ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟  
ایسے شیخ جن سے بڑے علماء نے حدیث کی اجازت لی ہو۔

# اہل علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلامة مولانا محمد سرفراز خان  
صدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں  
سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت  
شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے  
پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ  
حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر  
نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نماز فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے  
محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس  
سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا اور  
میرا مقصد صرف رضائے الہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب  
بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ  
اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔) میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ”ذخیرۃ الجنان“ کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں میں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گلکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گلکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درس قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دوران گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔ اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔ اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیٹیش دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیٹیشیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد



ایم۔ اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کروں گا۔ میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سذرانہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی مہارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مد نظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیور طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہذا اہل علم سے گزارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

## العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

www.besturdubooks.net

## فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	تحويل قبلہ	18
02	تحويل قبلہ پر اعتراضات	21
03	رسول کے گواہ ہونے کا مطلب	23
04	گواہوں کا تزکیہ	25
05	اصل بات شریعت کا پابند ہونا ہے	28
06	ما قبل سے ربط	32
07	تحويل قبلہ اور آپ ﷺ کی خواہش	32
08	درو شریف حضور ﷺ پر پہنچایا جاتا ہے	34
09	جب تک کعبۃ اللہ ہے دنیا قائم ہے	37
10	وفد نصاریٰ کی آمد	38
11	پانچ نمازوں کی فرضیت	44
12	معذور کی نماز	46
13	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا	49
14	مقصد بیعت	51
15	قرآن کریم پڑھنا پڑھانا جہاد کبیر ہے	52
16	صبر اور نماز سے مدد لینے کا مطلب	56
17	شہید اور عام آدمی کی حیات کا فرق	58

58	عدت کے بعض احکام	18
60	عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہے	19
62	جسد مثالی کا مطلب	20
63	حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں	21
68	اسلامی شعائر	22
69	حج بدل کے احکام	23
71	عمرہ کی فضیلت	24
73	حق بات چھپانے کی مذمت	25
79	سات آسمان اور سات زمیں	26
81	وحدانیت باری تعالیٰ کی دلیل	27
84	بزرگان دین سے محبت	28
89	حلال و حرام کے خود ساختہ احکام	29
92	سوء اور فحشاء کا معنی	30
93	تقلید کا مفہوم اور ترک تقلید کے نتائج	31
94	جائز اور ناجائز تقلید	32
101	مردار کا حکم	33
102	عقیدہ مستحب ہے	34
103	ولیمہ سنت ہے	35
104	غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ حرام ہے	36
110	نیکی کے اصل کام	37
111	فرشتوں کی صفات	38
113	زکوٰۃ میں نیت شرط ہے	39



114	زکوٰۃ کے مصارف	40
121	قصاص اور دیت کے احکام	41
123	اسلامی قوانین کے فوائد	42
125	وصیت کے بعض احکام	43
130	روزے سے تقویٰ کیسے آئے گا؟	44
133	مسافر روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے	45
135	رمضان المبارک میں سارے قرآن کے نزول کا معنی	46
140	ما قبل سے ربط	47
141	اللہ ذات و صفات ہر لحاظ سے قریب ہے	48
143	روزہ کے بعض احکام	49
145	میاں بیوی کے حقوق	50
147	قرآن نہیں کے لیے سنت سے رجوع ضروری ہے	51
148	عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے	52
149	رشوت ستانی کی مذمت	53
154	نظام شمسی اور قمری	54
155	زکوٰۃ قمری حساب سے دینا چاہیے	55
156	زمانہ جاہلیت کی ایک رسم	56
158	تذکرہ صلح حدیبیہ اور لڑائی کی مشروط اجازت	57
161	فتنہ سے مراد شرک	58
162	عدوان کا معنی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک	59
165	ربط آیات	60
166	حرمت کے مہینوں میں لڑائی	61

168	وَلَا تَلْقُوا يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى التَّمَلُّكِ كَالْأَصْلِ مَطْلَب	62
177	حج اور عمرہ کے احکام	63
180	حج کی بعض مشکلات	64
188	ری جمار کے احکام	65
190	ایک فسادى منافق کا ذکر	66
192	حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا ایثار	67
195	اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ	68
199	بنی اسرائیل کا تذکرہ	69
202	کثرت مال خدا کے راضی ہونے کی دلیل نہیں	70
204	عبداللہ بن ابی کا جنازہ	71
209	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	72
210	حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی آزمائش	73
212	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی پیشکش	74
215	سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم	75
217	جہاد افغانستان کی اہمیت	76
220	حرمت کے مہینے میں لڑائی	77
223	شرک قتل سے بڑا گناہ	78
224	مرتد بارے بعض اہم مسائل	79
225	بعض کلمات کفر	80
231	شراب کے فوائد و نقصانات	81
232	انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم	82
233	یتیموں کے متعلق بعض احکام	83

236	نکاح کے چند اصول	84
242	نکاح کے بعض احکام	85
244	نکاح کی فضیلت	86
247	قسم کے احکام	87
250	قسم کی اقسام	88
253	ایلاء کا حکم	89
255	طلاق کے احکام	90
257	غلط عائلی قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد	91
266	مسئلہ طلاق ثلاثہ	92
267	فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ	93
270	خلع کے مسائل	94
276	حق الوسع طلاق سے گریز کرنا چاہیے	95
279	رضاعت کے احکام	96
285	عدت کے مسائل	97
286	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہیت	98
292	دوران عدت نکاح حرام ہے	99
296	متعہ حرام ہے	100
298	مہر کے بعض احکام	101
299	نماز عصر کی خصوصی اہمیت	102
302	عورت کی نماز	103
306	وفات کی عدت	104
309	اسرائیل کے قیام کا پس منظر	105

311	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا وقت وفات	106
312	بنی اسرائیل کا ایک واقعہ	107
317	حضرت طالوت علیہ السلام کا جہاد	108
320	حضور علی رضی اللہ عنہ نے بکریاں چرائیں	109
321	غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے	110
324	بنی اسرائیل کے تبرکات	111
329	مجاہدین کی آزمائش	112
331	فتح کا مدار قلت و کثرت نہیں	113
335	حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کا مقابلہ	114
340	رسولوں کے درجات	115
342	بدعات کی نحوست	116
345	اللہ کی راہ میں خرچ کرو	117
347	دین داروں کی شفاعت	118
348	آیہ الکرسی کی فضیلت	119
354	یہود مدینہ کی حالت	120
356	طاغوت کا معنی	121
357	امیر شریعت کا دلچسپ واقعہ	122
359	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ	123
366	صہیونیت کا معنی	124
367	حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ	125
376	انفاق فی سبیل اللہ شرائط	126
380	صدقہ کے بعض احکام	127



388	بخل اور ریاکاری کا نتیجہ	128
389	اللہ تعالیٰ کی راہ میں پاک مال خرچ کرو	129
393	حکمت کا معنی	130
394	نذر و منت کے بعض احکام	131
398	مخفی صدقہ کے فوائد	132
401	صدقہ کا دس گنا اجر ہے	133
402	دینی تعلیم کی اہمیت	134
408	سود کی حرمت	135
410	خرافات کا معنی	136
410	گم شدہ خاوند کی بیوی کا حکم	137
412	حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے	138
416	سود اللہ کے خلاف اعلان جنگ ہے	139
422	قرض کے بعض ضروری احکام	140
424	عورت کی گواہی	141
428	بڑے سودے تحریر کیے جائیں	142
423	رہن کے احکام	143
433	حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تقویٰ	144
440	وسوسے کے درجات	145
441	معراج کے خاص تحفے	146
444	شرعی احکام میں سہولتیں	147
446	امت مسلمہ کی چند خصوصیات	148
		149

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَنِ قِبَلَتِهِمْ الَّتِي  
كَانُوا عَلَيْهَا قُلٌ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ  
إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا  
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ وَمَا  
جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ  
مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى  
الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ إِيْمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ  
بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

2

سَيَقُولُ عن قریب کہیں گے السُّفَهَاءُ بے وقوف مِنَ النَّاسِ  
لوگوں میں سے . مَا وَلَّهُمْ کس چیز نے مسلمانوں کو پھیر دیا عَنْ  
قِبَلَتِهِمْ ان کے قبلہ سے الَّتِي وہ قبلہ کَانُوا عَلَيْهَا جس کی طرف  
وہ رخ کرتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں لِلَّهِ الْمَشْرِقُ اللہ تعالیٰ ہی کے  
لیے ہے مشرق وَالْمَغْرِبُ اور مغرب يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ہدایت دیتا  
ہے جس کو چاہتا ہے اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ سیدھے راستے کی طرف وَ  
كَذَلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنَاكُمْ ہم نے بنایا تمہیں أُمَّةً وَسَطًا  
امت اعتدال والی لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ ہو جاؤ تم گواہ لوگوں  
پر وَيَكُونَ الرَّسُولُ اور ہو جائیں رسول عَلَى النَّبِيِّ لَعَلَّكُمْ عَلَیْكُمْ شَهِيدًا تم

جلد 2

پر گواہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے قبلہ اَلَّتِیْ وہ قبلہ  
کُنْتَ عَلَیْهَا جس پر آپ تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر تاکہ ہم ظاہر کر دیں  
مَنْ یَتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی مِمَّنْ ان لوگوں  
میں سے یَتَّقِلْبُ جو پلٹ جاتے ہیں عَلٰی عَقْبِیْہِ اپنی ایڑیوں کے  
بَلْ وَاِنْ کَانَتْ اور تحقیق کے ساتھ تھی لَکِبِیْرَةٌ البتہ بھاری چیز اِلَّا  
عَلٰی الَّذِیْنَ مگر ان لوگوں پر هَدٰی اللّٰہُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی  
وَمَا کَانَ اللّٰہُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِیُضِیْعَ اِیْمَانُکُمْ تاکہ ضائع کر  
دے تمہاری عبادتوں اور تمہارے ایمان کو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ  
بِالْاَنۡاِیْسِ لوگوں کے ساتھ لَرَّءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے  
رَّحِیْمٌ مہربان ہے۔

تحويل قبلہ :

جس دن آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو نبوت ملی اسی  
موقع پر جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو وضو اور نماز کا طریقہ سمجھایا۔ شروع میں فجر اور عصر  
کی نمازیں نفلی تھیں۔ آپ ﷺ ان کو پڑھتے تھے۔ نبوت کے تقریباً دس سال گزرنے  
کے بعد گیارہویں سال آپ ﷺ کو معراج پر لے جایا گیا اور معراج کی رات پانچ  
نمازیں فرض ہوئیں۔ جس دن آپ ﷺ کو نبوت ملی اسی دن سے آپ ﷺ نے  
جبریل علیہ السلام کے کہنے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحی کے مطابق نفلی نمازیں شروع کر دیں اور  
کعبۃ اللہ اس وقت قبلہ تھا۔

قبلہ کا لفظی معنی ہے چہرہ پھیرنے کی جگہ۔ یعنی نماز کے لیے جس طرف انسان چہرہ پھیرے وہ قبلہ ہے۔ اصل عبادت تو رب تعالیٰ کی ہے قبلہ تو ایک جہت ہے۔ قبلہ ہمارا مسجود الیہ نہیں ہے۔ ہم سجدہ قبلے کو نہیں کرتے بلکہ سجدہ تو رب کو کرتے ہیں قبلہ صرف ایک جہت اور سمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔

ہم لوگ جو قبلے سے مشرق کی طرف ہیں ہمارا چہرہ مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو قبلہ سے مغرب کی طرف رہتے ہیں ان کا چہرہ مشرق کی طرف ہوتا ہے۔ شمال والوں کا جنوب کی طرف اور جنوب والوں کا شمال کی طرف۔ گویا کہ تمام قوموں میں اتفاق اور اتحاد کا مرکز قبلہ کو بنایا کہ سب کا نماز میں چہرہ اس کی طرف ہونا چاہیے تاکہ قوم میں اتفاق اور اتحاد قائم رہے۔ جب تک کسی قوم کا پروگرام اور نصب العین ایک نہیں ہوگا اس وقت تک ان میں کبھی بھی اتفاق نہیں ہو سکتا۔ نصب العین اور پروگرام ہی ایک ایسی بڑی چیز ہے جس کے ذریعے سے قومیں آپس میں متفق ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں ان میں سے اکثر کا کوئی پروگرام نہیں ہے بلکہ صرف اقتدار حاصل کرنا ہے اور اسی کے واسطے سارا زور صرف کرتی ہیں۔ اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی قوم کے لیے کچھ نہیں کرتیں۔ اس لیے کہ ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں ہے۔

تو قبلے کے لفظی معنی ہیں وہ جہت اور سمت جس کی طرف رخ پھیرا جائے۔ نماز کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط قبلہ کی طرف چہرہ کرنا بھی ہے۔ اگر کعبہ سامنے نظر آتا ہو تو وہاں عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ہے۔ اگر کعبہ سے چہرہ ذرا سا بھی ہٹا ہوا ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور جب کعبہ سامنے نظر نہ آئے تو کعبہ کی جہت اور سمت معتبر ہے۔ اس میں اگر تھوڑا بہت فرق رہ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو چہرہ کعبہ کی طرف کیا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرف منہ کر کے پڑھتے جس طرف حجر اسود ہے اور رکن یمانی ہے۔ اس رکن یمانی کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ مبارک کعبہ کی طرف بھی ہوتا تھا اور مسجد اقصیٰ کی طرف بھی۔ کیوں کہ اسی جانب بیت المقدس ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیت اللہ کے دوسرے اطراف میں بھی نماز پڑھتے تھے لیکن زیادہ تر اسی جگہ پڑھتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ کہ وہ دونوں قبلوں کے نبی ہوں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ مسجد اقصیٰ نہ ہوتا تو یہودی اور عیسائی جو پہلی کتابوں سے واقف تھے کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اگر وہ نبی ہوتے تو اس کی صفت نبی القبلتین موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ بند کرنے کے لیے اور اتمام حجت کی خاطر حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔

مسجد نبویؐ سے مغرب کی طرف تھوڑے سے فاصلے پر قبیلہ بنو سلمہ کی مسجد تھی۔ ظہر کا وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں تو عین نماز کی حالت میں جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لائے کہ اب تمہارا قبلہ بجائے مسجد اقصیٰ کے کعبۃ اللہ ہے۔ تو باقی دو رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھائیں۔ یعنی پہلی دو

رکعتیں آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ کی طرف اور باقی دو رکعتیں کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت سمجھ دار تھے۔ جدھر آپ ﷺ پھرے وہ بھی اُدھر ہی پھر گئے۔ اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ اس کی دیوار میں آج بھی محراب کا نشان پڑا ہوا ہے۔

### تحويل قبلہ پر اعتراضات :

جس وقت قبلہ کی تبدیلی کا حکم ہوا تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ مشرکین کہنے لگے کہ اس کو اب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ پہلے جب مکہ میں تھا تو کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ جب مدینہ طیبہ گیا تو یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے ان کے قبلہ کی طرف پھر گیا اور اب اس کو پتا چل گیا ہے کہ ہم لوگ صحیح ہیں اس لیے پھر ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کر لیا ہے۔

اور یہود و نصاریٰ نے یوں پراپیگنڈہ کیا کہ اگر وہ قبلہ صحیح تھا تو پھر اس کو چھوڑا کیوں؟ اور اگر غلط تھا تو پھر اس کی طرف رُخ کر کے نمازیں کیوں پڑھیں؟ ان کے پراپیگنڈے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ - عن قريب کہہ دیں گے بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے۔ اس لیے کہ جو رب تعالیٰ کے حکم اور ارشاد پر تنقید کریں وہ بے وقوف ہی ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے؟ وہ کہیں گے مَا وَثَّيْهُمْ کس چیز نے ان مسلمانوں کو پھیرا عَنْ قِبَلَتِهِمْ ان کے قبلہ سے اَلَّتِي وَه قبلہ کَانُوا عَلَيْهَا جس کی طرف وہ رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ان کو کس نے حکم دیا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے رُخ ہٹا کر دوسری طرف پھر جائیں۔ فرمایا تم ان کو یہی جواب دو قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰہ

المُشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب۔ ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا تھا کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے کا تو ہم اس کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔ جب مدینہ طیبہ آئے تو ہمیں حکم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھو۔ ہم نے چہرہ مسجد اقصیٰ کی طرف کر لیا۔ اب اس نے حکم دیا ہے کہ پھر چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لو تو ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور سب سے بڑی چیز تو رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ صراط مستقیم کی۔ مگر ہدایت دیتا کس کو ہے؟ تو اس کا ذکر قرآن پاک کے دوسرے مقام پر ہے يَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ [الشوری: ۱۳] جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔ زبردستی نہ تو کسی کو کافر بناتا ہے اور نہ کسی کو مسلمان فَلَکُمَا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهِ قُلُوْبُهُمْ [الصف: ۵] پس جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔ جب کوئی غلط راستے پر چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلا دیتے ہیں۔ اور ہدایت رب تعالیٰ اس کو دیتا ہے مَنْ اَنَابَ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں۔ جس نے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور مَنْ يُّنِيبُ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں کہ جو رب کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اور اسی طرح ہم نے بنایا تمہیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی۔ جس طرح ہم نے تمہارا قبلہ سب سے بہتر قبلہ بنایا ہے اسی طرح ہم

نے تمہیں تمام اُمتوں میں سے بہتر امت بنایا ہے۔ وَ سَطُّ کے معنی اعتدال والی اُمت، عدالت والی امت لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ وَ يَكُونِ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور رسول ﷺ تم پر گواہ بن جائیں۔

رسول کے گواہ ہونے کا مطلب :

بعض نادانوں نے اس آیت کریمہ کو آنحضرت ﷺ کے حاضر ناظر ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ میں نے بڑی بسط سے اپنی کتاب ”تبريد النواظر في تحقيق الحاضر والناظر“ یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک“ میں جو کہ اردو زبان میں ہے۔ قرآن کریم و احادیث، فقہ اور تاریخ اسلامی کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ یا اور کوئی پیغمبر یا ولی یا کوئی شہید ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے، یہ کفر ہے۔ آپ لوگ ایک دفعہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔

تو اس آیت کی تفسیر سے شَهِيدًا کا معنی گواہ اور مفہوم حاضر ناظر کا نکالنا حاشا وکلًا بالکل غلط ہے۔ اس کی تشریح خود آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی ہے۔ بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو فیصلے کے لیے اپنی عدالت میں طلب فرمائیں گے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں سے فرمائیں گے کہ آواز دو کہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم آجائے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں نوح علیہ السلام حاضر ہو جائیں گے اور ان کی قوم بھی حاضر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَغْتَ قَوْمَكَ میں نے تجھے نبی بنا کر بھیجا تھا تو کیا تو نے قوم کو تبلیغ کی؟ تو حضرت نوح علیہ السلام مثلاً: فرمائیں گے کہ

ہاں! میں نے تبلیغ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے سوال کریں گے کہ نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے۔ تو کیا واقعی انھوں نے تمہیں تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے کہ یہ ہمارے پاس کب آئے؟ ہمیں تو انھوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنْ يَشْهَدُ لَكَ اے نوح علیہ السلام! آپ کا گواہ کون ہے؟ اور مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہ ضابطہ ہے شریعت کا۔ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ ”مدعی گواہ پیش کرے گا اور مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔“

جب رب تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے مَنْ يَشْهَدُ لَكَ آپ کا گواہ کون ہے؟ تو نوح علیہ السلام فرمائیں گے محمد ﷺ وَاُمَّتُهُ ”میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس امت کو پیش کیا جائے گا۔ اس امت سے سوال ہوگا کہ نوح علیہ السلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے مگر قوم کہتی ہے کہ یہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ کہیں گے کہ ان کی گواہی غیر معتبر ہے اس لیے کہ یہ موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں۔ یہ تو ہم سے ہزار ہا سال بعد میں آئے تھے۔

مثلاً: اس وقت تک نوح علیہ السلام کو دنیا سے گئے تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) سال گزر چکے ہیں۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں یہ کس طرح گواہی دے سکتے ہیں؟ اللہ تبارک و تعالیٰ اس امت سے سوال کریں گے کہ دیکھو! یہ دوسرا فریق یہ کہتا

ہے کہ یہ عینی گواہ نہیں ہیں۔ ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ تو اس وقت یہ امت کہے گی اے پروردگار! ان کی یہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن اے پروردگار! اگر تو سچا ہے اور یقیناً سچا ہے اور حضرت محمد ﷺ اگر سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ ہم نے تیری کتاب قرآن کریم میں پڑھا ہے لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ”البتہ تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور نوح نے قوم سے کہا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی عبادت نہ کرو معبود صرف رب تعالیٰ ہی ہے۔“ پروردگار! تیری کتاب سچی ہے اور اس میں یہ بیان ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا بَلَّغْ نُوحٌ قَوْمَهُ ”حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے۔“

فقہائے کرام نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى النَّسَامُجِ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ آنکھوں سے نہیں دیکھی ہوتیں لیکن ثقہ اور معتبر لوگوں کے بیان کرنے کی وجہ سے اس پر شہادت درست ہے۔ مثلاً: فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ کسی کا نکاح ہو گیا، شہرت ہو گئی کہ فلاں کا نکاح ہو گیا ہے، کوئی مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر دی کہ فلاں مر گیا ہے اور یہ موقع پر موجود نہیں ہے۔ نہ پیدائش کے موقع پر موجود تھا، نہ موت کے موقع پر موجود تھا اور نہ نکاح کے وقت موجود تھا لیکن ثقہ لوگوں کے بیان کی بنا پر شہادت دے سکتا ہے۔

گواہوں کا تزکیہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی اہم مقدمہ ہو تو صرف گواہوں کی گواہی پر اس کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ وہاں ایک مستقل عنوان ہے تَزْكِيَةُ الشُّهَدَاءِ گواہوں کی صفائی بھی

جج اور قاضی لے گا۔ جب دو آدمی آکر یہ گواہی دیں کہ فلاں فلاں کا قاتل ہے۔ تو صرف ان کی گواہی پر دار و مدار نہیں ہوگا بلکہ ان گواہوں کا تزکیہ بھی ہوگا۔ وہ اس طرح کہ قاضی اور جج اپنے طور پر یہ تحقیق کرائے گا کہ ان گواہوں کی اس کے ساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ یہ گواہ فاسق و فاج تو نہیں ہیں۔ تو یہ گواہوں کے بارے میں جو تحقیق ہوگی اس کو کہتے ہیں تَزْكِيَّةُ الشُّهَدَاءِ۔ جس وقت ظاہری اور اندرونی طور پر مکمل طریقے سے گواہوں کی صفائی ہو جائے گی تو پھر ان کی گواہی پر فیصلہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اہم مسئلوں میں مثلاً: قتل کا مسئلہ ہے اور قطع ید کا مسئلہ ہے، رجم کا مسئلہ ہے، کوڑے لگانے کا مسئلہ ہے۔ اور آج ہمارے دور میں تو شرعی گواہ کا پایا جانا بہت مشکل ہے۔ میرے خیال میں تو پچاس ہزار آدمیوں میں سے کوئی ایک آدمی شرعی گواہ نکل آئے تو بڑی غنیمت ہے۔ فرض نماز پڑھنا تو الگ بات ہے اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں بغیر کسی شرعی عذر کے مثلاً: بارش بھی نہیں، وہ آدمی لنگڑا لولا بھی نہیں اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ اور اس طرح اس کی دو تین دفعہ نماز جماعت سے چھوٹ گئی تو اس کی گواہی مردود ہے۔ گلی محلے میں ننگے سر پھرتا ہے اس کی گواہی بھی مردود ہے۔ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے تو اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ آج کے دور میں تو شرعی گواہی پائے ہی نہیں جاتے الا ماشاء اللہ۔

تو جس وقت گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا، پھر قاضی فیصلہ دے گا۔ تو جس وقت یہ امت پیغمبروں کے حق میں گواہی دے دے گی، نوح علیہ السلام کا نام تو میں نے صرف مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ کیوں کہ حدیث پاک میں ان کا نام صریح موجود ہے۔ ورنہ یہ

امت تمام پیغمبروں کی گواہ ہوگی۔ اور جب یہ امت گواہی دے دے گی تو اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی کی گواہی دیں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح دی ہے (تو آپ ﷺ اپنی امت کے حق میں صفائی کے گواہ ہوں گے جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا اور اسی طرح ہم نے بنایا تمہیں امت اعتدال والی، عدالت والی، انصاف والی لِيَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام امتوں کے بارے میں یہ امت گواہی دے گی وَيَكُونِ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمہارے اوپر گواہ ہو جائے گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے جو میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس امت کا مرتبہ دیکھو کہ اس امت کی گواہی کے ساتھ پہلی امتوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر شَهِيدًا کا معنی یہ ہو کہ نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو پھر تو ساری امت کو شَهِيدًا کہا گیا ہے کہ وہ بھی حاضر و ناظر ہے۔ اس لیے یہ نظریہ بالکل باطل ہے کہ شَهِيدًا کا معنی حاضر و ناظر ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے وہ قبلہ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا وہ جس پر آپ تھے۔ جس کی طرف رُخ کر کے آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ان لوگوں سے جو پلٹ جاتے ہیں اپنی ایڑیوں کے بل۔ اس موقع پر بعض کچے قسم کے لوگ مرتد بھی ہو گئے تھے۔ کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی بات ہے آج



ادھر چہرہ کرو اور کل ادھر چہرہ کرو۔ ہمارا پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ تو فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر دے جو پکے ہیں اور جو پکے ہیں ان کو بھی ظاہر کر دے۔

- وَإِنْ كَانَتْ اور بے شک یہ قبلہ کی طرف رُخ پھیرنا تَكْبِيرَةً البتہ بھاری چیز ہے۔ کیوں کہ ایک آدمی ایک کام کرتا رہے پھر اسے چھوڑنے کا کہا جائے تو اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ مگر ان لوگوں پر جن کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ لوگ سب سے پہلے یہ بات دیکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا ہے؛ آنحضرت ﷺ نے کیا فرمایا ہے اور کیا عمل کیا ہے۔ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سب سے مقدم ہوتا ہے۔

جس وقت قبلہ کی تبدیلی کا حکم دے دیا گیا تو وہ لوگ جنہوں نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھی تھیں اور تبدیلی کے حکم سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ تو بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیوں جو زندہ ہیں وہ تو تدارک کر لیں گے اور جو مر گئے اُن کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کہیں اُن کی نمازیں ضائع تو نہیں ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ شبہ دور فرما دیا۔ اور فرمایا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ضائع کر دے تمہاری عبادتیں اور تمہارے ایمان کو۔

## اصل بات شریعت کا پابند ہونا ہے :

ایمان وہی معتبر ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ اسی طرح عبادت بھی وہی صحیح ہوگی جو شریعت کے مطابق ہو۔ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا تو وہی شرعی حکم تھا اور اسی کے مطابق نماز درست

تھی۔ تو جن لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نمازیں پڑھی ہیں انھوں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ شرعی حکم ہی کو پورا کیا ہے۔ اس لیے یہ خیال کرنا کہ اُن کی نمازیں ضائع ہو گئیں۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے احکام کی جو تبدیلی ہوتی ہے وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ پہلے حکم پر عمل کی وجہ سے عمل یا ایمان کو ضائع کر دے۔ بلکہ اس میں اس کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو آزمائے کہ کون قیل وقال کے بغیر حکم شرعی کو مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔ جس نے پہلے حکم کو دل و جان سے مانا ہو گا وہ دوسرے حکم کو بھی دل و جان سے مان لے گا۔ اور جس نے حکم ماننے سے انکار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ پختہ ایمان والا نہیں ہے۔ تو احکامات کی تبدیلی میں یہ حکمت ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں شرعی حکم پر عمل کیا اُس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے عمل کی قدر کی جاتی ہے۔ اِس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرءُوفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَحِيْمٌ مہربان ہے۔



قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ

فَلَنُؤَلِّيكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ  
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا  
الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾  
وَلِينَ اتَّيَّتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا  
أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنْ  
اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ  
الظَّالِمِينَ ﴿١٦﴾ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ  
ابْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٧﴾  
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُتَرِّينَ ﴿١٨﴾

قَدْ نَرَى تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے  
چہرے کے پھرنے کو فِي السَّمَاءِ آسمان کی طرف فَلَنُؤَلِّيكَ پس  
البتہ ضرور ہم آپ کو پھیر دیں گے قِبْلَةً اس قبلے کی طرف تَرْضَاهَا  
جس کو آپ پسند کرتے ہیں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ  
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور جہاں  
کہیں تم ہو فَوَلُّوا تو تم بھی پھیر لو وُجُوهَكُمْ اپنے چہروں کو  
شَطْرَهُ اسی مسجد حرام کی طرف وَإِنَّ الَّذِينَ اور بے شک وہ لوگ

أَوْتُوا الْكِتَابَ جن کو دی گئی کتاب لَيَعْلَمُونَ البتہ جانتے ہیں اِنَّهُ  
 الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف منہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَبِّهِمْ ان  
 کے رب کی طرف سے وَمَا اللَّهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِغَافِلٍ غافل  
 عَمَّا اس چیز سے يَعْمَلُونَ جو وہ کرتے ہیں وَلَٰئِنْ اور البتہ اگر  
 آتَيْتَ الَّذِينَ دیں آپ ان لوگوں کو أَوْتُوا الْكِتَابَ جن کو دی گئی کتاب  
 بِكُلِّ آيَةٍ ہر طرح کی نشانی مَا تَتَّبِعُوا قَبْلَكَ وہ نہیں پیروی کریں گے  
 آپ کے قبلے کی وَمَا أَنْتَ اور نہیں ہیں آپ بِتَابِعِ قَبْلَتَهُمْ ان کے  
 قبلے کی پیروی کرنے والے وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں ان کے بعض  
 بِتَابِعِ قَبْلَةٍ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی وَلَٰئِنْ اتَّبَعْتَ اور  
 اگر بالفرض آپ نے پیروی کی أَهْوَاءَهُمْ ان کی خواہشات کی مِّنْ  
 بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے إِنَّكَ  
 بے شک آپ إِذَا اس وقت اگر ایسا کیا لِّمَنِ الظُّلُمِینَ البتہ  
 نا انصافوں میں سے ہوں گے الَّذِينَ وہ لوگ اتَّبِعَهُمُ الْكِتَابَ جن  
 کو دی ہم نے کتاب يَعْرِفُونَهُ پہچانتے ہیں اس کو كَمَا يَعْرِفُونَ  
 أَبْنَاءَهُمْ جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ اور  
 بے شک ایک گروہ ان میں سے لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ البتہ چھپاتا ہے حق کو  
 وَهُمْ يَعْلَمُونَ حالانکہ وہ جانتے ہیں الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ حق آپ کے

رب کی طرف سے ہے فَلَا تَكُونَنَّ پس آپ ہرگز نہ ہوں مِنْ  
الْمُمْتَرِينَ شک کرنے والوں میں سے۔  
ما قبل سے ربط :

اس سے پہلے درس میں یہ بات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے  
تھے۔ جس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تم  
مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھو۔ سولہ یا سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں۔

تحويل قبلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل سے اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ ہمارا قبلہ بن  
جائے۔ اور اس کی ظاہری وجہ یہ تھی کہ مسجد اقصیٰ یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا۔ اور ان کے  
بارے میں قرآن کریم نے واضح کیا کہ یہ لوگ جانتے ہوئے بھی حق کو نہیں مانتے۔ بڑے  
ضدی لوگ ہیں۔ ان سے تو ایمان لے آنے کی توقع بہت کم تھی۔

عرب کے جو شرک تھے وہ کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی  
طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ اور جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے  
تھے۔ ضد بھی ان میں تھی مگر ایسے لوگ کم تھے، اکثر جہالت کا شکار تھے۔ مگر یہودی اور  
نصرانی جو کچھ کرتے تھے وہ ضد کی بنا پر کرتے تھے۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ آج کل عوام  
بے چارے اکثر جہالت کا شکار ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی عداوت نہیں ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی دشمنی نہیں ہے، اسلام کے ساتھ ان کو کوئی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف جہالت کی بنا پر کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ جو ہمارے عقیدے ہیں وہی عزت اور احترام والے ہیں اور جو عقیدے ان کے علاوہ ہیں وہ تو ہین والے ہیں۔ مثال کے طور پر: جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام پیغمبر اور تمام ولی اور بزرگ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اس کو وہ ان کی عزت سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اگر غور کیا جائے تو اس میں ان بزرگوں کی سخت تہین ہے۔ تو ہین کیوں ہے کہ بھائی ہمارے تمہارے جیسے گناہ گار تو ہر جگہ جانا پسند نہیں کرتے۔ شراب خانے، جوئے خانے، چکلے اور دوسری بُری جگہوں میں جانا کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو وہاں موجود ماننا اس میں ان کی عزت ہے یا تو ہین ہے؟ کتنی واضح بات ہے مگر وہ نہیں سمجھتے۔

اسی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ ان نیک بندوں کے لیے تمام چیزوں کا علم ثابت کریں گے تو اس میں ان کی عزت ہوگی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی ان کی تو ہین ہے۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی کہ وہ جادو کا علم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ نہ انھوں نے جادو پڑھا اور نہ سیکھا۔ تو جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کفر فرمائے اور جو بُری چیزیں ہیں ان کے علم میں کون سی عزت کی بات ہے؟ عوام بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے ساری چیزوں کا علم مانیں گے تو تب ان کی عزت ہوگی۔ جیسے: جادو ہے یا بہت ساری شعبہ بازی کی چیزیں ہیں، موسیقی کا علم ہے ان کے جاننے میں ان کی کون سی عزت ہے۔

درود شریف حضور ﷺ پر پہنچایا جاتا ہے :

اسی طرح جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ براہ راست خود ہمارا درود شریف وصول کرتے ہیں۔ جب بھی ہم پڑھتے ہیں تو آپ سنتے ہیں۔ اس کو وہ آپ ﷺ کی تعظیم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں معاذ اللہ تعالیٰ اس میں بڑی توہین ہے۔

دیکھو! ہمارے خط آتے ہیں، پارسل آتے ہیں ڈاک خانے کے ذریعے۔ تو تم اگر خود جا کر ڈاک خانے سے وصول کرو تو اس میں تمہاری عزت ہے یا ڈاک کیا لا کر خود تمہارے گھر پہنچائے اس میں تمہاری عزت ہے؟ اسی طرح سمجھو کہ ہم تم جو درود شریف پڑھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو اس کام کے لیے مقرر ہیں وہ لے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو خود آ کر وصول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ آ کر خود وصول کریں تو اس میں آپ ﷺ کی عزت نہیں بلکہ توہین ہوگی۔ یہ درود شریف پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ پہنچاتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيّٰحِحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اَمْرِي السَّلَامَ۔ یہ نساۓ شریف کی صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک محکمہ قائم کیا ہے وہ تمہارے دور سے پڑھے ہوئے درود شریف مجھے پہنچاتے ہیں اور اگر میری قبر کے نزدیک آ کر پڑھو گے تو میں خود سنوں گا۔

تو جاہل لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ خود آ کر ہمارے درود شریف وصول کرتے ہیں۔ اس میں آپ ﷺ کی توہین ہے۔ عزت اسی میں ہے کہ ڈاک کی پہنچائیں۔ بات تو ساری سمجھ کی ہے۔ تو یہ بے چارے جو کچھ کرتے ہیں یہ جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں ضد نہیں ہے۔ ان کے مولویوں نے ان کے ذہن بگاڑے ہیں۔

یہاں جو پُرانے بزرگ ہیں اُنھوں نے حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کو دیکھا ہوگا۔ گجرات میں ایک مقام ہے پٹیالہ۔ وہاں کے رہنے والے تھے۔ پنجابی میں بہت اچھا وعظ فرماتے۔ کوٹ وارث گاؤں میں ایک جلسہ تھا۔ جلسے سے فارغ ہو کر وہ درمیان والے راستے سے لگھڑ آئے۔ اور وہ ضروری ضروری کتابوں کی گٹھڑی بھی ساتھ رکھتے تھے۔ راستے میں کہہ رہے تھے کہ لگھڑ آ رہے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے ان کو کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے گدھے پر یہ کتابوں کی گٹھڑی بھی رکھ دوں۔ اُنھوں نے کہا کہ رکھ دو۔ اُنھوں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ تم نے کہاں جانا ہے؟ تو حافظ صاحب نے میرا نام لیا (یعنی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر) کے پاس جانا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس کے پاس نہ جاؤ وہ تو کلمے کا منکر ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی وہ تو کلمہ پڑھتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ وہ معراج کا منکر ہے کہ وہ کہتا ہے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج نہیں ہوئی۔

تو حافظ صاحب کی کتابوں میں میرا رسالہ تھا ”ضوء السراج فی تحقیق المعراج یعنی چراغ کی روشنی“ انھی دنوں میں طبع ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ گٹھڑی سے نکال کر ان کو سنانا شروع کر دیا اور خاصا پڑھ کر سنایا اور کہا کہ معراج کو جتنا اس نے دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اتنا اور کسی نے نہیں کیا۔ تو جب لگھڑ کے قریب آئے تو کہنے لگے کہ ہمیں تو کسی شے کا علم نہیں ہے ہمیں تو ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ وہ معراج کا بھی منکر ہے اور کلمے کا بھی۔

تو ان مولویوں نے عوام کے اتنے ذہن بگاڑے ہوئے ہیں کہ وہ ان کو حق والوں کے نزدیک آنے ہی نہیں دیتے۔ جو شخص ہماری بات سُن لے تسلی کے ساتھ اور ضد نہ



کرے تو ان شاء اللہ اسے حق ضرور سمجھ آ جائے گا۔ اور ضد کا تو دنیا میں کوئی علاج ہی نہیں ہے۔

تو یہ بیان ہو رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ قبلہ بن جائے۔ کیوں کہ اکثریت عربوں کی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں لہذا ان کو سمجھانا آسان ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ اس واسطے آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے کہ میرا قبلہ کعبۃ اللہ بن جائے۔ اور اس کے لیے وحی کے انتظار میں چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے۔

تو اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ نَرَىٰ تَحْقِيقَ سَمِیْعًا دَکِّیْمًا  
تَقَلُّبَ وَجْهِكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِلٰی سَمَاءِ السَّمٰوٰتِ اِنَّکَ فِیْ عِلْمِ رَبِّکَ  
لَکَاشْرَیْفٌ اِنَّ رَبَّکَ لَیْسَ بِغَیْثٍ اِنَّمَا یُحِیُّ الْمَوْتٰتِ اِنَّ رَبَّکَ لَکَاشْرَیْفٌ  
جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے پسند کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب  
کے لوگوں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو قبلے کا احترام کرتے تھے۔ تو اس قبلے کو چھوڑ کر  
ان کو منوانا ذرا مشکل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی آرزو کے مطابق حکم نازل فرمایا  
فَوَلِّ وَجْهَکَ شَاطِئَ الْمَدِیْنَةِ وَحَدِّیْثَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِنَّ رَبَّکَ لَکَاشْرَیْفٌ  
طرف۔ اس کو کعبۃ اللہ بھی کہتے ہیں اور مسجد حرام بھی۔

پھر آگے امتیوں کو خطاب کیا وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اٰرَءُكُمْ اَمْتًا جہاں کہیں تم ہو فَوَلُّوْا وُجُوْہَكُمْ شَطْرَهٗ اپنا رخ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لو۔ ہم کعبہ سے مشرق کی طرف ہیں، ہم مغرب کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے مغرب کی طرف ہیں وہ مشرق کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے شمال کی طرف ہیں وہ جنوب کی طرف چہرہ

کریں گے اور جو کعبہ سے جنوب کی طرف ہیں وہ شمال کی طرف چہرہ پھیریں گے۔

جب تک کعبۃ اللہ ہے دنیا قائم ہے :

کعبۃ اللہ عین وسط میں ہے اور مکہ کا معنی ہے ناف۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک کا ذریعہ اس طرح بنایا ہے کہ جہاں ناف ہوتی ہے وہاں ایک نالی ہوتی ہے جو ماں کے جسم کے ساتھ جڑی ہوتی ہے اس میں سے خون اس بچہ کے بدن میں جاتا ہے جس سے وہ پلتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ نازو، رگ کاٹ دی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی خوراک کا مرکز مکہ مکرمہ ہے یہیں سے ہدایت کی کرنیں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ جب تک مکہ مکرمہ موجود ہے دنیا قائم ہے۔

www.besturdubooks.net

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کالے رنگ کا بادشاہ ہوگا ٹیڑھی اور موٹی موٹی اس کی ٹانگیں ہوں گی۔ اس کے ساتھ اس کی فوج ہوگی۔ وہ آکر کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ادھیڑنا شروع کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ بگل پھونک دو کہ اگر یہ کعبۃ اللہ کو نہیں رہنے دیتے تو دنیا کا نظام اب ختم ہے۔ کعبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا قِيَامًا لِلنَّاسِ تو جب تک کعبہ موجود ہے دنیا بھی موجود ہے۔

تو فرمایا پھیر دو تم بھی اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ اور بے شک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ لَيَعْلَمُونَ البتہ جانتے ہیں اِنَّهُ الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلہ کی طرف رخ پھیرنا حق ہے۔ کیوں کہ پہلی کتابوں میں اس کی تصریح تھی کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے ان کا قبلہ کعبہ ہوگا پھر مسجد اقصیٰ اور آخر میں ان کا قبلہ پھر کعبہ ہی ہوگا۔ اور یہ لوگ جانتے ہیں

کہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرنا حق ہے اور مِنْ رَبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے ہے  
وَمَا لِلّٰهِ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اُن کاموں سے جو وہ کرتے  
ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں ضد کی بنا پر کرتے ہیں لہذا ان سے توقع نہ رکھیں۔ وَلٰكِنْ  
اَتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰوْتُوْا الْكِتٰبَ اور اگر آپ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود و  
نصاریٰ کو بِكُلِّ اٰیَةٍ ہر قسم کی نشانی آپ ﷺ ان کو دکھائیں مَا تَسْمَعُوْا قَبْلَتَكَ  
یہ لوگ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں  
کوئی علاج نہیں ہے وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قَبْلَتَهُمْ اور آپ اُن کے قبلے کی پیروی نہیں کر  
سکتے۔ کیوں کہ آپ تو ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قَبْلَةَ بَعْضٍ اور ان  
میں سے بھی بعض بعض کے قبلے کی پیروی نہیں کرتے۔ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ بنا ہوا  
ہے۔ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان صخرہ بیت المقدس، یہود کا وہ قبلہ تھا۔ اور اس  
چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ عیسائیوں کا قبلہ تھا۔ وہ اپنے قبلے پر مُصر تھے اور یہ  
اپنے قبلے پر مُصر تھے۔

### وفد نصاریٰ کی آمد :

ہجرت کے نویں (۹) سال نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا۔  
وہ ساٹھ آدمی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ساٹھ  
آدمیوں کا ایک جگہ اکٹھا ٹھہرانے کا تو ہمارے پاس انتظام نہیں ہے۔ آج کے دور جیسی  
کوٹھیاں تو نہیں تھیں کہ ہزاروں آدمی ان میں آجائیں، سادہ زمانہ تھا چھوٹے چھوٹے  
مکان ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کرو کہ دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر  
لو۔ ان کو سہولت رہے گی اور تم بھی آرام میں رہو گے۔ آپ ﷺ نے وفد والوں کے

سامنے یہ بات فرمائی کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمارے پاس کوئی اتنا بڑا مکان نہیں ہے کہ ہم ساٹھ آدمیوں کا اکٹھا انتظام کر سکیں۔ اس لیے ہم دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر کے تمھاری مہمانی کریں گے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم تو اکٹھے رہنا پسند کریں گے۔ ان کے پادریوں نے یہ خیال کیا کہ یہ جو ہماری بھیڑیں ہیں یہ ہم سے جدا نہ ہوں۔ تاکہ یہ مسلمانوں سے متاثر نہ ہوں ہمارا ہی اثر ان پر رہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس تو مسجد کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد ہی میں رہیں گے۔ چنانچہ ان ساٹھ عیسائیوں کا وفد مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پڑھتے رہو۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی میں اپنے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور دو تین دن اسی طرح رہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ان کو کچھ نہ کہو بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں کرنے دو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ ہر قسم کی نشانی ان کے سامنے پیش کریں یہ مکر رہے مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتِهِمْ اور نہ آپ ان کے قبلے کی پیروی کر سکتے ہیں اس واسطے کہ آپ ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں بعض ان کے بِتَابِعٍ قِبْلَةٍ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلے کی وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے آپ ﷺ کی امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ اور اگر بالفرض آپ نے پیروی کی ان کی خواہشات کی مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے إِنَّكَ إِذْ أَلَمْتَ الظَّالِمِينَ بے شک آپ اس وقت آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

ہمارے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے :  
 ”گفتہ آید در حدیث دیگران“ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خطاب کسی کو ہوتا ہے اور سمجھنا کسی  
 کو ہوتا ہے۔ یہ خطاب تو آپ ﷺ سے ہے لیکن سمجھایا گیا ہے آپ ﷺ کی امت کو  
 کہ یہود و نصاریٰ اور باطل فرقوں کی پیروی نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارا شمار ظالموں  
 میں ہوگا۔

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، یہود و اور عیسائی  
 يَعْرِفُونَهُ وہ اس نبی کو جانتے ہیں كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ جیسے وہ اپنے بیٹوں کو  
 پہچانتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں حتیٰ کہ جلالین تک میں موجود  
 ہے کہ عبد اللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ انھوں نے یہ لفظ کہے کہ یہ  
 شک تو ہو سکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے کچھ خیانت کی ہو لیکن حضور پاک ﷺ کے  
 بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے۔ بلکہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی صفات پہلی کتابوں  
 میں بیان کی گئی ہیں۔

ایسے لوگ بھی تھے اور ان کے خلاف بھی تھے جن کا ذکر اس طرح ہوا وَإِنَّ  
 فَرِيقًا مِنْهُمْ اور بے شک ایک گروہ ان میں سے لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ البتہ حق کو  
 چھپاتا ہے وَهُمْ يَعْلَمُونَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ساری نشانیاں ان کے سامنے ہیں  
 وہ جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جنھوں نے آنا تھا مگر وہ ضد کا شکار ہو گئے اور ضد کا دنیا میں  
 کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ حق تیرے رب کی طرف سے ہے  
 فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ یعنی

یہود و نصاریٰ کے نہ ماننے سے آپ تردد میں نہ پڑیں۔ یہاں بھی خطاب آپ ﷺ سے ہوا مگر سمجھنا آپ ﷺ کی امت کو ہے۔



## وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ

هُوَ مَوْلَاهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ١٦ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ١٧ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ١٨ وَلَئِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ١٩ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ٢٠ قَاذِرُونِي أَذْكَرُكُمْ وَأَشْكُرُونِي وَلَا تَكْفُرُونِ ٢١

وَلِكُلٍّ اور ہر امت کے واسطے وِجْهَةٌ ایک قبلہ تھا ہُوَ مَوْلَاهَا وہ اس کی طرف اپنا چہرہ پھیرتا تھا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ پس تم سبقت لے جاؤ نیکیوں میں أَيْنَ مَا تَكُونُوا جہاں بھی تم ہو گے يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ لے آئے گا تمہیں اللہ تعالیٰ جَمِيعًا سب کو إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہر چیز پر قادر ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جس جگہ سے آپ نکلیں سفر میں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ

پھیریں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَإِنَّهُ  
 اور بے شک یہ چہرہ پھیرنا لِلْحَقِّ مِنْ رَبِّكَ البتہ حق ہے آپ کے رب کی  
 طرف سے وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بے خبر عَمَّا تَعْمَلُونَ  
 اس کا رروائی سے جو تم کرتے ہو وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جہاں سے بھی تم  
 نکل کر جاؤ قَوْلٍ وَجْهَكَ پس آپ پھیریں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ  
 الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور اے اُمتیو! جہاں  
 کہیں بھی تم ہو قُولُوا وَجُوهَكُمْ پس پھیرو اپنے چہرے شَطْرَهُ  
 اس مسجد حرام کی طرف لئَلَّا يَكُونَ تَاكِدٌ لِّلنَّاسِ لوگوں کے  
 واسطے عَلَيْكُمْ تمہارے اوپر حُجَّةٌ کوئی الزام إِلَّا الَّذِينَ  
 ظَلَمُوا مگر وہ لوگ جو ظالم ہیں مِنْهُمْ ان میں سے فَلَا  
 تَخْشَوْهُمْ پس تم ان سے نہ ڈرو وَاخْشَوْنِي اور مجھ سے ڈرو وَ  
 لِأَتِمَّ نِعْمَتِي اور تاکہ میں مکمل کروں اپنی نعمت عَلَيْكُمْ تم پر  
 وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ جِيسًا  
 کہ ہم نے بھیجا تم میں رَسُولًا رسول مِنْكُمْ تم میں سے يَسْأَلُوا  
 عَلَيْكُمْ جو تلاوت کرتا ہے تم پر آيَاتِنَا ہماری آیتیں وَيُزَكِّيْكُمْ  
 اور تمہیں پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمْ اور وہ تمہیں تعلیم دیتا ہے الْكِتَابَ  
 وَالْحِكْمَةَ کتاب اور دانائی کی وَيُعَلِّمُكُمْ اور تمہیں تعلیم دیتا ہے



مَا اُنْ حِزُوں كِی لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ جن كو تم نهیں جانتے تھے  
فَاذْكُرُونِي پس تم مجھے یاد کرو اَذْكُرْكُمْ میں تمہیں یاد کروں گا  
وَاشْكُرُوا لِي اور میرا شکر یہ ادا کرو وَلَا تَكْفُرُونِ اور میری ناشکری  
نہ کرو۔

### پانچ نمازوں کی فرضیت :

اس سے پہلے قبلہ کا مسئلہ خاصی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور نماز کے صحیح  
ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط استقبال قبلہ بھی ہے۔ یعنی نماز میں اپنا چہرہ قبلہ کی  
طرف کریں۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور معراج کا واقعہ نبوت کے گیارہویں سال ہوا۔ اس کے بعد  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین سال مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے اور کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے  
نماز پڑھتے تھے۔ اور نفلی نماز اور وضو کا طریقہ تو ابتداء وحی سے شروع ہوا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ملی، اُسی دن جبریل نے  
پَر مارا اور اس جبل نور کی چوٹی پر ایک پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ اس جگہ پر آج کل عربوں  
نے سفید چونا ڈالا ہے۔ یہ علامت ہے کہ یہاں پر چشمہ تھا اگرچہ وہ بتاتے نہیں ہیں۔ تو  
وہاں سے پانی نکلا اور جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کا طریقہ بتایا اور پھر نماز کا طریقہ  
بتایا۔ تو وضو اور نفلی نماز ابتداء وحی سے شروع ہوئی ہے اور پانچ نمازیں معراج کی رات  
فرض ہوئیں۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم نے نمازیں مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے پڑھنی ہیں۔  
مسجد اقصیٰ کے متعلق یاد رکھنا کہ اس کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نمازوں کے

لیے کی تھی۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کی تعمیر کی اس کے چالیس سال بعد یہ تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ چھوٹی سی جگہ تھی چھپر ڈال کر وہاں نمازیں پڑھتے تھے۔ تو اصل بانی مسجد اقصیٰ کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں لوگ زیادہ ہوئے تو اس میں توسی کی گئی۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور آیا تو انھوں نے شاہی طور طریقہ کے ساتھ اسے وسیع کیا۔ تو اصل بانی اس کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بنی۔ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔

جب مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو سولہ یا سترہ مہینے مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعی طور پر یہ چاہتے تھے کہ ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہو اس واسطے کہ عرب کی اکثریت کعبۃ اللہ کا احترام کرتی تھی اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ ان لوگوں سے قبولِ اسلام کی توقع دوسروں کی نسبت کچھ زیادہ تھی۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ ضدی لوگ تھے ان سے توقع بہت کم تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر ہی حکم دیا کہ تم کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ پھیر لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلَّهِ اُتُوْا اور ہر امت کے واسطے وَجْہُہٗ قَبْلَہٗ۔ یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان تھی جو کافی بڑی تھی۔ اور نصاریٰ کا قبلہ اس چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ تھا۔ تو جس طرح ان کے یہ قبلے ہیں اسی طرح اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ کعبۃ اللہ قبلہ مقرر فرما دیا ہے۔ اور ہر امت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے قبلہ مقرر کیا ہوا تھا هُوَ مَوْئِدُہَا وہ امت اس قبلہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتی تھی فَاسْتَقِمْ وَاٰلُکَیْمٰتِ پس تم نیکی کے کاموں میں جلدی

کرو۔ نیکی کے کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو بھی قولاً یا فعلاً نیکی کرنی ہو اس کو جلدی کرو۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے خدا جانے کہ بعد میں زندگی ملے یا نہ ملے اور پھر دل کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ کس وقت خیر کی صلاحیت پیدا ہو۔ لہذا نیکی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

اَیْنَ مَا تَكُونُوا جہاں کہیں بھی تم ہو۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو، شمال میں ہو یا جنوب میں، کسی بھی ملک میں ہو یا درکھو! یَاٰتِ بِكُمْ اللّٰهُ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت والے دن میدان محشر میں اکٹھا کرے گا۔ گویا تم اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب ہم سب رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور ہم سے نیکی اور بدی کا سوال ہوگا۔ اور تم یہ نہ سمجھو کہ قیامت آنی مشکل ہے یا دوبارہ زندگی مشکل ہے جیسا کہ عرب کے مشرک دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے هَيِّهَاتَ هَيِّهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ [المومنون: ۳۶] ”بہت دور ہے، بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے ہو۔“ مَنْ يُخِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ [الیمین: ۷۸] ”بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ سب کو میدان محشر میں لے آئے گا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک رب تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس رب نے تمہیں حقیر قطرے سے پیدا کر کے اچھا بھلا انسان بنایا وہی رب تعالیٰ تمہیں قیامت والے دن دوبارہ لائے گا۔

معذور کی نماز :

پہلے مسئلہ یہ تھا کہ جب بندہ مقیم ہو اس وقت بھی نماز کی حالت میں قبلے کی

طرف چہرہ کرنا ہے اور جب مسافر ہو تو سفر میں بھی قبلے کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ بعض اچھے بھلے بھی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے والے کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح طاقت والے کے لیے قیام بھی فرض ہے۔ ہاں! اگر کوئی بوڑھا آدمی ہے تو اس کی بات الگ ہے، بیمار ہے تو اس کا معاملہ جدا ہے۔ تندرست آدمی گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھے تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگ جس طرف رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی رُخ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں (گاڑی وغیرہ میں) اس سے بھی نماز ادا نہیں ہوگی۔ گاڑی میں بھی سفر میں بھی رُخ قبلے کی طرف کرنا ضروری ہے۔

کئی عورتیں قصبوں سے دم کرانے اور تعویذوں کے لیے آتی ہیں۔ اُن میں سے جو نمازیں پڑھتی ہیں وہ گھر کی عورتوں کو کہتی ہیں کہ ہمیں مصلیٰ (جائے نماز) دیں ہم نے نماز پڑھنی ہے اور پڑھتی بیٹھ کر ہیں۔ ان سے کون کہے کہ تم گائے سے سودا سلف یا تعویذ وغیرہ لینے کے لیے آگئی ہو مگر نماز بیٹھ کر کس طرح جائز ہوگی؟ قطعاً بری الذمہ نہیں ہوں گی۔ صرف وہ آدمی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے جس میں کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہیں خواہ مرد ہو یا عورت۔ تو قیام کرنا بھی فرض ہے اور قبلے کی طرف رُخ کرنا بھی۔ اور اگر گاڑی قبلے سے دوسری طرف پھر جائے تو نمازی کو بھی اسی قبلے کی طرف پھرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! تم اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جہاں کہیں بھی جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ پس پھیر داپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَانْتَ لِلْحَقِّ اور بے شک مسجد حرام کی طرف چہرہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَبِّكَ تیرے رب کی طرف سے حکم ہے وَمَا لِلّٰهِ بِعَافٍ عَمَّا

تَعْمَلُونَ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ نسخ کے مسائل میں سے پہلا مسئلہ یہی قبلے کا تھا۔ اس سے پہلے کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا تھا۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نئی بات پہلی دفعہ ہوتی ہے تو اس پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ پھر جب نسخ کے اور بھی کئی مسئلے آئے تو ذہنوں کی تشویش کا معاملہ ہلکا ہو گیا۔

چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا اس واسطے رب تعالیٰ نے دوبارہ پھرتا کید فرمائی وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اے نبی کریم ﷺ! جہاں کہیں بھی تم سفر میں جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سفر میں بھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرو۔ تو یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید قبلے کی طرف چہرہ پھیرنا آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے۔ فرمایا نہیں! آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ جَمْعُ كَا صِغَةِ ہے۔ اے اُمتیو! جہاں کہیں بھی تم ہو فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ تم بھی اپنے چہرے پھیرو شَطْرَهُ اسی کعبہ کی طرف۔ اب تم نے کعبہ کی طرف رُخ کیوں پھیرنا ہے؟ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو اِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں۔ وہ اپنی بات پر اڑے رہیں گے۔

اور وہ الزام اس طرح دور ہوگا کہ مثال کے طور پر پہلی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی ایک علامت یہ لکھی تھی کہ وہ نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھیں گے پھر کچھ عرصہ مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے پھر بالآخر ان کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو جائے گا۔ اور اگر آنحضرت ﷺ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ نہ پھیرتے تو یہودی اور عیسائی کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم کعبہ کی طرف رُخ پھیرو تاکہ یہود و نصاریٰ کا تم پر کوئی الزام نہ

رہے۔

اسی طرح مشرکین عرب کے لوگ زیادہ تر اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے تھے اور کعبے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اگر تمہارا قبلہ کعبہ نہ ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ تم ابراہیمی نہیں ہو۔ کیوں کہ اگر تم ابراہیمی ہوتے تو تمہارا قبلہ تو کعبۃ اللہ ہونا چاہیے تھا۔ ان کا بھی الزام ختم ہو گیا **إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ** ہاں مگر جو ظالم ہیں ان کے ہاتھ میں تو جب کوئی شوشہ آئے گا تو اس کو اڑاتے پھریں گے۔ انھوں نے نہیں ماننا۔ جس میں کوئی دیانت اور انصاف ہے وہ تو صحیح بات سن کر ایمان لاتا ہے **فَلَا تَخْشَوْهُمْ** پس تم نہ ڈرو ان لوگوں کے اعتراضات سے **وَإِخْشَوْنِي** اور مجھ سے ڈرو۔

لوگوں نے تو پیغمبروں کو نہیں معاف کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں مذکور ہے اور یہودی آج تک مصر ہیں معاذ اللہ تعالیٰ کہ وہ حلال زادہ ہی نہیں **وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا [النساء: ۱۵۶]** ”انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا۔“ فرمایا تم ان کے اعتراضات سے نہ ڈرو **وَإِخْشَوْنِي** اور مجھ سے ڈرو **وَلَا تَمْنَعْنِي عَلَيْكُمْ** اور تاکہ میں مکمل کر دوں اپنی نعمت تم پر۔ جس طرح میں نے تمہیں سب سے بہترین امت بنایا ہے اور سب سے بہترین کتاب تمہیں دی ہے اسی طرح قبلہ بھی تمہیں بہترین دے دوں اور تم بڑے خوش قسمت لوگ ہو کہ تمہیں آخری نبی کا امتی ہونا نصیب ہوا۔

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :**

دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے آسمان پر موجود ہیں اور قیامت سے

پہلے زمین پر نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے۔ یہود اور نصاریٰ سے لڑائی ہوگی۔ ان علاقوں میں اسلام کے سوا کوئی اور ملت باقی نہیں رہے گی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار! تو نے مجھے نبوت دی ہے تیرا شکر ہے، رسالت عطا فرمائی ہے تیرا احسان ہے۔ انجیل تو نے مجھے دی ہے یہ تیرا کرم ہے۔ اے پروردگار! میں ان کتابوں میں پڑھتا ہوں کہ ایک نبی آخر میں آئیں گے اور ان کی امت بہت افضل امت ہوگی۔ اے پروردگار! مجھے اس امت کا ایک فرد بنا کر ان امتیوں میں سے اٹھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور وہ اس امت میں آئیں گے اور چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ اور یہی پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پڑھائیں گے جو ہم پڑھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے آخری نبی کا امتی ہونا مانگ کر لیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے مفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اے پروردگار! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح امتی بننے کی توفیق عطا فرما۔

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ جیسے بھیجا ہم نے تم میں پیغمبر تم میں سے۔ یعنی سب سے افضل ترین پیغمبر تمہیں دیا، سب سے بہترین کتاب دی، سب سے اعلیٰ کعبہ دیا، سب امتوں میں سے مِثْلُكُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بہترین امت تمہیں بنایا۔ اور یہ تفصیل پہلے رکوع میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی گواہی سے پہلی امتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ اتنا بلند مقام تمہیں عطا فرمایا۔ اور پیغمبر تم میں سے بھیجا یعنی وہ بھی بشر ہیں انسان ہیں، قریشی اور ہاشمی ہیں۔ تمام لوازمات بشریہ ان کے ساتھ ہیں اور چار کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا يَسْأَلُوكُمْ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا پھلانا کام یہ ہے کہ تمہیں ہماری آیتیں

پڑھ پڑھ کر سنائیں گے۔ آپ ﷺ بھی عربی تھے، قوم بھی عربی تھی، بیش تر مضامین وہ خود بہ خود سنتے ہی سمجھ جاتے تھے۔

آپ ﷺ کا دوسرا کام: وَیَزِیْکُمْ اور وہ تمہیں پاک کرتا ہے وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ یَزِیُّ مَنْ یَّشَاءُ حَقِیْقًا تَرْکِیْہِ رَبِّ تَعَالٰی کام ہے اور آنحضرت ﷺ اس تَرْکِیْہِ کا ذریعہ ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیم، آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، آپ ﷺ کا اعلیٰ کردار، یہ لوگوں کے دلوں کی صفائی کا ذریعہ بنا۔

### مقصد بیعت :

دلوں کی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔ یہ جو بزرگانِ دین میں پیری مریدی کا صحیح معنی میں سلسلہ تھا اس کا یہی مطلب ہوتا تھا کہ دل صاف ہو جائیں اور دل صاف ہو جائیں تو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا

تو بھی نمازی میں بھی نمازی

کہ خالی نمازی ہونے سے تو تَرْکِیْہِ نہیں ہوتا۔ دل کی صفائی بڑی چیز ہے۔ دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جائے، حسد، بغض اور تکبر سے، اخلاقِ ذمیرہ سے پاک ہو جائے، آخرت کی فکر ہو، دنیا جائز طریقے سے کمائے، صرف دنیا میں پھنس نہ جائے کہ دنیا ہی دنیا رہ جائے اور آخرت کو بھول جائے۔ تو یہ دوسرا کام آپ ﷺ کا تھا تَرْکِیْہِ۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ جو بعد کے بزرگانِ دین چلے کرتے رہے ہیں کئی کئی سال تک۔ تو یہ چلے آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔ بے شک ایسا ہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں جو شخص اخلاص کے ساتھ دو منٹ بیٹھتا تھا مثال کے طور



پر۔ تو اُسے اتنی دل کی صفائی حاصل ہو جاتی تھی کہ جو ساٹھ سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور بعد والوں کو مجاہدے کی ضرورت اس واسطے پیش آئی کہ اس زمانے میں دلوں کی صفائی نہیں تھی۔ زنگ دور کرنے کے لیے اُنھوں نے وقت صرف کیا۔ شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر شیشہ میلا کچھلا ہو تو اس کو صاف کیا جاتا ہے۔ ہمارے دلوں کے شیشے میلے ہیں ان کا تزکیہ چاہیے۔ بزرگانِ دین نے چلے کاٹے، ریاضتیں کیں شرعی دائرے میں رہ کر اسی تزکیہ پر عمل کیا۔ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔

## قرآن کریم پڑھنا پڑھانا جہادِ کبیر ہے :

تیسرا کام ہے وَيَعْلَمُكُمُ الْكِتَابَ اور وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض ایسی آیات تھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نہیں سمجھ سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ ابن ماجہ کی روایت تم سن چکے ہو کہ لفظی ترجمہ کے بغیر قرآن کریم کی ایک آیت حاصل کرنا سو رکعت نقل نماز سے زیادہ ثواب ہے، بہت بڑی عبادت ہے۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا جہاد ہے۔ سورۃ الفرقان میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا قرآن پاک کی تعلیم دینا بڑا جہاد ہے۔ محض لڑنا ہی جہاد نہیں۔ بے شک محاذوں پر لڑنا بھی جہاد ہے لیکن قرآن پاک نے جس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے وہ قرآن پاک کی تعلیم ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے تھے وَالْحِكْمَةُ اور حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کے الفاظ بھی لوگوں کو بتاتے تھے اور حدیث کے معنی بھی بتاتے تھے۔ مثلاً: ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس

آدمی کے دل میں سرسوں کے دانے کے برابر تکبر ہوگا جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ روایت ہے مسلم شریف کی۔

اگر تکبر کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے بے شک نمازیں پڑھتا رہے، روزے رکھتا رہے۔ اور اگر حرام سمجھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔ اس پر بھی دخولِ اوّل اس کو نصیب نہ ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضرت! ہم تو سارے ہی تکبر کرتے ہیں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں نے سر کے بال رکھے ہوں، کنگھی پھیری ہو، تیل لگا ہو، ہمارے کپڑے اچھے اور صاف ہوں اور جوتا بھی اعلیٰ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو تجل ہے۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا رب کی نعمتوں کا شکر ہے یہ گناہ نہیں ہے۔ تکبر کیا ہے؟ غَمُطُ النَّاسِ وَ بَطَرُ الْحَقِّ ”حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔“

تو آنحضرت ﷺ نے حدیث اور سنت کی بھی تعلیم دی۔ لفظوں کی بھی تعلیم دی اور معنی کی بھی تعلیم دی وَ يَعْلَمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ جتنے بھی دین کے مسائل آپ ﷺ نے بتائے ہیں ان کو پہلے کون جانتا تھا؟ آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی برکت سے یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے فَادْكُرُونِي پس مجھے یاد کرو اَدْكُمْكُمْ میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس کی یہ بھی تفسیر کرتے ہیں فَادْكُرُونِي تم عبادت کے ذریعے مجھے یاد کرو میں تمہیں اس کا بدلہ اور جزا دوں گا۔

اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُ فِي نَفْسِي ”جس نے مجھے اکیلے یاد کیا میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور جس نے مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس مجلس سے بہتر مجلس میں

اس کا ذکر کرتا ہوں۔ ”وہ بہتر مجلس اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے فلاں بندے نے مجلس میں میرا نام لیا ہے وَاشْكُرُوا لِي مِثْرِي نِعْمَتٍ کاشکر یہ ادا کرو وَلَا تَكْفُرُوا اور میری ناشکری نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناشکری سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]



## يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

أَمِنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٥٦﴾  
وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءُ  
وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ  
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ  
بَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا  
لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ  
وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿٦٠﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو اٰمِنُوا جو ايمان لائے ہو اسْتَعِينُوا  
مدد حاصل کرو بِالصَّبْرِ صبر کے ذریعے وَالصَّلَاةِ اور نماز کے  
ذریعے إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ مَعَ الصَّابِرِينَ صبر کرنے والوں  
کے ساتھ ہے وَلَا تَقُولُوا اور نہ کہو تم لِمَنْ اُن کے بارے میں  
يُقْتَلُ جو قتل کیے جاتے ہیں فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کے راستے میں، نہ کہو تم  
أَمْوَاتٌ مُردے بَلْ أَحْيَاءُ بلکہ وہ زندہ ہیں وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ  
اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور البتہ ہم ضرور تمہارا امتحان لیں  
گے بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ کسی نہ کسی چیز میں خوف سے وَالْجُوعِ  
اور بھوک سے وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ اور مالوں کی کمی سے وَالْأَنْفُسِ

اور جانوں کی کمی سے وَالشَّمَرَاتِ اور پھلوں کی کمی سے وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ اور آپ خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو الَّذِينَ وہ لوگ ہیں إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ جب انھیں پہنچتی ہے کوئی مصیبت قَالُوا کہتے ہیں إِنَّ اللَّهَ بے شک ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ملک ہیں وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور بے شک ہم اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں أُولَئِكَ وہی لوگ ہیں عَلَيْهِمُ ان پر صَلَّوْا مِنْ رَبِّهِمْ خصوصی رحمتیں ہیں ان کے رب کی طرف سے وَرَحْمَةً اور عمومی رحمت وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَهْتَدُونَ اور وہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے۔

### صبر اور نماز سے مدد لینے کا مطلب :

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے اور خطاب فرمایا ہے ایمان والوں کو کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو! اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ مدد حاصل کرو تم صبر اور نماز کے ذریعے۔

بعض جاہل قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صبر سے مدد لینا ہے اور نماز سے مدد لینا ہے۔ اور صبر بھی غیر اللہ اور نماز بھی غیر اللہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد لینا جائز ہے۔ ولی بھی غیر اللہ ہیں، نبی بھی غیر اللہ ہیں۔ سب سے مدد لینا جائز ہے۔ لیکن یہ تفسیر قرآن پاک کی تحریف ہے۔ اس لیے کہ صبر پر حرف با داخل ہے اور بِالصَّبْرِ کا معنی ہے صبر کے ذریعے وَالصَّلَاةِ اور نماز کے ذریعے تم نے مدد لینا ہے۔ تو صبر اور نماز سے مدد نہیں لینا بلکہ ان کے ذریعے مدد مانگنی ہے اور مانگنی کس سے ہے اِيَّاكَ

نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ” پروردگار ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔“ اور دوسرے مقام پر آتا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اور ہم و تروں میں یہ دعا پڑھتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

تو مدد صرف رب تعالیٰ سے ہے کیوں کہ مستعان صرف پروردگار ہے۔ ہاں! یہ عبادتیں ہیں صبر کرنا بھی عبادت ہے، نماز خود عبادت ہے۔ ان کے ذریعے تم رب تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اور ہر نماز میں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ فرض نماز ہو یا وتر، واجب ہو یا سنت مؤکدہ ہو یا نفل ہو یا تہجد، اشراق، جمعہ یا عید، کوئی بھی نماز اس سے خالی نہیں ہے کہ جس میں رب تعالیٰ سے وعدہ نہ کرتے ہوں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اور ہمیں یہ ایسا سبق پڑھایا گیا ہے کہ اس کو تم نے کسی رکعت میں نہیں بھولنا۔ پھر اس کے بعد بھی اگر کوئی آدمی ادھر ادھر بھٹکتا پھرے تو پھر وہ معذور نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور صبر کے مواقع میں سے اہم موقع موت کا ہے۔ اور خصوصاً جب کہ موت طبعی نہ ہو بلکہ قتل ہو تو صدمہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس واسطے فرمایا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو تم مردہ نہ کہو بَلْ اَحْيَاءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یعنی ان کی زندگی کو تم سمجھ نہیں سکتے۔

## شہید اور عام آدمی کی حیات کا فرق :

تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو شخص کافر کی تلوار سے شہید ہوتا ہے اُس کا سر کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے اور دھڑ الگ۔ اور شریعت بھی اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب سر دھڑ سے الگ ہو گیا تو روح بھی اس میں باقی نہ رہی۔ شہید کی اس موت کا تو انکار ہی نہیں ہے اور شہید کو قبر میں دفن بھی کیا جاتا ہے اس میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس جہان والی زندگی باقی ہو تو دفن نہیں کیا جاتا۔ اسی واسطے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان بچیوں سے سوال کریں گے جو زندہ درگور کی گئیں کہ تمہیں کیوں قتل کیا گیا؟ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے **وَ اِذَا الْمَوْءِدَةُ سُئِلَتْ ۖ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝۱** ”اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔“ تو کسی کو زندہ قبر میں دفن کرنا بڑا گناہ ہے۔ جب کہ شہید کو دفن کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائے تو اس کا مال بھی شرعی وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ حالانکہ اگر کوئی آدمی زندہ ہو اور مدۃ العمر کی اُس کو قید ہو کہ اُس کا جنازہ جیل سے باہر آئے گا تو بھی اس کے مال کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی اس واسطے کہ زندہ ہے۔

## عدت کے بعض احکام :

اسی طرح شہید کی بیوی عدت گزارنے کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہے اور وہ عدت یہ ہے کہ اگر فوت ہونے والے آدمی کی بیوی حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ جب بچہ پیدا ہوگا اس کے بعد عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر اس کو چار مہینے

دس دن گزارنے پڑیں گے۔

اس عدت کے زمانے میں عورت اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے تو دن کو جاسکتی ہے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے۔ رات کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ دیکھو! قصبات کی جو عورتیں ہیں عدت تو انھوں نے بھی گزارنی ہے اور انھوں نے اپنے جانوروں کو پانی بھی پلانا ہے، کھیتوں سے سہاگ وغیرہ بھی توڑنا ہے، گوبر بھی پھینکنا ہے۔ اور بعض ایسے قصبے ہیں کہ انھیں پانی دور سے لانا ہوتا ہے۔ بعض ایسی جگہیں ہیں کہ انھیں لکڑیاں لانا پڑتی ہیں۔ اب ایسی عورت جس کا کوئی کمانے والا نہیں اس کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے کیوں کہ وہ مجبور ہے۔ اور جو دور دراز نوکری کرتی ہیں ان کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کی روزی کا کوئی اور انتظام نہیں ہے تو پھر وہ عورت دن کو جاسکتی ہے رات کو کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ یہ بھی تب ہے کہ اس کے پاس کوئی اور صورت نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس عدت کے زمانے میں کھانے کا خرچہ ہے تو اس کے لیے گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت بیمار ہو جاتی ہے اور اس کو اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر اپنے گھر بلائے تو اس کو اجازت ہے کہ قریبی ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جاسکتی ہے۔ اور یہ بات اصولی طور پر یاد رکھنا! کہ عدت گزارنے والی عورت رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے کہ اس کا کوئی سودا سلف لانے والا نہیں ہے تو وہ اپنی سبزی وغیرہ بھی بازار سے لاسکتی ہے اور بول چال پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضرورت کے مطابق گفتگو کر سکتی ہے۔

(ایک آدمی نے سوال کیا کہ حضرت! عدت کے دوران ہسپتال میں داخل ہو سکتی



ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو ہسپتال میں داخل ہو سکتی ہے کیوں کہ شریعت مجبوری کا لحاظ کرتی ہے۔)

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ شہید کی بیوی کا عدت کے بعد نکاح بھی جائز ہے اور یہ سارے شرعی احکام ہیں۔ بہ ایں ہمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

## عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہے :

مسئلہ یہی ہے اور اس پر صحیح روایات متواتر موجود ہیں۔ اور اہل حق اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس وقت انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ ”اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔“ اور ظاہر بات ہے کہ جب روح کو جسم میں لوٹایا جائے گا تو زندگی آجائے گی۔ اسی زندگی کے بعد منکر نکیر کے سوالات ہوں گے، جوابات ہوں گے۔ اس کے بعد اگر نیک ہے تو قبر میں راحت بھی ہوگی اور اگر بد ہے تو عذاب بھی ہوگا۔ اور اگر جسم میں رح نہیں ہے تو خالی جسم کو عذاب و ثواب کا کوئی معنی نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک کے ساتھ جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے ”الفقہ الاکبر“ اس میں وہ فرماتے ہیں وَاعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ فِي قَبْرِهِ حَقٌّ ”قبر میں جسم کی طرف روح کا لوٹایا جانا بھی حق ہے۔“ اور صحیح احادیث بھی یہی کہتی ہیں اور اہل حق کا مسلک بھی یہی ہے کہ قبر میں حیات ہے۔ تو یہ زندگی جو ہے یہ قبر کی زندگی ہے۔

تو فرمایا جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں وَلَا تَقُولُوا اور نہ کہو ان

کے بارے میں لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ جو قتل کیے گئے اللہ کے راستے میں  
 اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ اَحْيَاوْهُمْ بلکہ وہ زندہ ہیں وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم نہیں  
 شعور نہیں ہے۔ فرض کرو آج اگر کوئی شخص کسی شہید کی قبر کو اکھیڑے تو شہید نہ تو اس سے  
 بات کرے گا اور نہ اس میں کوئی حس و حرکت ہوگی اور کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ وہ زندگی  
 ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

اس بات کو سمجھانے کے لیے علم کلام والے کہتے ہیں کہ جیسے مریض سکتہ۔ سکتہ ایک  
 بیماری ہوتی ہے۔ اس میں بہ ظاہر نبض چلتی نظر نہیں آتی اور آدمی سانس لیتا بھی نظر نہیں آتا  
 لیکن ہوتا زندہ ہے۔ تو سمجھانے کے لیے کہا کَمَرِيضٍ السَّكُتَةِ جیسے سکتے کا بیمار  
 ہوتا ہے کہ روح اس کے اندر ہوتی ہے لیکن حکیم، ڈاکٹر، حیران ہوتے ہیں کہ حس و حرکت  
 نہیں ہے، سانس نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اسی طرح شہید کی حیات ہے کہ بہ ظاہر سمجھ  
 نہیں آتی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیات تو ہے مگر نہ روح کی ہے جسم کی نہیں ہے۔  
 اور بعض کہتے ہیں کہ ایک جسد مثال ہوتا ہے اس کی حیات ہے۔ یہ دونوں قول مردود ہیں۔  
 اس واسطے قرآن کو سمجھو۔

قرآن کہتا ہے وَلَا تَقُولُوا اور نہ کہو لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اُنْ کے  
 بارے میں جو قتل کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ  
 اَحْيَاوْهُمْ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ تو قتل تو اس جسم کو کیا جاتا ہے روح کو تو نہیں۔ اور قرآن کہتا ہے  
 کہ جن کو قتل کیا جاتا ہے ان کو مردہ نہ کہو۔ اور پھر قتل جسد مثال نہیں ہوتا بلکہ یہی جو ہمارا جسم  
 ہے۔

## جسد مثالی کا مطلب :

اور جسد مثالی کا معنی آپ اس طرح سمجھیں کہ جس طرح تم خواب میں کسی کو دیکھتے ہو اور خواب میں کوئی تمہیں رشتہ دار یا بے گانہ ملتا ہے۔ وہ نہ تو اس کا جسم ہوتا ہے اور نہ اس کی روح، بلکہ وہ جسد مثال ہوتا ہے جو رات کو تمہیں ملا ہے۔ اور تم اس کے ساتھ لڑتے جھگڑتے بھی ہو اور پیار بھی کرتے ہو، سب کچھ کرتے ہو۔ صبح کو تم اس کو کہو بھائی میں نے رات کو تیرے ساتھ یہ گفتگو کی ہے۔ تو وہ کہے گا کہ میرے تو فرشتوں کو بھی پتا نہیں ہے۔ اور قرآن بالکل واضح ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ان کے بارے میں مت کہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں۔ اور قتل جسد عنصری ہے یہی جسم ہے اور زندہ بھی یہی جسم ہے بَلْ أَحْيَاءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔

پھر عجیب بات ہے کہ روزے تو رکھے یہ جسم، نمازیں پڑھے یہ جسم، ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یہ جسم، گرمی، سردی برداشت کرے یہ جسم اور ثواب سے محروم ہو جائے اور اس کی جگہ مثالی جسم کو ثواب ملتا رہے یہ کون سی عقل کی بات ہے؟ جرم تو کرے یہ جسم اور سزا بھگتے اس کا مثالی جسم۔ یہ کون سی منطق ہوئی؟ یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے۔

یاد رکھو! جزا و سزا اسی جسم کو ہوتی ہے چاہے ذرہ ذرہ ہو جائے۔ کتابوں میں تصریح ہے باقی باتوں کا پتا مرنے کے بعد چلے گا۔ پھر عجیب بات ہے کہ شہیدوں کو تو مردہ نہ کہو اور پیغمبروں کو مردہ کہو، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہ شہید زندہ ہوں اور پیغمبر زندہ نہ ہوں۔ آج ایک ایسا فرقہ بھی چل نکلا ہے جو کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی حیات کوئی نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے پر ”تسکین الصدور“ لکھی ہے۔ جس پر دور حاضر کے تمام جید علماء کے دستخط

اور تقریظات ہیں۔ اس میں میں نے وضاحت کی ہے کہ بھی! تم جو کہتے ہو کہ پیغمبروں کی حیات نہیں ہے تو ان پیغمبروں کو تو مستثنیٰ کرو جو شہید ہوئے ہیں۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں :

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں دس مرتبہ قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں۔ کیوں شہید ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خیبر میں زینب نامی عورت (یہودیہ) نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابی تھے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ۔ وہ فوراً تڑپ کے شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بوٹی منہ ڈالی تو لعاب اندر چلا گیا۔ بوٹی نے بول کر بتایا کہ حضرت! مجھے نہ کھانا میرے اندر زہر ہے۔ مگر وہ لعاب جو اندر چلا گیا تھا اس کے ساتھ اتنا تیز زہر تھا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رگیں کھچی جاتی تھیں۔

اور بخاری شریف میں باب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عائشہ! وہ زہر جو مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے آج محسوس ہو رہا ہے۔ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ میری رگیں کٹی جا رہی ہیں۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کو نہ چھوڑنا، احادیث کو نہ چھوڑنا اور جمہور کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ لوگوں کی چرب زبانی پر نہ جانا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَقُولُوا اور نہ کہو لِمَنْ يُقْتَلُ ان کو جو قتل کیے جاتے ہیں فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں امواتِ مردہ بَلْ اَحْيَاءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔ ان کی زندگی تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور البتہ ہم ضرور تمہارا امتحان لیں گے بِشَيْءٍ کسی

نہ کسی شے سے مِّنَ الْخَوْفِ کبھی دشمن کے حملے کا خوف ہوگا۔ کبھی کوئی اور خوف ہوگا وَالْجُوعِ اور کبھی ہم تم پر مہنگائی مسلط کر دیں گے اور بھوک سے مرد گے وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ اور کبھی تمہارے مالوں میں کمی ہوگی وَالْأَنْفُسِ اور کبھی تمہاری جانوں میں کمی آئے گی کہ تمہارے افراد میں سے کچھ مریں گے وَالْثَّمَرَاتِ اور کبھی پھل کم ہوں گے۔ یہ امتحان ہوں گے کہ طرح طرح کی پریشانیاں تمہیں پیش آئیں گی وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ اور آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مثال کے طور پر جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے بارے میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کیوں فوت ہوا ہے؟ ابھی تک تو یہ تندرست تھا، جوان تھا۔ اور دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ یہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے خیال کا ازالہ تو اس طرح فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ ہم سارے اللہ کی ملکیت ہیں۔ رب جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف کرے۔ اور دوسرا خیال تھا کہ ہم سے جدا ہو گیا تو فرمایا جدا نہیں ہوا، ہم بھی وہیں جانے والے ہیں۔ دنوں، مہینوں یا سالوں کی جدائی ہوگی، جانا تو ہم نے بھی وہیں ہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ قبرستان میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَکُمْ بِالْآخِرِ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَا حِقُوْنٌ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ "اے قبروں میں رہنے والو تم پر رب کی سلامتی ہو تم ہمارے آگے آگے جا رہے ہو ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بخشے اور تمہیں بھی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مٹی کا دیا جلایا ہوا تھا تیز ہوا آئی تو بجھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا ہوا تھا کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس وقت یہ پڑھنا ہوتا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! یہ تو دیا بجھا ہے اور میں ابھی اس کو جلا دیتی ہوں۔ فرمایا عائشہ! کُلُّ مَا یَسُوُّ الْمُؤْمِنِ ”ہر وہ تکلیف دہ چیز جو مومن کو پیش آئے وہاں یہ پڑھنا چاہیے۔“ اب یہ دیا جل رہا تھا یک دم بجھ گیا ہے ہمیں کوفت تو ہوئی ہے تو یہاں بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھو۔ لہذا اِنَّا لِلّٰہِ ہر تکلیف کے موقع پر پڑھنا چاہیے۔ ٹھوکر لگے تو پڑھو، اگر آدمی گر جائے پھر پڑھو۔

اُولَئِکَ یہی لوگ ہیں عَلَیْہُمْ اَنۡ یَّصَلُّوۡا مِّنۡ رَّبِّہُمْ رَبِّ تَعَالٰی کی خصوصی رحمتیں ہیں وَرَحْمَۃٌ اور عمومی رحمت بھی ان پر ہے وَاُولَئِکَ ہُمُ الْمُہْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی ہدایت یافتہ لوگوں میں رکھے۔

[امین]



## إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعِينُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَأَمَّاؤُوا هُمْ كَفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خُلِدِ يَوْمَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ وَالْهَكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝

۱۹  
ع

إِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةُ اور مروہ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے حج کیا بیت اللہ کا أَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس کوئی حرج نہیں ہے اس پر أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے ان دونوں کا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَإِنَّ اللَّهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ شَاكِرٌ قدردان ہے عَلِيمٌ جاننے والا ہے إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ يَكْتُمُونَ جو چھپاتے ہیں مَا اس چیز کو

أَنْزَلْنَا جُوهَمَ نَازِلَ كِي هِيَ مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَاضِحٌ دَلِيلِينَ وَالْهُدَى  
 اور ہدایت مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ بَعْدَ اس کے کہ ہم نے اس کو بیان کیا لِلنَّاسِ  
 لوگوں کے لیے فِي الْكِتَابِ كِتَابٌ مِیں أُولَئِكَ وہ لوگ ہیں  
 يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ اللَّهُ تَعَالَى ان پر لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّهُ  
 لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے إِلَّا الَّذِينَ مَكْرُوهُ لَوْگ تَابُوا  
 جنہوں نے توبہ کی وَأَصْلَحُوا اور اصلاح کر لی وَبَيَّنَّا اور اُنہوں  
 نے حق کو بیان کیا فَأُولَئِكَ پس وہ لوگ ہیں أَتُوبُ عَلَيْهِمْ میں ان  
 پر رجوع کروں گا وَأَنَا التَّوَّابُ اور میں توبہ قبول کرنے والا ہوں  
 الرَّحِيمُ مہربان ہوں إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوا جو  
 کافر ہوئے وَمَاتُوا اور مرے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ  
 کافر ہیں أُولَئِكَ وہ لوگ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت  
 ہے وَالْمَلَائِكَةُ اور فرشتوں کی وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ اور تمام انسانوں  
 کی خَالِدِينَ فِيهَا رہا کریں گے ہمیشہ اس لعنت میں لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ  
 الْعَذَابُ نہیں تخفیف کی جائے گی ان سے عذاب کی وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ  
 اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاللَّهُمَّ اور معبود تمہارا إِلَهٌ وَاحِدٌ  
 ایک ہی معبود ہے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی الرَّحْمَنُ  
 بے حد رحم کرنے والا الرَّحِيمُ نہایت مہربان ہے۔



## اسلامی شعائر :

اس سے پہلے یٰبْنَیْ اِسْرَآءِیْلَ والے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اس کا بھی ذکر تھا وَآرِنَا مَآسِکَنَا اے پروردگار! ہمیں حج اور عمرے کے افعال کی تعلیم فرما۔ اسی بارے میں ذکر آتا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ شَعَائِرُ شعیرۃ کی جمع ہے اور شعیرۃ کے معنی ہیں علامت اور نشانی۔ بہت ساری چیزیں ہیں جو شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ میں پہلے نمبر پر قرآن کریم ہے، دوسرے نمبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، تیسرے نمبر پر کعبۃ اللہ ہے اور چوتھے نمبر پر نماز ہے۔ یہ اسلام کی بڑی نشانیاں ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور صفا بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور المروۃ بھی ہے۔ آگے سترھویں پارے میں سورۃ حج کے اندر قربانی کے جانوروں کو بھی شعائر اللہ کہا گیا ہے کہ حاجی لوگ جن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ احرام کے بعد ان جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال دیتے تھے اور یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ اگر حاجی قضائے حاجت کے لیے یا سودا سلف کے لیے آگے پیچھے ہو جاتا تو لوگ اس کے جانور کی توہین نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ سمجھتے تھے کہ جانور حاجی کا ہے اور شعائر اللہ میں سے ہے۔ صفا اور مروہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور اب حکومت نے ان کو تراش کر برابر کر دیا ہے۔ صفا کا تو کچھ حصہ ہے مگر مروہ بس نشانی رہ گئی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگ بھی تھے جو عمرہ تو کرتے تھے مگر صفا مروہ کی سعی کرنے کو گناہ سمجھتے یہاں سعی نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی

اِنَّ الصَّفَا بَے شک صفا کی پہاڑی وَالْمَرْوَةُ اور مروہ کی پہاڑی مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

یہ دونوں اللہ تعالیٰ نے علامتیں مقرر فرمائی ہیں۔ یعنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ علامتوں میں سے ہیں۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوْ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ جنح کا لفظی معنی ہے گناہ۔ یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب ہے۔ حج کے لفظی معنی ہیں قصد اور ارادہ۔ اور شرعی اصطلاح میں خاص حالت اور خاص مہینوں اور خاص دنوں میں قصد کرنا اور خاص جگہ کا قصد کرنا۔ خاص حالت کا مطلب ہے احرام کی حالت میں اور خاص دنوں اور خاص مہینوں سے مراد یکم شوال سے حج کے مہینے شروع ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص یک شوال کو حج کا احرام باندھے گا تو صحیح ہے اور اگر رمضان شریف میں حج کا احرام باندھے گا تو یہ مکروہ ہے۔ تو حج کے مہینوں کا مطلب یہ ہے کہ یکم شوال سے حج کا احرام باندھا جاسکتا ہے۔ شوال ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔

اور حج اس آدمی پر لازم ہے جس کو رب تعالیٰ نے مالی طور پر اتنی توفیق دی ہو کہ اس پر قرض بھی نہیں ہے اور آمدورفت کے خرچہ کے ساتھ اہل خانہ کے لیے خرچہ بھی ہو اور آنے جانے کا راستہ بھی پُر امن ہو اور یہ شخص شرعی طور پر معذور بھی نہ ہو۔ یعنی مفلولج، نانینا، لنگڑا یا بہت ضعیف العمر بھی نہ ہو تو اس کو خود حج کرنا پڑے گا۔ اور اگر معذور ہے تو اس کو نائب بنانا پڑے گا یعنی ان کا حج بدل ہوگا۔

### حج بدل کے احکام :

بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ حجة الوداع کے موقع پر ایک نوجوان عورت آنحضرت ﷺ کے سامنے آکھڑی ہوئی اور کہنے لگی حضرت! بھیڑ زیادہ ہے اور میں

مسئلہ دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ باپ بوڑھا ہے یہاں تک کہ لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ سواری پر بٹھاؤ تو سنبھل نہیں سکتا گر پڑتا ہے۔ یعنی پیدل چلنا تو درکنار سواری پر بٹھاؤ تو خود سنبھل نہیں سکتا۔ اتنا بوڑھا ہے۔ لیکن مالی توفیق ہے حضرت! یہ فرمائیں کہ أَفَأُحْجُّ عَنْهُ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کر سکتی ہو۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔ لیکن حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے کہ جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ طواف کر رہے تھے تو ایک آدمی طواف کرتے ہوئے یہ تلبیہ پڑھتا تھا لَبَّيْكَ عَنْ شَبْرَمَةَ ”اے پروردگار! میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ تو اس نے اپنا بھائی یا دوست بتایا کہ میں اس کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حَجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حَجَّ عَنْ شَبْرَمَةَ ”پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔“ حج بدل میں بڑی پابندیاں ہیں کہ جب آدمی احرام باندھ لے تو اس کے بعد احرام کھول نہیں سکتا جب تک عید کا دن نہ آجائے۔ سردی کے زمانے میں خاصا مشکل ہوتا ہے کیوں کہ سر پر کپڑا تو ڈال نہیں سکتا اور مچھر بھی کاٹتے ہیں۔ ایک دو مہینے اگر آدمی حجامت نہ کرائے تو حلیہ بدل جاتا ہے۔ تو حج بدل خاصا مشکل ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا حج بدل تھا اور مجھے مسلسل چالیس دن تک احرام میں رہنا پڑا۔ اور سردی بھی تھی سر کو ٹھنڈک لگتی تھی۔ (حضرت شیخ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ وہاں مجھے کسی واقف نے نہ پہچانا سوائے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے) تو

بہر حال اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور حج مکمل ہو گیا۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی بھی حج کر سکتا ہے۔ اور مرد کی طرف سے مرد بھی جاسکتا ہے اور عورت بھی جاسکتی ہے۔ اور عورت کی طرف سے مرد بھی جاسکتا ہے اور عورت بھی جاسکتی ہے۔ (یہاں پر سامعین میں سے ایک نے سوال کیا کہ وہ تمتع کر سکتا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں! حج بدل میں تمتع نہیں کر سکتا۔ یعنی عمرے کا احرام نہیں باندھ سکتا۔) حج فرض ہے اور عمرے کے بارے میں اختلاف کرتے ہی کہ آیا یہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ ہے۔

### عمرہ کی فضیلت :

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ **أَعْمَرَةٌ وَاجِبَةٌ** کیا عمرہ واجب ہے **قَالَ لَا بَلْ هِيَ سُنَّةٌ** فرمایا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ حج فرض ہے۔ اور اگر رب تعالیٰ توفیق دے تو نفلی حج دی جتنے چاہے کرے اور عمرے جتنے چاہے کرے اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ بہتر عمرہ رمضان شریف میں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً** ”رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا حج کے برابر ثواب ہوتا ہے۔“ اور ایک روایت میں آتا ہے **عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِي** یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے۔ فرمایا کہ جو رمضان میں عمرہ کرے گا اس کو ان حاجیوں کا ثواب ملے گا جنہوں نے میرے ساتھ حج کیا ہے۔

یہ فضیلت کی بات ہے ورنہ عمرہ سارا سال کر سکتا ہے سوائے پانچ دنوں کے کہ ان

دنوں میں عمرہ مکروہ ہے۔ نویں، دسویں، گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کو عمرہ مکروہ ہے۔ اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ نام ہے کعبۃ اللہ کے طواف کا اور اس کے بعد صفا مروہ کرنے کا۔ یعنی احرام باندھنا اور کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا۔ اب اگر کوئی ان دنوں میں عمرہ کے لیے گیا تو یہ دن ہیں حج کے تو وہ بڑا نادان ہے کہ بڑی عبادت چھوڑ کر چھوٹی کو اختیار کرے۔ کیوں کہ حج کا مقام تو بڑا ہے چاہے نفلی ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں! اگر ان دنوں میں عمرہ کرے گا تو ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوْ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا۔ اور عمرے کا معنی ہوتا ہے زیارت کرنا۔ تو کعبۃ اللہ کی زیارت شریعت کے بتائے ہوئے افعال کے ساتھ ہو فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اَنْ يَّطُوفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے صفا اور مروہ کے درمیان۔ یہ ان لوگوں کی اصلاح ہوئی جو عمرے میں صفا مروہ نہیں کرتے تھے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے عَلَيْهِ جانتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کتمان علم کا گناہ بیان فرماتے ہیں۔ پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر تھا الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ ”وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْرِفُونَهُ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں اس کو كَمَا جس طرح يَعْرِفُونَ اَبْنَاءَهُمْ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ لیکن وَإِنْ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ ایک گروہ ان میں سے حق کو چھپاتا ہے۔“ تو یہ جو حق کو چھپانے والے ہیں ان کی رب تعالیٰ تردید فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ بَشْكٍ وَه لُوكُ جُو يَكْمُونُ جُو چھپاتے ہیں مَا أَنزَلْنَا  
 اس كو جو ہم نے نازل كیا ہے مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَاضِحٌ دلیلیں اور وَاضِحٌ حَكْمٌ نازل كیے ہیں  
 وَالْهُدَىٰ اور ہدایت ہم نے نازل كی۔ تُو جو لوگ ان كو چھپاتے ہیں مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ  
 بعد اس كے كہ ہم نے ان كو بیان كیا لِلنَّاسِ لوگوں كے لیے فِي الْكِتَابِ كِتَابٌ  
 میں اُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَه لُوكُ ہیں جن پر رب بھی لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ  
 اللَّعْنُونَ اور لعنت بھیجنے والے سارے لعنت بھیجتے ہیں۔

### حق بات چھپانے كی مذمت :

حق كی بات كو چھپانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ خصوصاً وہ مسئلہ جو قرآن پاک  
 میں ہو۔ كسی مصلحت كے پیش نظر یا كسی ڈر كے پیش نظر۔ اس كو نہ بیان كرنے والا ان  
 لوگوں میں شامل ہے۔ اور یاد ركھنا! یہ صرف مولویوں پر ہی گناہ نہیں بلكہ ہر آدمی اس میں  
 شامل ہے۔ جو قرآن كا مسئلہ سمجھتا ہے صحیح معنی میں اور جہاں بیان كرنا ہے وہاں بیان نہیں  
 كرتا تو وہ بھی اس كی زد میں ہے۔ چاہے اس كو سارا قرآن نہیں آتا بلكہ ایک چیز اس كو آتی  
 ہے اور صحیح طور پر آتی ہے۔ اور یہ جو موٹے موٹے مسئلے ہیں ان كو تو سارے مسلمان  
 جانتے ہیں۔ تو گناہ گار صرف مولوی نہیں بلكہ عوام بھی اس كی زد میں ہیں۔ ہاں! اگر  
 مسئلے كی حقیقت خود نہیں سمجھتا یا یہ خیال كرتا ہے كہ میں اس كو اچھی طرح بیان نہیں كر  
 سكوں گا تو اس كے لیے جائز ہے كہ وہ نہ بتائے۔

توفرمایا بے شك وہ لوگ جو چھپاتے ہیں وہ چیز جو ہم نے نازل كی وَاضِحٌ دلیلوں  
 میں سے اور وَاضِحٌ احكام اور ہدایت میں سے بعد اس كے كہ ہم نے اس كو لوگوں كے لیے  
 بیان كیا فِي الْكِتَابِ كِتَابٌ میں اُولَٰئِكَ وَه لُوكُ ہیں يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ اللہ تعالیٰ

ان پر لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللَّهُنَّ اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ اور وہ کون ہیں؟ ان کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ہاں! إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مگر وہ لوگ جنہوں نے پہلے حق چھپایا تھا پھر حق چھپانے سے توبہ کر گئے وَأَصْلَحُوا اور اپنی اصلاح کر لی وَبَيَّنُّوا اور آگے حق بیان کرنا انہوں نے شروع کیا تو وہ گناہ جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں ان میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کسی نے مسئلہ بتایا ہی نہیں مگر اس نے بعد میں سچے دل سے توبہ کر لی۔ اپنی بھی اصلاح کی وَبَيَّنُّوا اور اس مسئلے کو بیان بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا تو یہ لوگ بچ جائیں گے فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور میں توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ اور مرے اس حال میں کہ کافر ہیں أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وہ لوگ ہیں جن پر رب کی لعنت ہے وَالْمَلَائِكَةُ اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے۔ جس کا کفر پر خاتمہ ہوا وہ انتہائی ملعون ہے۔

جس وقت کافر بدکار مر جاتا ہے زمین سکون لیتی ہے کہ الحمد للہ! ایک بلا ہم سے ٹل گئی ہے۔

ایک جنازہ جا رہا تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا مُسْتَرِيحٌ أَوْ مُسْتَرَاخٌ مِّنْهُ ”یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو آرام مل گیا ہے۔“ سوال کیا گیا حضرت مستريح کون ہے؟ فرمایا مومن، کہ دنیا کی تکلیفوں سے اس کو راحت مل گئی اور اگر دوسری مد کا ہے تو يَسْتَرِيحُ الْعِبَادُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ ”تو انسانوں، درختوں،

جانوروں اور راستوں، سب کو اس سے پناہ اور راحت مل گئی۔“ کیوں کہ بُرا آدمی جب چلتا ہے تو یہ سب چیزیں اس پر لعنت بھیجتی ہیں۔

خُلِدِينَ فِيهَا اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور لعنت کا محل دوزخ ہے لَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ نہیں کم کیا جائے گا ان سے عذاب وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ اور جب فیصلہ ہوگا کہ ان کو دوزخ میں ڈالو تو ایک لمحے کی بھی ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ مثلاً: فیصلہ ہو بارہ بجے ان کو دوزخ میں ڈالو تو دس منٹ اوپر گزر جائیں۔ ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں ملے گی فوراً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاللَّهُمَّ إِلَهَ وَاحِدٌ تمہارا معبود، مسجود، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر، صرف رب تعالیٰ ہے۔ کوئی حاکم نہیں بہ جز پروردگار کے۔ تمہارا صرف ایک ہی الہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اس کے بغیر اور کوئی الہ نہیں ہے الرَّحْمَنُ نہایت رحم کرنے والا ہے الرَّحِيمُ مہربان ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بغیر مانگنے کے دے۔ اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے۔ اب دیکھو! ہم جب چھوٹے بچے تھے تو ہمیں کیا معلوم کہ آنکھ کیا ہوتی ہے، پیر کیا ہے، کان کیا ہیں اور زبان کیا ہے؟ یہ ساری نعمتیں رب نے بغیر مانگے دی ہیں۔ اور رحیم وہ ہے جو مانگے سے دے اور اُسی سے مانگنا چاہیے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم بڑے مؤحد تھے۔ لکھتے ہیں:

ع اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو، اے اکبر

یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد



تو یہی دروازہ ہے اور کسی سے مانگنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں ہے۔



إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ  
 بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ  
 فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ  
 وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُتَغَرِّبِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
 لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا  
 لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ  
 لِلَّهِ جَمِيعًا ۖ وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ  
 اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ  
 الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ  
 مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ  
 عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۚ

إِنَّ بے شک فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ آسمانوں کے پیدا کرنے میں  
 وَالْأَرْضِ اور زمین کے پیدا کرنے میں وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ اور رات  
 کے مختلف ہونے میں وَالنَّهَارِ اور دن کے مختلف ہونے میں وَالْفُلْكِ  
 اور کشتیاں الَّتِي وہ تَجْرِي جو چلتی ہیں فِي الْبَحْرِ سمندر میں  
 بِمَا وہ چیزیں لے کر يَنْفَعُ النَّاسَ جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں وَمَا

اور وہ چیز اَنْزَلَ اللّٰهُ جو نازل کی اللہ تعالیٰ نے مِنْ السَّمَاءِ آسمان سے مِنْ مَّاءٍ بارش فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرجانے کے بعد وَبَثَّ فِيهَا اور بکھیرے اللہ تعالیٰ نے زمین میں مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ہر قسم کے جانور وَ تَصْرِيفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ اور وہ بادل الْمُسَخَّرِ جو ٹٹکا ہوا ہے بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ آسمان اور زمین کے درمیان لآيَاتٍ ان ساری چیزوں میں البتہ نشانیاں ہیں لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں يَتَّخِذُ جو بناتے ہیں مِنْ دُونِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اَنْدَادًا شریک يُحِبُّونَهُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں كَحُبِّ اللّٰهِ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اور وہ لوگ جو مومن ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوا جنہوں نے ظلم کیا اِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّةَ بے شک قوت لِلّٰهِ جَمِيعًا ساری اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے وَ اَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ شَدِيدُ الْعَذَابِ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ جس وقت بے زاری کا اعلان کریں گے وہ لوگ اِتَّبِعُوا جن کی پیروی کی

گئی مِّنَ الَّذِينَ ان لوگوں سے اتَّبَعُوا جنھوں نے پیروی کی  
وَرَأَوْا الْعَذَابَ اور دیکھ لیں گے وہ عذاب کو وَتَقَطَّعَتْ اور منقطع ہو  
جائیں گے بِهِمُ الْأَسْبَابُ اُن کے آپس کے تعلقات وَقَالَ الَّذِينَ  
اور کہیں گے وہ لوگ اتَّبَعُوا جنھوں نے پیروی کی لَوْ كَاشَ اَنَّ  
لَنَا بَشْكٌ ہو ہمارے واسطے كَرَّةٌ لوٹا دنیا کی طرف فَتَبَرَّأَ  
مِنْهُمْ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا جیسے یہ ہم  
سے بے زار ہوئے ہیں كَذٰلِكَ اِذَا طَرَحَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اللّٰهُ تَعَالٰی  
ان کو دکھائے گا اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال حَسَرْتِ عَلَيْهِمْ ان پر  
حسرتیں اور افسوس کی چیزیں ہوں گی وَمَا هُمْ اور نہیں ہوں گے وہ  
بِخُرْجَيْنَ مِنَ النَّارِ نکل سکنے والے دوزخ سے۔

## سات آسمان اور سات زمینیں :

اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا وَاللّٰهُمَّ اِلٰهًا وَّاحِدًا معبود تمہارا ایک ہی ہے  
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وہی رحمن اور رحیم  
ہے۔ آگے بعض دلیلیں بیان فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کو سمجھنا  
کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر کوئی عقل سے کام لے تو بات بنے گی۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور  
زمین کے پیدا کرنے میں۔ تو سَمُوٰتٍ فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم میں سَبْعَ سَمٰوٰتٍ  
کا لفظ متعدد مقامات پر آتا ہے کہ سات آسمان ہیں۔ باقی تو ہمیں نظر نہیں آتے البتہ پہلا

آسمان تو سب کو نظر آتا ہے۔ کتنا وسیع آسمان ہے لیکن اس آسمان کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے، کوئی کھمبا اور دیوار نہیں ہے۔ یعنی کوئی سہارا نہیں ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں ان کے نیچے دیکھو کتنے ستون اور دیواریں ہیں۔ اور اگر خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو آسمان کی بلندی اور اس کی وسعت اور اس کا بغیر ستونوں کے کھڑے ہونے سے بھی رب کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو۔ قرآن کریم میں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر تو متعدد مقامات پر آتا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف سورہ طلاق کے اندر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے سات آسمان پیدا فرمائے **وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ** اور اتنی ہی ہم نے زمینیں پیدا کی ہیں۔ یعنی زمینیں بھی سات پیدا فرمائی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمینیں بھی پیدا فرمائیں۔ اور ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان زمینوں میں بھی مخلوق ہے جس طرح اس زمین میں مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ زمین کی وسعت کو دیکھو، فراخی دیکھو، مختلف ممالک ہیں۔ حالانکہ یہ خشکی کے جو علاقے ہیں یہ صرف انتیس حصے ہیں اکہتر حصے پانی کے نیچے ہیں۔ اور ان انتیس حصوں میں ساری حکومتیں ہیں اور بعض حکومتیں اتنی وسیع ہیں کہ کئی گھنٹوں تک جہاز ان میں چلتے ہیں پھر کہیں جا کر کنارے پر پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہتے ہو تو زمین کی فراخی کو دیکھ لو۔

**وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ** اور رات کے مختلف ہونے میں اور دن کے مختلف

ہونے میں۔ رات تاریک ہے اور دن روشن ہے۔ کبھی رات بڑھ جاتی ہے اور کبھی دن بڑھ جاتا ہے، کبھی رات گھٹ جاتی ہے اور کبھی دن گھٹ جاتا ہے۔ یہ دن رات کے

مشاہدے ہیں ان میں تم رب کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو وَالْفُلْکِ الَّتِیْ اور کشتیاں  
تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ جو سمندر میں چلتی ہیں بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وہ چیزیں لے کر  
جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں۔ اس زمانے میں کشتیاں ہی ہوتی تھیں اور اب تو جہاز بھی ہیں۔  
ایک علاقے کی چیزیں دوسرے تک، دوسرے کی تیسرے تک۔ یہ نفع والی چیزیں وہاں  
تک پہنچاتی ہیں حالانکہ ان میں بڑا وزن بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی پانی میں ڈوبتی نہیں۔ کیا  
یہ رب تعالیٰ کی قدرت تم نہیں دیکھتے کہ یہ کشتیاں کس کے حکم سے چلتی ہیں؟ پانی میں ان کو  
کس ذات نے سہارا دیا ہوا ہے؟

وَمَا أُنْزِلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے نازل کی  
مِنْ مَّاءٍ بارش فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ اس بارش کے ذریعے رب نے زمین کو زندہ کیا،  
سرسبز کیا بَعْدَ مَوْتِهَا مرچکنے کے بعد۔ زمین بالکل مُردہ تھی بارش نازل ہوتی ہے اس  
کے بعد زمین میں درخت پیدا ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، گھاس پیدا ہوتی ہے،  
انسانوں کے لیے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، پھل فروٹ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بارش کون نازل  
کرتا ہے، زمین سے کون اُگاتا ہے وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ اور اللہ تعالیٰ نے زمین  
میں بکھیر دیئے ہیں ہر طرح کے جانور۔ پھر جانوروں کی شکلیں دیکھو! کسی کی چار ٹانگیں  
ہیں، کسی کی دو، کسی کی زیادہ ہیں۔ کوئی زمین پر رینگتا ہے، کوئی چلتا ہے، کوئی اڑتا ہے۔ یہ  
خدا کی قدرت تم نہیں دیکھتے۔

## وحدانیت باری تعالیٰ کی دلیل :

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا رب تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل کیا ہے؟ تو  
سامنے کوئی شہوت کا درخت تھا۔ فرمانے لگے بھائی! دور جانے کی ضرورت نہیں یہ تو ت کا

درخت ہے اس کے پتوں کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں تو ان کے پیٹ میں ریشم پیدا ہوتا ہے، اس کو ہرنیاں کھاتی ہیں تو کستوری پیدا ہوتی ہے، اس کو شہد کی مکھیاں کھاتی ہیں تو شہد پیدا ہوتا ہے، اس کو اونٹ اور بکریاں کھائیں تو مینگنیاں اور گوہر پیدا ہوتا ہے۔ چیز ایک ہی ہے شہوت کے پتے، مگر آگے ان میں انقلابات پیدا کرنے والا رب تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ تو سمجھنے کے لیے ایک ہی چیز کافی ہے اور نہ سمجھنے والے کے لیے سارے دلائل بے کار ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بکھیرے ہیں ہر طرح کے جانور وَتَضْرِيفُ الرِّيحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔ کبھی مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہیں اور کبھی مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم ہوتی ہیں اور کبھی سرد۔ یہ کون چلاتا ہے؟

آج سے کچھ سال پہلے نارنگ منڈی کے علاقہ میں ایک ہوا چلی تھی۔ مجھے وہاں ایک مدرسے کے افتتاح کے لیے جانے کا اتفاق ہوا تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہ علاقہ بڑا مضبوط علاقہ تھا لینٹر پڑے ہوئے تھے۔ اس ہوانے سارے لینٹر اٹھا کر پھینک دیئے مخصوص رقبہ میں۔ اور آج سے چند سال پہلے کوئٹہ کے علاقہ میں زلزلہ آیا، کئی بستیاں تباہ ہو گئیں۔ ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ مگر ہمارے اندر رب کا خوف نہیں رہا۔ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ دل ہمارے ایسے سخت ہو چکے ہیں كَالْحِجَارَةِ پتھر کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

پہلے زمانے میں امام عبدالرحمن بن عمر و اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تھا تو کئی کئی دن تک ہمارے حلق سے روٹی نیچے نہیں اترتی

تھی، پانی نہیں اُترتا تھا، ہم غمگین ہوتے تھے کہ معلوم نہیں مرنے والے کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اور آج کل تو کوئی ماں باپ کو بھی دفن کرے تو اس پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ ہم نے موت کو سمجھا ہے، نہ قبر کو سمجھا ہے اور نہ آخرت کو سمجھا ہے۔

توفرمایا وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ یہ جو ہوائیں چلائی ہیں ان کو کون چلاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور وہ بادل جو لٹکے ہوئے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان۔

ایک دفعہ میں جہاز پر سوار ہوا اور وہ اس طرح ہوا کہ حج سے واپسی پر مجھے پاکستان کا ٹکٹ نہ مل سکا مجبوراً شام کا ٹکٹ لینا پڑا اور ہم جدہ سے دمشق چلے گئے۔ راستہ میں بادل بہت گہرے تھے۔ تو میں پوچھتا رہا کہ یہ پہاڑ کون سے ہیں؟ کہنے لگے یہ پہاڑ نہیں یہ تو بادل ہیں۔ اور جہاز جب بادل سے اوپر جاتا تھا تو بادل پہاڑ لگتے تھے۔

تو کس کے حکم سے ان میں بارش پیدا ہوتی ہے، کس کے حکم سے اُدلے بنتے ہیں؟ اگر رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو ایک ایک چیز میں رب تعالیٰ کی قدرت موجود ہے۔

ان تمام چیزوں میں یعنی اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر لَاٰیٰتٍ تٰکِیٰہٍ جو چیزیں بیان کی گئی ہیں ان میں البتہ نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی مگر لِقٰوْمٍ

یَعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بڑی صاف اور واضح ہیں پھر بھی وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے

بعض۔ یہ مِنْ تَبَعِیْضِیَّہ ہے۔ وہ بھی ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰنْدَادًا جنہوں نے رب سے ورے ورے شریک بنائے ہوئے ہیں۔ رب کی ذات کو چھوڑ کر نیچے

انہوں نے سہارے بنائے ہوئے ہیں یُحِبُّوْنَہُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں



كَحُبِّ اللَّهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیے۔

مشرک جتنے بھی ہیں کسی کی چاند کے ساتھ محبت ہے، کسی کی سورج کے ساتھ محبت ہے، کسی کی بزرگ کے ساتھ ہے، کسی کی بت کے ساتھ ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نیچے ان کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا اور وہ لوگ جو ایمان لائے أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ان کی سخت محبت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا معیار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ آكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام مخلوق سے بڑھ کر نہ ہو۔“ وہ اس طرح کہ ایک طرف ماں باپ کا حکم ہے، دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو چھوڑ کر ماں باپ کے طریقے پکڑے گا تو پھر ماں باپ کے ساتھ محبت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو نہ ہوئی۔

### بزرگانِ دین سے محبت :

تو مومن کی محبت سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ پیغمبروں کے ساتھ، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ، پھر تابعین، پھر تبع تابعین اور ائمہ دین، فقہائے کرام اور محدثین کے ساتھ ہے رحمہم۔ اور ان سے محبت اس واسطے ہے کہ یہ سارے رب تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں۔ اگر یہ دنیا میں نہ آتے یقیناً جانو! عالم اسباب میں ہم تک قرآن پہنچتا، نہ

حدیث پہنچتی اور نہ ہی کلمہ پہنچتا۔ ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ ساری زندگیاں وقف کیں اور ہمارے واسطے یہ اسلام کا ذخیرہ چھوڑا۔

تو فرمایا لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا کہ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے انھوں نے رب کے شریک بنائے ہوئے ہیں يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے وَالَّذِينَ آمَنُوا اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ان کی زیادہ سخت محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

فرمایا آج تو اپنے کفر و شرک پر بڑے مغرور اور بڑے نازاں ہیں وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوا جنھوں نے ظلم کیا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا کہ بے شک ساری قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس وقت پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو ان کے معبود ہیں وہ کیا کرتے ہیں اور انھوں نے کیا کیا ہے۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ اس دن پتا چلے گا کہ ان ظالموں نے کیا کیا ہے وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ جس وقت بے زار ہوں گے وہ لوگ اتَّبِعُوا جن کی پیروی کی گئی مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا اُن سے جنھوں نے پیروی کی۔

قرآن پاک کے تیرھویں اور چوبیسویں پارے میں آتا ہے کہ یہ شرک کرنے والے سارے ان کے پاس جائیں گے جن کو انھوں نے رب کا شریک بنایا تھا، جو وڈیرے تھے۔ اور ان کو جا کر کہیں گے کہ آج ہم پھنسے ہوئے ہیں ہمیں یہاں سے نکالنے

کی کوشش کرو۔ وہ کہیں گے اِنَّا كُلُّ فِيْهَا ”ہم بھی دوزخ میں ہیں ہم تمہیں کس طرح نکالیں“ پھر سارے مل جل کر ابلیس کے پاس جائیں گے کہ سارے سبز باغ دکھاتا رہا ہے آج ہماری کوئی مدد کر۔ تو ابلیس کا جواب بڑا سخت ہوگا۔ وہ کہے گا لَا تَلُوْا مَوْنِيْ وَلَوْ مَوْا اَنْفُسَكُمْ ”مجھے کیوں ملامت کرتے ہو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا کوئی تمہارے اوپر زور نہ تھا اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ میں نے تو صرف تمہیں دعوت دی تھی تم نے میری دعوت کیوں مانی؟“ آج سارے میرے پاس آئے ہو اس طرح کہ گویا سب کو میں نے گمراہ کیا ہے۔ بلکہ آگے کہتا ہے اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُ مَعِيَ ”میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہی ہو اس واسطے کہ تم نے میری پوجا کی تو میں نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اور اگر تم میری پوجا نہ کرتے تو میری ہمت پہلے ٹوٹ جاتی۔“ کیسا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ آج ہمیں کوئی کھوٹا روپیہ دے تو ہم وہ لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی عقیدہ گندہ پلے باندھ لے تو کیا اس میں معذور ہو جائے گا اور گندے عمل کرے تو کیا اس میں معذور ہوگا؟ ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ نے عقل بڑی چیز عطا فرمائی ہے۔ تو فرمایا جنھوں نے پیروی کی ان سے وہ بے زار ہوں جن کی پیروی کی گئی وَرَاۤى الْعَذَابَ اور وہ سارے عذاب کو دیکھ لیں گے وَتَقَطَّعَتْ بِهٖمُ الْاَسْبَابُ اُن کے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ نہ پیری مریدی رہے گی اور نہ وہاں پیشوا رہیں گے وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے پیروی کی لَوْ كَاشَ۔ حرف لَوْ تمنیٰ ہے۔ اَنْ لَّنَا كَرَّةٌ کاش کہ ہمارے واسطے لوٹنا ہو دنیا کی طرف تو فَتَّبَرَّا مِنْهُمْ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں كَمَا تَبَرَّيْۤوْا مِنْهَا

جیسا کہ یہ آج ہم سے بے زار ہوئے ہیں۔ یعنی ہمیں دنیا میں جانا نصیب ہو جائے تو ہم وہاں جا کر ان کو کہیں کہ ہم تمہیں نہیں مانتے۔ لیکن وہاں الزام ایک دوسرے پر ڈالنے سے عذاب تو نہیں ملے گا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اٰیٰ طَرَحَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِن كُوْبِتَاۤءُ كَا اَعْمَالَهُمْ اِن كَے اَعْمَالِ حَسَرَتٍ عَلَیْهِمْ اِن كَے واسطے حسرت ہوں گے۔ اُنھوں نے دنیا میں اپنے باطل معبودوں کو راضی کرنے کے لیے جو عمل کیے وہ سارے کے سارے ان کی ہلاکت اور خسارے کا ذریعہ بنیں گے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ اور نہ یہ عبادت کرنے والے اور نہ وہ جن کی عبادت کی گئی ہے یا اُنھوں نے اپنی عبادت کروائی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ سے نہیں نکل سکے گا۔

ہاں! اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنھوں نے نہ شرک کیا اور نہ شرک کی ترغیب دلائی وہ ممتاز ہیں۔ مثلاً: عیسیٰ کی بھی پوجا تو ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی ہوئی ہے، عزیر کی ہوئی ہے۔ اور وہ بزرگ جن کے ذریعے کلمہ اور دین پھیلایا آج لوگ ان کی قبروں کا بھی طواف کرتے ہیں اور ان کی پوجا ہوتی ہے۔ تو ان بے چاروں کا کیا قصور ہے؟ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ قبروں سے نکل کر ان کے منہ توڑ دیتے کہ بے ایمانو! تم کیا کرتے ہو۔ ہم نے تو کفر و شرک کو مٹایا تھا اور رسومات مٹائی تھیں اور تم ہماری قبروں کے ساتھ یہ حرکتیں کرتے ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگلے جہان پہنچایا ہے ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو جو مجرم ہیں وہ کبھی آگ سے نہیں نکلیں گے۔



## يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا

مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ  
 إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۚ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَ  
 أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا  
 مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ  
 كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَحْتَدُونَ ۚ وَمَثَلُ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ  
 صُمُّ بَكُمْ عَنْهُمْ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا  
 مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۚ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اکھاؤ انسانو کھاؤ کھاؤ مِمَّا ان چیزوں سے  
 فِي الْأَرْضِ جو زمین میں ہیں حَلَالًا حلال ہیں طَيِّبًا پاکیزہ ہیں  
 وَلَا تَتَّبِعُوا اور نہ تم پیروی کرو خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ شیطان کے قدموں کی  
 إِنَّهُ بے شک وہ شیطان لَكُمْ تمہارے واسطے عَدُوٌّ دشمن  
 ہے مُبِينٌ کھلا إِنَّمَا پختہ بات ہے يَأْمُرُكُمْ شیطان تمہیں  
 حکم دیتا ہے بِالسُّوءِ بُرائی کا وَالْفَحْشَاءِ اور بے حیائی کا وَأَنْ  
 اور اس بات کا تَقُولُوا تم کہو عَلَى اللَّهِ اللہ تعالیٰ پر مَا لَا  
 تَعْلَمُونَ جو کچھ تم نہیں جانتے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا اور جس وقت ان کو  
 کہا جاتا ہے پیروی کرو اس چیز کی مَا أَنْزَلَ اللَّهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل

فرمائی ہے قَالُوا کہتے ہیں بَلْ بَلْ کہہ کر نَتَّبِعْ ہم پیروی کریں گے  
مَا اس چیز کی اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ جس چیز پر ہم نے پایا اَبَاءَنَا اپنے  
باپ دادوں کو اَوَلَوْ كَانَ اَبَاؤُهُمْ اور کیا اگرچہ تھے ان کے باپ دادے  
لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا نہیں جانتے تھے کسی چیز کو وَلَا يَهْتَدُونَ اور نہیں  
تھے وہ ہدایت یافتہ وَمَثَلُ الَّذِينَ اور مثال ان لوگوں کی كَفَرُوا جو  
کافر ہیں كَمَثَلِ الَّذِي جیسے مثال ہے اس شخص کی يَتَّبِعُ جو چلا کر بلاتا  
ہے بِمَا ان جانوروں کو لَا يَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَاءَ مگر  
بلاوا وَنِدَاءَ اور پکار صُمُّ وہ بہرے ہیں بِكُمْ گونگے ہیں  
عُمًى اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ پس وہ نہیں سمجھتے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو كُلُوا کھاؤ مِنْ طَيِّبَاتِ مَا  
رَزَقْنَاكُمْ پاکیزہ ان چیزوں سے جو ہم نے تمہیں دیں وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ  
اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ اگر ہو تم خاص اللہ تعالیٰ  
کی عبادت کرتے۔

### حلال و حرام کے خود ساختہ احکام :

عرب کے مشرکوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا  
تھا۔ ساتویں پارے میں اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو۔ مثلاً: بعض  
جانوروں کو مخصوص کرتے تھے کہ ان کا دودھ صرف وہ لوگ پیئیں گے جو لات کے پجاری  
ہیں اور کسی کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتے تھے۔ جب مادہ جانور کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا

تھا تو اگر وہ مُردہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ اس کو عورتیں بھی کھا سکتی ہیں اور اگر زندہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ یہ عورتوں کے لیے حرام ہے اور ہمارے لیے حلال ہے۔ اور کئی چیزیں اُنھوں نے اپنی مرضی سے حلال اور حرام کی ہوئی تھیں۔ حالانکہ حلال کرنا اور حرام کرنا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے مخلوق میں سے کسی کو کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے بھی جب اپنی گھریلو مصلحت کے واسطے صرف اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تھا۔ امت کے واسطے نہیں اور بیویوں کے لیے بھی حرام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اپنی ذات کے لیے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مکمل سورت نازل فرمائی، سورۃ التحريم۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ”اے نبی ﷺ! کیوں آپ نے حرام کی وہ چیز جو رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہے۔“ تو اُنھوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزیں حلال کی تھیں اور بعض چیزیں حرام کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اور انسانوں کی تخصیص اس واسطے ہے کہ زمین کی خلافت انسانوں کے لیے ہے اور جنات ان کے تابع ہیں۔ اے انسانو! كُلُوا کھاؤ طٰفِی الْاَرْضِ وہ چیز جو زمین میں ہے۔ لیکن دو شرطیں ہیں حَلَالاً کہ وہ حلال ہو۔ اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے کھانے کی رب تعالیٰ نے اجازت دی طٰیِبًا اور طیب ہو۔ طیب اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ کسی اور کا حق متعلق نہ ہو۔ مثال کے طور پر گندم حلال ہے اور اگر کسی سے رشوت میں لی ہو یا غصب کی ہو یا چوری کی ہو تو وہ طیب نہیں ہے، کھا نہیں سکتا۔ بکری حلال ہے مگر کسی کی چوری کی بکری ذبح کر کے کھائے تو وہ طیب نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے،

انڈے حلال ہیں مگر کسی سے چھین کر نہ لی ہو۔ تو کھانے کے لی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ رب تعالیٰ نے اس کے کھانے کی اجزت دی ہو اور دوسرا یہ کہ غیر کا حق اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ یا یوں کہہ لیں کہ حلال میں حق اللہ کو ملحوظ رکھے اور طیب میں حق العبد کو ملحوظ رکھے۔ اگر کسی غیر کا حق ہے تو وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح خنزیر حرام ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّ لَكُمْ عَذُوْمًا مُّبِينًا بے شک وہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور وہ اپنی دشمنی کسی منزل اور کسی مرحلہ پر بھی نہیں چھوڑتا۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

ایک مشہور کہاوت ہے۔ اور بعض کہانیاں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ تھا اور اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں گزرتی تھی۔ شیطان کے بہکاوے میں نہیں آتا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی کا زمانہ تھا ایک دیوار کے سایہ کے نیچے جا کے لیٹا کہ میں تھوڑا سا آرام کر لوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ ذَابِ الصُّلِحِينَ الْقَيْلُولَةُ راتیں چھوٹی اور دن بے ہوں تو نیک آدمیوں کی عادت ہے دوپہر کو تھوڑا سا سو جانا۔ یہ رات کے جاگنے کے لیے تمہید ہے۔

تو وہ دیوار کے نیچے سو گیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک آدمی نے آکر اس کا پاؤں ہلایا کہ بھائی اٹھ جا دیوار گرنی والی ہے۔ وہ اٹھا، تھوڑا سا دور گیا تو واقعتاً دیوار گر گئی۔ اس نے دریافت کیا کہ تو کون ہے جو میرے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں۔ تیری جان تو بچ گئی۔ اس نیک آدمی نے کہا کہ تو مجھے بتا تو سہی کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں ابلیس ہوں۔ اس نیک آدمی نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ،



ابلیس کو میرے ساتھ کیا ہمدردی تھی میں نے تو اس کی کبھی بات نہیں سنی مگر میری جان تو بچ گئی۔ اس نے کہا کہ تو مجھے بتا کہ بات کیا ہے۔ ابلیس نے کہا تو اگر دیوار کے نیچے آ کر مر جاتا تو شہید ہوتا۔ میں اپنے دشمن کو شہید کیوں ہونے دوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی مکان کے نیچے آ کر مر جائے اور وہ مومن ہو تو وہ شہید ہے۔ تو شیطان کی دشمنی دیکھو! اس کی جان بچائی مگر دشمنی کا پرنا لہ اپنی جگہ رکھا۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ پختہ بات ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے کھلا اِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ پختہ بات ہے کہ وہ تمہیں حکم دیتا ہے بُرائی کا اور بے حیائی کا۔

### سوء اور فحشاء کا معنی :

اور سوء اور فحشاء کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جو گناہ زبان سے ہوتے ہیں وہ سوء کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ: جھوٹ، غیبت، گالی اور کسی کی دل آزاری کی بات۔ اور فحشاء وہ ہیں جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے: زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ۔ تو شیطان تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم زبان سے بھی گناہ کرو جھوٹ بولو، غیبت کرو، گالیاں دو اور عمل کے ساتھ بھی کہ زنا اور بدکاری کرو، لواطت کرو، شراب پیو۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ سوء ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو آدمی چھپ کر کرتا ہے۔ مثلاً: شراب پیتا ہے مگر چھپ کر۔ اور فحشاء اسے کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے کرے۔ تو شیطان دونوں طرح کے گناہوں کا حکم کرتا ہے۔

وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ اور تمہیں اس چیز کا حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو مَا لَا تَعْلَمُونَ جو تم نہیں جانتے۔ ان کے اندر جو ذاتی خرابیاں ہوتی تھیں کہتے تھے کہ

ان کا ہمیں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حالانکہ رب تو بے حیائی اور بُرائی کا حکم نہیں دیتا۔ یہ تم شیطان کے قدم پر چلتے ہو اور اس کے کہنے پر لگے ہوئے ہو۔

آگے فرمایا **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ** اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے **اتَّبِعُوا مَا**  
**أَنْزَلَ اللَّهُ** پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو **قَالُوا** کہتے ہیں  
**بَلْ بَلْ** بلکہ **نَتَّبِعُ** ہم پیروی کریں گے **مَا** اس چیز کی **الْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا** جس  
 پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بعض سطحی قسم کے لوگوں نے اس آیت سے اور اس  
 قسم کی دوسری آیتوں سے اس تقلید کا رد سمجھا ہے جس کو اہل اسلام کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ  
 بالکل غلط استدلال ہے۔

### تقلید کا مفہوم اور ترک تقلید کے نتائج :

مسئلہ سمجھنا! اہل اسلام میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ جو اپنے اماموں کی تقلید  
 کرتے ہیں تو ان کی تقلید کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ قرآن پاک میں نہیں ملتا، حدیث  
 شریف میں بھی نہیں ملتا، خلفائے راشدین سے بھی نہیں ملتا، اور ایسے بے شمار مسائل ہیں۔  
 تو ایسے مسئلے میں اماموں میں سے کسی کی بات کو اس انداز سے تسلیم کرو کہ یہ مجتہد کی بات  
 ہے وہ معصوم نہیں۔ کیوں مجتہد معصوم نہیں ہوتا اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اور صحیح  
 بھی ہو سکتا ہے۔ اور معصوم صرف پیغمبر ہے اور ان کی بات قطعی ہوتی ہے غلطی کا احتمال نہیں  
 ہوتا۔ اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں اس کا یہی مفہوم ہے۔

اور خود رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں **وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنْابَ إِلَيَّ**  
 [لقمان: ۱۵] ”جس نے میرے راستے کی پیروی کی اس کے کہنے پر چلو۔“ اس کی تقلید  
 کرو۔ تو یہ تقلید جائز ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جس مقام پر ایمان کا خطرہ ہو کہ

میرا ایمان تقلید کے بغیر نہیں بچے گا تو وہاں پر تقلید واجب ہوگی اور اس سے نکلنے والا گناہ گار ہوگا۔ یہ جتنے فرقے گمراہ ہوئے ہیں منکر حدیث وغیرہ۔ تو یہ تقلید کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے ہیں۔ اور اس موضوع پر میری مفصل کتاب ہے ”انکار حدیث کے نتائج“ اس کا ضرور مطالعہ کرو۔

مرزا غلام احمد نے کہا: ”کہ میں نے تقلید چھوڑی تو میرے اوپر دروازے کھلے ہیں۔“ غلام احمد پرویز، اسلم جیراج پوری، اسی طرح عبداللہ چکڑالوی، ان سب کے میں نے تفصیلاً حالات بتائے ہیں۔ تو گمراہی کا پہلا دروازہ ترکِ تقلید ہے۔ اہل ایمان کی تقلید تو یہ ہے کہ جس مسئلہ کی قرآن میں صراحت نہیں ہے، حدیث میں صراحت نہیں ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، تو اماموں میں سے کسی کی بات کو مان لو اور وہ بھی اس خیال سے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ معصوم صرف پیغمبر ہے اور پیغمبر کی بات قطعی ہوتی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اور مجتہد کی بات غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتی ہے۔ اور مجتہد کو غلطی میں بھی اجر ملتا ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ تو اہل ایمان جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے اور مشرکین اپنے آباؤ اجداد کی جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے۔ اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

### بائز اور ناحائز تقلید :

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے اتَّبِعُوا پیروی کرو مَا آتَاكَ اللَّهُ اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو قَالُوا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَا آتَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءُنَا بلکہ ہم پیروی کریں گے باپ دادا کی۔ تو ایسی تقلید کے کفر شرک اور مذموم ہونے میں کیا شک ہے دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم مانو تو وہ کہتے ہیں بَلْ

حرفِ اضراب ہے، کہ بلکہ ہم باپ دادا کے راستے پر چلیں گے رب کی نازل کی ہوئی چیز کو ہم نہیں مانتے۔ آگے آئے گا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اور اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور آؤ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی طرف۔ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا حکم بھی نہیں مانتے ہم نے تو باپ دادا کا حکم ماننا ہے۔ تو دونوں قسم کی تقلیدوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس تقلید کی اس مقام پر تردید ہوئی ہے اس کا اہل اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ رب کے مقابلے میں اور آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں کسی کی تقلید ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، حاشا وکلا۔ بلکہ اس میں سب سے زیادہ محتاط احناف ہیں۔ خفیوں کا یہ مسلک ہے کہ ضعیف حدیث جو موضوع اور من گھڑت نہ ہو تو وہ ضعیف حدیث بھی قیاس اور اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ اس سلسلے میں ”الکلام المفید فی اثبات التقليد“ میری مفصل کتاب ہے۔ جس میں جائز تقلید اور ناجائز تقلید کے متعلق علمی انداز میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

پھر بعض جاہل قسم کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ تم نے امام کو نبی کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے۔ حاشا وکلا بھی! مقلد نبی کی گدی پر تو تب امام کو بٹھائے کہ نبی کی طرح امام کو معصوم سمجھے۔ اور ایسا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور غیر معصوم کو معصوم کی گدی پر کوئی نہیں بٹھاتا۔ البتہ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ عام آدمی کا تقلید کو چھوڑنا گمراہی کا پھانک ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَوْ لَوْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہیں جانتے کسی چیز کو اور ہدایت پر بھی نہیں تھے پھر بھی مانیں گے۔ یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ باپ دادا اگر ہدایت پر ہوں تو پھر تو ان کی مانو اور باپ

دادا عقل سے کام لیں تو پھر ان کی مانو۔ اور اگر باپ دادا عقل سے کام نہیں لیتے اور ہدایت یافتہ بھی نہیں تو ان کی تم بات مانتے ہو اور وہ بھی رب کے حکم کے مقابلہ میں مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کے مقابلہ میں۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے كَمَثَلِ الذِّبْذِبِ اِدْمِی ہے اس کے پاس جانور کافی ہیں مثلاً: بھینسیں بھی ہیں اور سانڈھ بھی۔ ان کے علاوہ اور بھی جانور ہیں وہ ان کے سامنے بولتا جاتا ہے۔ کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص کی جو چلاتا ہے بِمَا ان جانوروں کے سامنے لَا يَسْمَعُ جو نہیں سنتے إِلَّا دُعَاءً مگر پکار وَنِدَاءً اور آواز۔ اب اگر جانوروں کے سامنے تقریر کرو تو بغیر آواز کے ان کو کیا پتا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی حال ہے کافروں کا کہ کافروں میں کھڑے ہو کر رب کا پیغمبر آواز دے تو ایسے ہی ہے جیسے جانوروں میں کھڑا ہو کر آواز دے رہا ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ مگر ان لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ انھوں نے سمجھنا ہی نہیں ہے۔ دلوں پر تالے لگائے ہوئے ہیں۔ خود کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ [حم السجدة: ۲۶] قرآن کو نہ سنا۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ [الانعام: ۲۶] قرآن پاک جہاں سنایا جاتا ہے وہاں سے خود بھاگتے ہیں اور دوسروں کو منع کرتے ہیں۔

اب وہ لوگ جو کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں ان کو کوئی کیا سمجھائے اور وہ کیا سمجھیں گے۔ تو ان کافروں کی مثال جانوروں کی سی ہے کہ ان کے سامنے اچی معقول تقریر بھی کرو تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ [الاعراف: ۱۷۹]

یہ جانوروں سے بھی آگے نکلے ہوئے ہیں صُمَّ وہ حق سننے سے بہرے ہیں بُکْمُ حق بولنے سے گونگے ہیں عُنَى حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں فَهْمٌ لَا یَعْقِلُونَ پس وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اب کافر سارے بہرے تو نہیں ہوتے، نہ اندھے ہوتے ہیں اور نہ سارے گونگے ہوتے ہیں بلکہ وہ بے ایمان جب تقریریں کرتے ہیں تو آٹھ آٹھ گھنٹے بولتے ہیں مگر حق کی بات ایک بھی زبان سے نہیں نکلتی۔ دنیا کے سارے گانے سن لیتے ہیں حق کی ایک بات بھی نہیں سنتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اءِ اٰیْمَانُ وَالْوُكُلُوْا مِنْ طٰیِبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو رب تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے۔ پاکیزہ چیزوں کا چھوڑنا یہ شیطان کی پیروی کرنا ہے۔ ایک عورت میرے پاس آئی۔ وہ بڑی وہمی تھی۔ تعویذ اس نے لیا اور کہنے لگی کہ میں کون سی چیز چھوڑوں۔ میں نے کہا بی بی! جو چیزیں رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں انہیں تو کھا سکتی ہے اور حرام چیزوں کے قریب نہ جا۔ کہنے لگی کوئی چیز آپ کہیں جو میں نہ کھاؤں۔ تو میں نے کہا کہ بس میرا مغز نہ کھا اور تیرے واسطے سب حلال چیزوں کا کھانا درست ہے۔

اب عوام کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ تعویذ اس وقت اثر کرتا ہے جب کوئی نہ کوئی چیز چھوڑ دو۔ یہ غلط کار لوگوں نے عوام کا ایسا ذہن بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ حلال چیزوں کا چھڑانا گناہ ہے جب کہ وہ وقتی طور پر کسی طبی حکمت اور مصلحت کی خاطر نہ ہو۔ اور اگر طبی مصلحت کے تحت ہے تو اس کا چھوڑنا، پرہیز کرنا جائز ہے۔ خواہ مخواہ کسی چیز کو چھوڑنا اور چھڑانا درست نہیں ہے۔ اگر طبیعت کے موافق نہیں ہے تو نہ کھاؤ۔

وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اٰیٰهٖ تَعْبُدُوْنَ اگر تم

خاص رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ تو رب کا شکریہ ادا کرو۔ کوئی حلال چیز ہی خواہ مخواہ  
نہ چھوڑو اور حرام کے قریب نہ جاؤ۔



إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ  
 بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ  
 إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ١٥٣ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ  
 الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي  
 بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ  
 وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٥٤ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى  
 وَالْعَذَابُ أَلَمٌ لِّمَنْ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ١٥٥ ذَلِكَ بِأَنَّ  
 اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ  
 لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ١٥٦

إِنَّمَا پختہ بات ہے حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا عَلَیْكُمْ تم  
 پر الْمَيْتَةَ مردار وَالدَّمَ اور خون وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ اور خنزیر کا  
 گوشت وَمَا اور وہ چیز اُهِلَّ بِهِ جس کو نامزد کیا گیا لِغَيْرِ اللَّهِ  
 غیر اللہ کے نام پر فَمَنْ اضْطُرَّ پس وہ شخص جو مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ  
 اس حال میں کہ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے وَلَا عَادٍ اور نہ تجاوز  
 کرنے والا ہے فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے إِنَّ اللَّهَ  
 بے شک اللہ تعالیٰ غَفُورٌ بخشنے والا رَحِيمٌ مہربان ہے إِنَّ  
 الَّذِينَ بے شک وہ لوگ يَكْتُمُونَ جو چھپاتے ہیں مَا اس چیز کو



أَنْزَلَ اللَّهُ جِوَاللّٰهٖ تَعَالٰی نَے نازل کۄ مِّنَ الْکِتَابِ کتَاب میں وَ یَشْتَرُونَ بِہٖ اور حاصل کرتے ہیں اس کے ذریعے ثَمَنًا قَلِيلًا قیمت تھوڑی اُولَئِكَ وہ لوگ ہیں مَا يَأْكُلُونَ فِی بُطُونِهِمْ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں اِلَّا النَّارَ مگر آگ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ اور نہیں کلام کرے گا اللہ تعالیٰ ان سے یَوْمَ الْقِيَمَةِ قیامت والے دن وَلَا يُرَكَّبُ بِهِمْ اور نہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کرے گا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ اور ان کے لیے عذاب ہوگا دردناک اُولَئِكَ الَّذِیْنَ وہ وہ لوگ ہیں اشْتَرَوْا الصَّلَاةَ جنھوں نے خرید لی گمراہی بِالْهَدٰی ہدایت کے بدلے وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ اور عذاب خرید لیا بخشش کے بدلے میں فَمَا أَصْبَرَهُمْ پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا عَلٰی النَّارِ دوزخ کی آگ پر ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ اس واسطے کہ اللہ نے نَزَّلَ الْكِتَابَ اُتاری ہے کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اور بے شک وہ لوگ اخْتَلَفُوا فِی الْكِتَابِ جنھوں نے اختلاف کیا ہے کتاب میں لَفِی شِقَاقٍ البتہ اختلاف میں مبتلا ہیں بَعِيدٌ جو دور کا اختلاف ہے۔

ساتھ دن ہیں۔ یہ ہر روز ایک نئے الہ کی عبادت کرتے تھے۔ آج اس کی اور کل اس کی۔ کوئی بات ان لوگوں کی سیدھی نہیں تھی۔ اپنی مرضی سے اُنھوں نے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔

**مُردار کا حکم :**

اس مقام پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مُردار کو حرام کیا۔ مَیِّتَةُ اس جانور کو کہتے ہیں کہ اگرچہ فی نفسہ تو حلال ہے لیکن اس کو ذبح نہیں کیا جاسکا۔ اس کو شریعت مَیِّتہ کہتی ہے۔ چاہے وہ بھینس ہو، گائے ہو، سانڈھ ہو، اُونٹ ہو، بکری ہو، مرغی ہو، کوئی شے ہو۔ مَیِّتہ کا جو چمڑا ہے اس کو اُتارا جاسکتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک بکری تھی مٹی تازی۔ اچانک مر گئی، مردار ہو گئی۔ اس کو لوگ کھینچ کر دور پھینکنے کے لیے لے جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا هَلَّا آخَذْتُمْ اِهَا بِهَا اس کا چمڑا تم نے کیوں نہیں اُتارا۔ کہنے لگے حضرت یہ مُردار ہے۔ فرمایا وہ تو نظر آرہی ہے کہ مُردار ہے۔ تمہیں شریعت نے چمڑا اُتار کر رنگنے کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

وَالْدَّمَ اور خون حرام ہے۔ اس مقام پر خون کی تصریح نہیں ہے۔ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَّسْفُورًا وہ خون جو جانور کو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے، حرام ہے۔ اس کو اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ خرگوش کے اس خون کو جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے بچوں کی بیماری کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ حرام ہے اور جو چیز قطعی حرام ہے اس کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ بدن پر لگانے کی اجازت ہے اور نہ کھانے کی اجازت ہے

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ اور خنزیر کا گوشت۔ گوشت کی تخصیص اس واسطے کہ اُوپر ذکر ہے  
كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ کھانے پینے کا ذکر ہے۔ اور کھایا گوشت جاتا ہے چڑا اور ہڈی نہیں  
کھائی جاتی، بال نہیں کھائے جاتے۔ ورنہ خنزیر کے بارے میں دوسرے مقام پر ہے  
اِنَّهُ رَجَسٌ خنزیر نجس العین ہے، پلید ہے۔ اس کا چڑا، اس کے بال، اس کی ہڈیاں،  
کسی شے کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

وَمَا أَهْلَ بِهِ اور وہ چیز رب نے حرام فرمائی ہے کہ جس کو نامزد کیا گیا ہو لِغَيْرِ  
اللہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے، غیر اللہ کی تعظیم کی خاطر جس کو متعین کر دیا گیا ہو۔  
عقیقہ مستحب ہے :

یہاں پر بات ذرا اچھی طرح سمجھنا۔ بعض اہل بدعت شور ڈالتے ہیں اور بات کو  
صاف نہیں ہونے دیتے۔ عقیقہ مستحب ہے اور وہ پیدائش کے بعد ساتویں دن ہے، نہ ہو  
سکے تو چودھویں دن، پھر بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اور اگر  
کسی وجہ سے اکیسویں دن بھی نہ ہو سکے تو جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس دن سے ایک دن  
پہلے کر لے گویا کہ ساتواں دن ہوگا۔ مثلاً: جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو کر لے اور اگر  
جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کر لے اور اگر بدھ کو پیدا ہوا ہو تو منگل کو کر لے۔ تو ایک  
ہے عقیقے کا بکرا بکری۔ اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو اور اگر لڑکی ہے تو ایک دینا ہے۔  
حدیث پاک میں آتا ہے ذُكِرَ اَنَا كَانَ اَوْ اَنَا ثَاثَا کہ نہ ہوں یا مادہ اس کا کوئی فرق نہیں  
ہے۔ البتہ عقیقے کے لیے وہ جانور جائز ہے جس کی قربانی جائز ہے۔ تو عقیقے کا مسئلہ خود  
شریعت نے بتایا ہے صاحب نصاب کے لیے۔ جو صاحب نصاب نہیں ہے اس کے لیے  
کوئی عقیقہ نہیں ہے۔ اور ہے بھی مستحب، فرض نہیں، واجب نہیں، سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

## ولیمہ سنت ہے :

اسی طرح ولیمے پر بکرا، بکری ذبح کرنا یہ بھی خود شریعت نے بتایا ہے۔  
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ انھوں نے  
شادی کی اور اُس وقت لوگ دولہے کے کپڑے پر رنگ لگا دیتے تھے اور اسلام نے اس کو  
منع کر دیا۔ یہ غیر مسلموں کا فعل ہے۔ جس طرح گڈیاں (پتنگیں) اڑانا ہندوؤں کا فعل  
ہے مگر آج کل مسلمان اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں روپے  
ضائع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ پیسے کسی اچھی جگہ لگائیں تو کیسا اچھا ہو۔ مگر یہ رسمیں ان کے  
رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہیں اور ماں باپ بھی منع نہیں کرتے۔ حالانکہ گرتے بھی  
ہیں، مرتے بھی ہیں، لنگڑے لو لے بھی ہوتے ہیں مگر چھوڑتے پھر بھی نہیں صرف بچوں  
کے پیار کو سامنے رکھتے ہیں۔ ایسے موقع پر تھپڑ مارو جو گڈی مانگے یا اس کو اڑائے۔ اس  
میں نرمی نہ کرو۔

تو خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر رنگ دیکھا  
تو فرمایا کہ تو نے شادی کی ہے؟ انھوں نے کہا حضرت! ہاں۔ فرمایا اُولَہٗ وَلَوْ بِشَاۓ  
”ولیمہ کر چاہے بکری ذبح کر کے کھلا دے۔“ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ تو ولیمے کا  
بکرا، بکری اور ولیمے کے بارے میں بعض فرماتے ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے۔ بعض کہتے  
ہیں کہ مستحب ہے مگر اپنی حیثیت کے مطابق۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں اور ستوسا منے رکھ دیئے اور فرمایا کہ  
میں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی ہے اور یہ ولیمہ ہے۔ تو ولیمے کے لیے دیگیں  
چڑھانا کوئی ضروری نہیں ہیں۔ چائے پلا دے ولیمہ ہو گیا، مٹھائی کھلا دے ولیمہ ہو گیا۔

زیادہ کر سکتا ہے تو زیادہ کر لے۔ اور محتاط فتویٰ جو ہے وہ سنت ہے۔ فرض واجب نہیں ہے نہ کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔ اور قربانی بھی شریعت کا مسئلہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ نامزد ہوگا کہ قربانی کا بکرا ہے اور یہ عقیقہ کا بکرا ہے، یہ ولیمے کا بکرا ہے۔

### غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ حرام ہے :

اور اس مقام پر جس چیز کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کسی بزرگ کے نام پر بکرا، چھترا کوئی شے بھی ہوتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے واسطے ہے اور اس کی قبر پر چڑھاوا چڑھے گا اور وہاں کے مجاور کھائیں گے اور ایسا کرنے سے میرے کاروبار میں برکت ہو گی نہ کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ یہ ہے نامزد کرنے کا معنی۔ اور اس معنی میں جو چیز بھی نامزد کی گئی وہ حرام ہے، حرام ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی میں تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر بکرا، چھترا، اونٹ وغیرہ کوئی جانور نامزد کرتا ہے اور ذبح کرتے وقت کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ اَکْبَرُ تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا کیوں کہ غیر اللہ کے نام پر اسے متعین کر دیا گیا ہے۔ تو بِسْمِ اللّٰهِ اَکْبَرُ سے وہ حلال نہیں ہوگا۔ ایسے ہی حلال نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص خنزیر پر پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَکْبَرُ تو خنزیر حلال نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بہت سارے فقہاء نے بیان فرمایا ہے۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کی اور تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں ہے کہ ایسا کرنے سے جانور تو حلال نہیں ہوگا البتہ بِسْمِ اللّٰهِ اَکْبَرُ پڑھنے والا مرتد ہو جائے گا اور بیوی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ کیوں کہ نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بڑا مسئلہ ہے۔

ہاں ایصالِ ثواب درست ہے۔ اور ایصالِ ثواب کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کوئی جانور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کرتا ہے اور اس کا ثواب کسی کو پہنچاتا ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے۔ اور اس میں اپنے کام کا کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اگر ایسا کروں گا تو یہ کام ہو جائے گا اور اگر نہ کیا تو یہ نقصان ہو جائے گا۔ اسی طرح دیکھو! جب کوئی باہر سے بادشاہ آتا ہے یا کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو اس کو توپوں کی سلامی دیتے ہیں کہ جی اکتیس توپوں کی سلامی ہے، اکیس کی سلامی ہوئی۔ پہلے زمانے میں اس طرح کرتے تھے کہ اگر کوئی بڑا آتا تو شہر سے باہر جا کر بہت سارے بکرے ذبح کرتے تھے اس کی آمد کی خوشی میں۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی **لِقَدْوَمِ الْأَمِيرِ** کہ کوئی بڑا آدمی آئے اور اس کی تعظیم کے لیے بکرے چھترے ذبح کیے جائیں اور ان پر تکبیر پڑھی جائے **بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ** تو وہ جانور بھی حرام اور تکبیر پڑھنے والا مرتد ہو گیا اور بیوی پر طلاق واقع ہو گئی خود بہ خود اس واسطے کہ اس میں آنے والے کی تعظیم مقصود ہے۔

مہمانی ٹھیک ہے اس کے لیے جو چاہو ذبح کرو۔ مرغ ذبح کرو، بچھڑا ذبح کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا ذبح کیا تھا۔ وہ تو مہمان کی مہمانی ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی خاطر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ اور بکرا چھتر اہی نہیں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ہمیں حکم دارند۔“ تمنا کھانے اور پینے کی چیزیں دودھ، مٹھائی وغیرہ اور سب پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔ لوگ عموماً گیارھویں دیتے ہیں۔ اس کی خاصی تفصیل ہے۔ اور میں نے اپنی کتاب ”تنقید متین“ میں اس پر خاصی بحث کی ہے۔ اگر کوئی شخص اس ارادے سے

گیارہویں پکا کر دیتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بزرگ ہیں اور ان کی بزرگی میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان کو ثواب پہنچے اگر اس ارادے سے دیتا ہے تو پھر بدعت ہے۔ اور بدعت اس واسطے ہے کہ اور بھی تو بزرگ ہیں ان کو کیوں نہیں بھیجتا۔ پھر گیارہویں اپنے باپ کی کیوں نہیں کرتا، ماں کی کیوں نہیں کرتا جن کے روزے رہ گئے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری نیکیوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اتنے امیر ہیں کہ اگر ان کی نیکیاں تقسیم کی جائیں تو کئی ضلعے بخشے جائیں۔ پھر گیارہویں کی تخصیص کیوں ہے؟ پھر پہلے یا بعد میں کیوں نہیں کرتے؟

تفقد متین انھوں نے پڑھی اور تم سے زیادہ میری کتابیں مخالف پڑھتے ہیں۔ تو انھوں نے اس طرح کیا کہ اب وہ لوگ گیارہویں کی جگہ بارہویں کر لیتے ہیں اور کہیں تیرہویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ چودھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ پندرہویں کر لیتے ہیں۔ ہمیں ٹرخانے کے لیے کہ دیکھو! ہم نے تاریخ بدل دی ہے۔ تو پھر میں نے چوتھے ایڈیشن میں لکھا کہ ایسا تم نے ہمارے لیے نہیں کیا بلکہ اپنے پیٹ کے لیے کیا ہے۔ کیوں کہ گیارہویں تاریخ کی ساری جلیبیاں تو پیٹ میں نہیں آتیں اس واسطے کہیں گیارہویں کہیں بارہویں کہیں تیرہویں کہیں چودھویں رہ کر کھانے کا سلسلہ لمبا کیا ہے۔ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔

تو اگر یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے تو بدعت ہے۔ ورنہ سارے بزرگوں کے لیے کرو اور روزانہ کرو۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ میں دوں گا تو میرے کاروبار میں برکت ہوگی اور میری تجارت ضرور چمکے گی، بچے ٹھیک رہیں گے، بیماری نہیں آئے گی، جانور ٹھیک رہیں گے اور اگر نہ دوں گا تو نقصان ہوگا۔ اگر اس ارادے سے کرتا ہے تو گیارہویں

دینے والا پکا کافر ہے اور اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی ہے۔ مسئلہ صاف ہے۔

تو غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینی حرام ہے **فَمَنْ اضْطُرَّ** جو شخص مجبور کیا گیا **غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ** وہ لذت بھی نہیں تلاش کرتا اور تجاوز بھی نہیں کرتا **فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ** تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسی جگہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے جان نکلنے کا خطرہ ہے اور مردار اور خنزیر کے سوا کوئی چیز نہیں ہے تو اتنا کھالے کہ جس سے اس کی جان بچ جائے۔ مثلاً: ایک چھٹانگ سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو چھ تو لے نہیں کھا سکتا۔ اور ذائقہ تلاش کرنے کے لیے نہیں کھا سکتا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ **غَيْرَ بَاغٍ** کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ وہ لذت تلاش کرنے کے لیے نہیں کھاتا **وَلَا عَادٍ** اور ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت ہو صحیح معنی میں، تو اس کا جو باغی ہے اگر وہ بھوکا ہے تو وہ نہیں کھا سکتا۔ **عَادٍ** کا معنی جو گناہ کے سفر پر جا رہا ہے۔ مثلاً: چوری، ڈاکے کے لیے جا رہا ہے تو یہ سفر معصیت کے ہیں بھوکا ہونے کے باوجود نہیں کھا سکتا۔ پھر اگر مجبور ہے اور نہ کھائے اور مر جائے تو گناہ گار ہوگا۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور اس نے رب کی اجازت کو قبول نہیں کیا۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا مقام ہے کہ پیاس کی وجہ سے جان خطرے میں ہے اور شراب کے بغیر کوئی شے نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے پینا جائز ہے۔ اگر نہ پیے گا تو گناہ گار مرے گا۔ کیوں کہ مضطر ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے **إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ** بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے **إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ** بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں **مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ** وہ حکم جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں کتاب



میں وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمًا قَلِيلًا اور حاصل کرتے ہیں ان کے بدلے قیمت تھوڑی  
 اُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر دوزخ  
 کی آگ۔ یہ غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے کھانا اور مسائل کو چھپانا یہ بڑے گناہ کی بات  
 ہے وَلَا يَكْلِمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ پیارا اور محبت کی گفتگو نہیں  
 کرے گا قیامت والے دن وَلَا يُزَكِّيهِمْ اور ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا  
 وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ  
 اُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰةَ بِالْهُدٰی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی خریدی ہدایت  
 کے بدلے وَالْعَذَابُ بِالْمُغْفِرَةِ اور عذاب خریدنا بخشش کی جگہ۔

چاہیے تو یہ تھا کہ رب سے بخشش لیتے وہ کام کرتے جن پر رب راضی ہو کر بخش  
 دے مگر انہوں نے وہ کام کیے جو دوزخ میں لے جائیں فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ  
 پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا دوزخ پر یعنی دوزخ والے سودے پر یہ کس طرح  
 راضی ہو گئے۔ یہ دوزخ میں اس وجہ سے جائیں گے کہ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ  
 بِالْحَقِّ اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی حق کے ساتھ وَإِنَّ الَّذِينَ  
 اخْتَلَفُوا فِي الْكِتٰبِ اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا لَفِي  
 شِقَاقٍ بَعِيدٍ دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں۔ اپنے پیٹ کے لیے انہوں نے دور کا  
 اختلاف قرآن سے، حدیث سے اور فقہ اسلام سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور  
 محفوظ رکھے۔



لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قَبْلَ

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ  
ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ  
وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ  
إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّادِقِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ  
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾

لَيْسَ الْبِرُّ نہیں ہے نیکی یہی چیز اَنْ تُوَلُّوا یہ کہ تم پھيرو  
وُجُوْهُكُمْ اپنے چہروں کو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف  
وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کی طرف وَلَكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنْ  
اس شخص کی ہے آمَنَ بِاللَّهِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
اور آخرت کے دن پر وَالْمَلَائِكَةِ اور فرشتوں پر وَالْكِتَابِ  
اور کتابوں پر وَالنَّبِيِّينَ اور پیغمبروں پر وَآتَى الْمَالَ اور دیا اس نے  
مَالِ عَلَى حُبِّهِ اس کی محبت کی وجہ سے ذَوِي الْقُرْبَىٰ قریبی رشتہ  
داروں کو وَالْيَتَامَىٰ اور یتیموں کو وَالْمَسْكِينِ اور مسکینوں کو وَابْنَ  
السَّبِيلِ اور مسافروں کو وَالسَّائِلِينَ اور مانگنے والوں کو وَفِي  
الرِّقَابِ اور گردنوں کے چھڑانے کے لیے وَأَقَامَ الصَّلَاةَ اور قائم کی

اس نے نماز وَآتَى الزَّكَاةَ اور دی اس نے زکوٰۃ وَالْمُؤَفَّقُونَ بِعَهْدِهِمْ اور پورا کرنے والے اپنے وعدوں کو إِذَا عَاهَدُوا جس وقت وعدہ کر لیتے ہیں وَالصَّابِرِينَ اور صبر کرنے والے فِي الْبَأْسَاءِ مالی تنگی میں وَالضَّرَآءِ اور بدنی تنگی میں وَحِينَ الْبَأْسِ اور میدان جنگ میں أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُوهُمُ اللَّهُ لِيُخْرِجَهُمْ مِنْ دَارِهِمْ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَازِلُ مُتَقَرَّبِينَ وَأُولَٰئِكَ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ اور یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

پہلے تحویل قبلہ کا مسئلہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی خواہش کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا تو منافقوں اور مشرکوں نے اور یہودیوں نے اس کو بڑا اُچھلا اور خصوصاً یہود و نصاریٰ نے کہا اس کی کس بات کا ہم اعتبار کریں؟ کبھی اس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کبھی اُس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اور چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا جو منسوخ ہوا۔ اور جب کوئی نئی چیز آئے تو نزالی اور تعجب خیز ہوتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی دکانوں، گلیوں، بازاروں اور گھروں میں ہر جگہ اس مسئلہ کو موضوع بحث بنایا تھا۔ جب بھی کوئی شخص آتا اسے کہتے کہ تجھے معلوم ہے کہ محمد ﷺ نے اس قبلے سے اس طرف چہرہ پھیر لیا ہے۔ اس مسئلہ پر ان کا سارا وقت صرف ہوتا تھا۔

نیکی کے اصل کام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ الْبِرُّ اِذَا مَلَكَتِ السَّاعَةُ بِمَا رَزَقْتُمُ الْحَيَاةَ اِنْ تَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ لِمَا تَشَاءُونَ نیکی اسی میں بند نہیں ہے اِنْ تَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ یہ کہ تم اپنے چہرے پھيرو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف وَالْمَغْرِبِ

اور مغرب کی طرف۔ بے شک قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک نیکی کا فعل ہے مگر نیکی اس میں بند نہیں ہے۔ تم نے ہر وقت، ہر جگہ پر یہی مسئلہ چھیڑا ہوا ہے۔ نیکی کے اور بھی کام ہیں ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ وہ کام بھی تم کرتے ہو یا نہیں۔ فرمایا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اٰمَنَ بِاللّٰهِ اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنی میں ایمان لایا وَالْيَوْمَ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان لایا۔ یہودی اور عیسائی ویسے تو کہتے تھے کہ قیامت حق ہے مگر جب اس کی تفسیر کرتے تھے تو وہ بالکل انکار ہی ہوتا تھا۔

میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی شخص کہے کہ میں نے صدر مملکت کو دیکھا ہے۔ اور جب اس سے کہا جائے کہ صدر صاحب کا حلیہ کیا ہے، قد کیا ہے، شکل و صورت کیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور لمبی دم ہے اور لمبی سی اس کی سونڈ ہے اور چوڑی چکلی اس کی پیٹھ ہے۔ یہ تو ہاتھی ہوا صدر تو نہ ہوا۔ اسی طرح سمجھو کہ کہتے تھے آخرت ہے مگر جب اس کی تفسیر بیان کرتے تھے تو وہ آخرت پر صادق نہ آتی تھی۔ یہودی کہتے تھے کہ جنت صرف ہماری جاگیر ہے۔ صرف ہم جنت میں جائیں گے اور کوئینہیں جائے گا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف ہم جائیں گے مگر روحانی ہوگی جس طرح ہم خواب دیکھتے ہیں۔ تو یہ جو آگے تفسیریں کرتے تھے یہ انکار کے مترادف تھیں۔

## فرشتوں کی صفات :

تو فرمایا اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وَالْيَوْمَ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا وَالْمَلَائِكَةِ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق ہے اور بے شمار ہیں۔ ان کی تعداد کو صرف رب ہی جانتا ہے۔ قرآن پاک میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں

جبریل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ہاروت علیہ السلام، ماروت علیہ السلام، رعد علیہ السلام اور مالک علیہ السلام۔ اور ہیں اس قدر کہ خدا کی پناہ! ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس چوبیس، پچیس پچیس فرشتے رہتے ہیں۔ ہمیں کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ اُکتاتے ہیں۔ جو رب نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وَالْكِتَابِ کتاب میں الف لام جنس کا ہے اور جنس کتاب یعنی ساری کتابوں کو مانتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

مشہور کتابیں چار ہیں۔ قرآن کریم جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بعد تورات ہے، اس کے بعد زبور ہے پھر انجیل ہے۔ ان کے علاوہ کئی صحیفے اور کئی کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس طرح ہمیں اس نے اس چیز کا مکلف نہیں بنایا کہ ہم فرشتوں کی تعداد معلوم کریں یا ان کے نام ہمیں معلوم ہوں۔ ہماری لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے فرشتے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں فرمایا کہ ساری آسمانی کتابوں کی تفصیل ہمیں معلوم ہو کہ اتنی ہیں اور یہ یہ ان کے نام ہیں۔ اجمالی طور پر ہمارے ایمان کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں بھیجیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔

اسی طرح وَالْثَّابِتِ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان ہے۔ پیغمبر بے شمار گزرے ہیں صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں۔ اگر ان کی تعداد کا ذکر قرآن پاک میں ہوتا تو قطعی بات ہوتی۔ خبر متواتر ہوتی تو پھر بھی قطعی بات ہوتی اور اگر کوئی حدیث صحیح ہوتی تو ظن غالب ہوتا۔ کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں پیغمبروں کی تعداد کا ذکر ہو۔ ایک

روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر آتا ہے۔ لیکن دونوں روایتیں کمزور اور ضعیف ہیں اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ اس واسطے اول تو پیغمبروں کی تعداد متعین نہیں کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے زیادہ ہوں اور ہو سکتا ہے کم ہوں۔ اور اگر کبھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کہے تو ساتھ یہ ضرور کہے کہ یا کم و بیش جتنے بھی رب نے بھیجے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ پچیس پیغمبروں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں ان کے علاوہ قرآن پاک میں پیغمبروں کے نام نہیں ہیں۔ تو ہمارے ایمان کے واسطے بس اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر ہمارا ایمان ہے۔

وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ اور وہ شخص جس نے مال دیا اس کی محبت میں۔ ہ کی ضمیر کس طرف جاتی ہے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال کی طرف جاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ مال کی محبت ہے پھر بھی خرچ کرتا ہے۔ اور ہ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ کو بھی بناتے ہیں اور معنی کرتے ہیں وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّ اللَّهِ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطے مال خرچ کرتا ہے۔ نام کے لیے، شہرت کے لیے، ووٹوں کے لیے تو ساری دنیا خرچ کرتی ہے اور بے حساب رقم خرچ کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر وہ ہے وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ جو مال دیتا ہے رب کی محبت پر۔ اب سوال یہ ہے کہ دے کن لوگوں کو؟ تو فرمایا ذَوِی الْقُرْبَىٰ اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔ مطلب یہ ہے اگر قریبی رشتہ دار زکوٰۃ کا مصرف ہیں، عشر کا مصرف ہیں، فطرانے کا مصرف ہیں تو ان پر خرچ کرے اور یہ ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لو بھائی جی! یہ زکوٰۃ لو، بہن جی! یہ عشر لو۔

زکوٰۃ میں نیت شرط ہے :

اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے بس یہ نیت کر لو یہ رقم زکوٰۃ کی ہے اور یہ مصرف ہے میں

اس کو دیتا ہوں۔ اگر تم اس کو انعام کے طریقے پر دو یا امداد کے طور پر تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر نیت شرط ہے۔ کیوں کہ جس طرح نماز بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ بھی بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی۔ دیکھو! جن لوگوں کی رقمیں بینکوں میں ہیں اور بینک کاٹ لیتے ہیں۔ اگر یہ نیت کر لیں کہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ یہ ہماری رقم سے زکوٰۃ کاٹ لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر نیت نہیں کی پھر زکوٰۃ ان کے ذمہ ہے ادا نہیں ہوگی۔ رہا مسئلہ یہ کہ وہ خرچ کس جگہ کرتے ہیں؟ تو یہ ان کی گور گردن پر ہے۔ اس چیز کا بندہ مکلف نہیں ہے۔ کیوں کہ حکومت نے جو زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں ان کی رقمیں کون سی صحیح جگہ پر خرچ ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہسپتالوں میں بھی زکوٰۃ ہر آدمی پر خرچ نہیں ہو سکتی۔ کیوں اس کے خاص مصرف ہیں۔ بے احتیاطی سے اپنی گردن کو وزنی نہ بناؤ۔ ہسپتالوں کے مریضوں میں امیر بھی ہوتے ہیں، سید بھی ہوتے ہیں، غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ جو مستحق نہیں ہیں وہ آگے آگے ہوتے ہیں کہ میں مستحق ہوں۔ اس واسطے زکوٰۃ دیتے وقت بڑی احتیاط کرو کہ زکوٰۃ تمہاری ادا ہو اور تمہاری گردن پر رب کا قرض نہ رہے۔ قریبی رشتہ داروں کی اور بھی مدد کرو۔ ضروری نہیں کہ ان کو زکوٰۃ پر ہی فارغ کرو۔

## زکوٰۃ کے مصارف :

وَالْيَتَامَىٰ اور وہ جو یتیم ہیں۔ اور یہ یتیم چاہے اپنی برادری کے ہوں یا محلے کے ہوں یا اپنے قصبے کے ہوں یا کسی اور جگہ کے ہوں۔ تو یہ یتیم بھی تمہاری مالی ہمدردی کے مستحق ہیں وَالْمَسْكِينِ اور مسکین کو۔ مسکین اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کھانے پینے کے لیے ہے تو سہی مگر نصاب پورا نہیں ہوتا۔ نصاب ہے ساڑھے باون تو لے چاندی یا اس کی مالیت۔ وہ اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے۔ اس پر قرض بھی نہیں اور

اتنا سامان اس کے گھر موجود ہے کہ اس کی قیمت اتنی ہو جاتی ہے یعنی چار ہزار، وہ چاہے نقد رقم نہیں، سامان ہی ہے ضرورت سے زائد۔ تو جس آدمی کے پاس یہ ہے اس کو شریعت صاحبِ نصاب کہتی ہے۔ ایسے آدمی کو زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، نذر، منت، قسم کا کفارہ یعنی واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں ہے۔

کئی لوگ ایسے ہیں کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس عورت کے پاس مال کتنا ہے؟ بس یہ کہتے ہیں کہ وہ بیوہ ہے۔ تو بھئی! صرف بیوہ ہونا تو مصرف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔ ساڑھے چار ہزار کیا چیز ہے؟ ایک پلنگ نہیں آتا۔ تو جس کے پاس ضرورت سے زیادہ ایک پلنگ ہے وہ صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کوئی شے نہیں لگ سکتی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں یہ بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ تو اگر ان بچوں کو باپ کی وراثت سے اتنا مل جاتا ہے کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جاتے ہیں تو ان کو بھی زکوٰۃ وغیرہ نہیں لگتی۔ یہ ان یتیموں کی بات ہو رہی ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہوں۔ اور مسکین بھی اسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم مسکین کس کو کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے کہا وہ جو مانگتے پھرتے ہیں۔ فرمایا وہ مسکین نہیں ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے کہ ہے تو مصرف مگر مانگتا نہیں ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنی غربت کا واہل نہیں کرتا۔ اور عام لوگوں کو پتا بھی نہیں ہے کہ یہ امیر ہے یا غریب ہے۔ اس واسطے اپنی برادری میں جو نیک، دین دار، صحیح العقیدہ نمازی ہوں اور مصرف ہوں تو ان کو دو۔ بے نماز کو زکوٰۃ نہ دینا۔

حدیث میں آتا ہے لَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيًّا یاد رکھو! تمہارا کھانا وہ کھائے جو پرہیزگار ہے۔ غیر متقی کھائے گا تو رب کی نافرمانی کرے گا۔ اگر تم کسی نشئی کو



زکوٰۃ دے دو محض اس واسطے کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ وہ اور نشہ کرے گا سینما دیکھے گا، شراب پیے گا تو تمھاری حلال کی کمائی ان حرام کاموں پر خرچ ہوگی۔ لہذا سوچ سمجھ کر دو۔ ہر مانگنے والے کو زکوٰۃ نہ دو وَابْنَ السَّبِيلِ اور مسافر۔ آج تو مسلمان قوم کے لیے یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ اچھے بھلے مانگتے پھرتے ہیں کہ جہاں چار آدمی دیکھے سوال کر دیا۔ حالانکہ اگر تم ان کی تلاشی لو تو جس سے مانگ رہا ہے اس سے زیادہ رقم اس کے پاس ہوگی۔ بس عادت بن گئی ہے۔ ہاں! اگر اپنا دل مطمئن ہے کہ واقعی راستہ میں اس کی چوری ہوگئی یا اس کا خرچہ ختم ہو گیا یا یہ ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہے تو اس کو تم دے سکتے ہو۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں امیر ہے لیکن سفر میں ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں سے آسانی کے ساتھ اہل خانہ کو اطلاع نہیں پہنچ سکتی اور وہاں اس کے پاس خرچہ کم ہو گیا ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ہاں آج کل تو بڑی سہولت ہے ٹیلی فون جگہ جگہ لگے ہیں، تار گھر موجود ہیں۔ اگر اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا تو وہ یہ کہے کہ بھائی! اتنا دے دو کہ میں گھر والوں کو فون کر لوں، مجھے رقم مل جائے گی تو میں تمھیں دے دوں گا۔ اور بعض لوگوں نے تو مانگنے کو پیشہ بنا لیا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار میں پڑھا اور تم نے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک بھکاری نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ملک بچاؤ سکیم میں دیا ہے۔ اور آگے وعدہ بھی کیا ہے کہ میں جو بھی کمائی کروں گا اس میں سے بھی حصہ دوں گا۔ تو ایسے کے پاس اور بھی تو ہوں گے۔ تو ایسے لوگوں پر زکوٰۃ کس طرح لگے گی؟

وَالسَّائِلِينَ اور جو مانگتے ہیں اور تمھارا دل مطمئن ہے اور حالات و قرائن ایسے موجود ہیں کہ واقعی یہ پیشہ ور نہیں ہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں وَفِي الرِّقَابِ۔ رِقَاب

رَقَبَةً کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے گردن۔ لیکن اس سے مراد غلام اور لونڈیاں ہیں۔ تو ایسی غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں لوگ ان کو رقم دیتے تھے کہ اپنے آقا کو دے کر آزادی حاصل کر لے۔ اس وقت شرعی طور پر غلام ہمارے علم میں نہیں۔ باقی یہ جو غنڈہ قسم کے لوگ ہیں کہ یہاں سے عورت اغوا کی اور سندھ میں فروخت کردی اور سندھ سے اغوا کی اور سرحد میں فروخت کردی۔

اس وقت بنگال بڑا غریب ملک ہے۔ وہاں تم کسی عورت کو کہو کہ تجھے روٹی پیٹ بھر کر ملے گی تو وہ بے چاری ساتھ چل پڑتی ہے۔ تو ایسی کئی عورتیں پاکستان میں لوگوں کے پاس ہیں اور لوگوں نے ان کی منڈی لگائی ہوئی ہے۔ بیچتے بھی ہیں اور بد معاشی بھی کراتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ حکومت کے سامنے ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ اسی طرح بچے اغوا ہوتے ہیں۔ اور یاد رکھنا! بچہ مر جائے تو ماں باپ کے لیے صبر کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر کوئی اٹھا کر لے جائے تو ساری عمر کا روگ لگ جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ غریبوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیوں کہ بڑوں کے بچے تو کاروں میں آتے جاتے ہیں۔ تو اس کے لیے بھی کوئی سخت قانون ہونا چاہیے اور پھر اس پر عمل بھی ہو۔ اور ماحول اتنا بگڑ چکا ہے کہ اس کی اصلاح بہت مشکل ہے لیکن ہمت نہ ہارو۔

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ اور نماز اُنھوں نے قائم کی وَآتَى الزَّكَاةَ اور اُنھوں نے زکوٰۃ ادا کی۔ اب دیکھو! یہاں زکوٰۃ دینے کا ذکر الگ کیا ہے اور پہلے مال دینے کا ذکر الگ کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں غریبوں کا حق ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی لوگوں کے حقوق ہیں۔ غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کا حق ہے، رشتہ داروں کا حق ہے۔ سب کے حقوق ادا کرو

وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ اور وہ لوگ جو پورے کرتے ہیں اپنے وعدے إِذَا عَاهَدُوا جب وہ وعدے کرتے ہیں۔ اور جو جان بوجھ کر وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ منافق کہلاتا ہے وَالصَّيرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ اور صبر کرنے والے ہیں مصیبتوں اور پریشانیوں میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ ساری اُمت میں پہلے نمبر کے مفسرِ قرآن ہیں اور تمام اُمت میں اول نمبر کے فقیہ ہیں۔ وہ الْبَأْسَاءِ کا ترجمہ کرتے ہیں الْفَقْرُ اور الضَّرَّاءِ کا معنی کرتے ہیں السَّقَمُ۔ تو مفہوم بنے گا فِي الْبَأْسَاءِ جب مالی طور پر محتاج ہوں پھر بھی صبر کرتے ہیں وَالضَّرَّاءِ اور بدنی طور پر کسی بیماری میں مبتلا ہیں تو پھر بھی صبر کرتے ہیں وَحِينَ الْبَأْسِ اور میدانِ جنگ میں جب کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں اس وقت بھی صبر کرتے ہیں۔ صبر کا بڑا مقام ہے۔ اور یہ جو مومنوں کو تکلیفیں آتی ہیں بشرطیکہ ہوں مومن۔ تو یہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ بلکہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُصِيبْ مِنْهُ ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔“ ان صبر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا یہ لوگ ہیں سچے۔ تو تم صرف قبلے کے مسئلہ کو لے کر پروپیگنڈہ کرتے ہو یہ بھی دیکھو کہ یہ کام بھی کرتے ہو یا نہیں وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی لوگ متقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔



## يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ  
 بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عَفَىٰ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ  
 فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدْوَارٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ  
 مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَعَلَهُ عَذَابٌ  
 أَلِيمٌ ١٧ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ  
 تَتَّقُونَ ١٨ كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ  
 خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا  
 عَلَى الْمُتَّقِينَ ١٩ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ  
 عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٢٠ فَمَنْ خَافَ  
 مِنْ مُّوَصٍّ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ  
 إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٢١

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو کُتِبَ فرض  
 کیا گیا، تحریر کیا گیا عَلَیْكُمْ تم پر الْقِصَاصُ قصاص فی الْقَتْلِ  
 مقتولوں کے بارے میں الْحُرُّ آزاد بِالْحُرِّ آزاد کے بدلے  
 وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ اور غلام کے بدلے غلام وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ اور عورت،  
 عورت کے بدلے فَمَنْ عَفَىٰ لَهُ پس جس کو معاف کر دیا گیا مِنْ أَخِيهِ

اس کے بھائی کی طرف سے شے کچھ حصہ فَاتَّبَاعَ بِالْمَعْرُوفِ  
پس پیچھا کرے اچھے طریق سے وَأَدَّاهُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ اور اس کو ادا  
کرے عہدگی کے ساتھ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ یہ تخفیف ہے تمہارے  
رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدَىٰ پس جس  
نے تجاوز کیا بَعْدَ ذَلِكَ اس کے بعد فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ پس اس کے  
واسطے عذاب ہے دردناک وَلَكُمْ اور تمہارے واسطے فِي الْقِصَاصِ  
قصاص میں حَيَوةٌ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ زندگی ہے اے عقل مندو!  
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم بچ جاؤ كُتِبَ عَلَيْكُمْ لکھی گئی تم پر إِذَا  
حَضَرَ جس وقت حاضر ہو أَحَدُكُمْ تم میں سے کسی پر الْمَوْتُ  
موت إِنْ تَرَكَ خَيْرًا اگر چھوڑا اس نے مال الْوَصِيَّةُ وصیت لکھی  
گئی لِلْوَالِدَيْنِ ماں باپ کے واسطے وصیت کرے وَالْأَقْرَبِينَ  
اور قریبی رشتہ داروں کے لیے بِالْمَعْرُوفِ اچھے طریقے کے ساتھ  
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یہ حق ہے متقیوں کے لیے فَمَنْ بَدَّلَهُ پس جس نے  
بدل دیا اس وصیت کو بَعْدَ مَا سَمِعَهُ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سن لیا تھا  
فَإِنَّمَا پس پختہ بات ہے إِثْمُهُ اس کا گناہ عَلَى الَّذِينَ ان  
لوگوں پر ہے يُبَدِّلُونَهُ جو اس کو بدلتے ہیں إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ  
تعالیٰ سَمِيعٌ سننے والا ہے عَلِيمٌ جاننے والا ہے فَمَنْ خَافَ

پس جس نے خوف کیا مِنْ مُوْصِ وصیت کرنے والے سے جَنَفًا کج روی کا اَوَاثِمًا یا گناہ کا فَاصِلَحَ بَيْنَهُمْ پس اس نے اصلاح ان کے درمیان فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا ہے رَحِيْمٌ مہربان ہے۔

### قصاں اور دیت کے احکام :

ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو حکم بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک حکم باقی ہے اور دوسرا منسوخ ہے۔ جو حکم باقی ہے وہ ہے قتل کے متعلق۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو دیدہ دانستہ قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کا حق دیا ہے اور یہ حق وارثوں کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ساری عدالتیں سزا کو بحال رکھیں تو پھر صدر کے پاس رحم کی اپیل ہوتی ہے اور وہ معاف کرتا ہے۔ یہ بالکل اسلام کے خلاف ہے صدر کو معافی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دیت لینا چاہیں یعنی مالی بدلہ، تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اور دیت کا مسئلہ پانچویں پارے میں مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں سو اؤنٹ دیت ہوتی تھی۔ اور اگر دینار کی شکل میں ادا کرتے تو ایک ہزار دینار تھا۔ یہ اس وقت سو اؤنٹ کی قیمت تھی۔ اور اگر چاندی کی شکل میں ادا کرتے تو دس ہزار درہم۔ آج سے تقریباً چار پانچ سال پہلے پاکستان کی حکومت نے ایک ہزار دینار کی قیمت لگائی تو تقریباً ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے۔ اور اگر اس پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر قصاص ہے۔ قتل کے بدلے قتل۔ تو دیدہ دانستہ قتل کے تین حکم ہیں اور یہ

تینوں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور اگر خطاً قتل ہو تو اس میں قصاص نہیں ہے صرف دیت ہے۔ بندوں کو دیت دینا پڑے گی۔ اور رب تعالیٰ کا حق جو ضائع کیا ہے تو اس کے لیے دو ماہ روزے یا غلام آزاد کرنا پڑے گا۔ اور اس کی تفصیل پانچویں پارے میں ہے۔ آج کل عموماً جو بسوں یا ٹرکوں کے نیچے آتے ہیں یہ قتل خطا ہی کی صورت بنتی ہے۔ کیوں کہ کسی کو کسی کے ساتھ دشمنی تو ہوتی نہیں۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اے لوگو! جو ایمان لائے ہو **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ** فرض کیا گیا تم اوپر قصاص۔ اور قصاص کا معنی ہے بدلہ **فِي الْقَتْلِ**۔ قتل کی قتل کی جمع ہے۔ مقتولوں کے بارے میں کہ جس نے قتل کیا ہے اس کو قتل کیا جائے **الْحَرُّ بِالْحَرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ** غلام غلام کے بدلے **وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ** اور عورت، عورت کے بدلے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی کچی اونچے خاندان کے آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو ایک کے بدلے دو قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے جس نے قتل کیا ہے خر ہے تو خر کے بدلے ایک ہی آئے گا۔

اسی طرح بعض خاندان ایسے تھے کہ اگر ان کے غلاموں کو قتل کیا جاتا تو کہتے تھے کہ اگرچہ یہ ہمارا غلام ہے مگر ہماری ذات تو اونچی ہے نا اس واسطے ہم نے تمہارے دو غلام قتل کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو کا حق نہیں ہے۔ ایک غلام کے بدلے ایک غلام ہی قتل کیا جائے۔ اسی طرح عورت کے بدلے عورت۔ یہاں بھی اس طرح کرتے تھے کہ چوں کہ ہمارا خاندان بڑا اور اونچا ہے اور تمہاری عورت نے ہماری عورت کو قتل کیا ہے لہذا ہم تمہاری دو عورتیں قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ تم

بے قصور کو ساتھ قتل کر دو کہ ایک کی جگہ دو قتل کرو۔

اب دیکھو! ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا نادانی کرتا ہے باپ کو علم بھی نہیں ہوتا یا دوسرے بھائی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے بھائی نے کیا شرارت کی ہے۔ تو اب اس بے گناہ کو قتل کرنے کا کیا معنی ہے؟ فَمَنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ پس جس کو معاف کر دیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی فَاتَّبِعْ بِالْمَعْرُوفِ پس پیچھے پڑنا ہے عہدگی کے ساتھ۔ مثال کے طور پر وارثوں نے کہا کہ ہم قصاص نہیں لینا چاہتے ہمیں تم دیت دے دو۔ تو فرمایا کہ اگر معافی مل گئی قصاص سے تو پیچھے پڑنا ہے عہدگی کے ساتھ کہ یہ جو رقم تم نے لینی ہے تو لیتے وقت تم سختی نہ کرو اور ادا کرنے والا وَادَّاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ وہ بھی عہدگی کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ وعدے کے مطابق ادا کر دے تاکہ بات آگے نہ بڑھے ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے وَرَحْمَةٌ اور تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ پس جس نے تجاوز کیا اس کے بعد فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ پس اس کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اس واسطے کہ قاتل سے دیت بھی لے لی اور پھر اس کو قتل بھی کر دیا یہ اس کی زیادتی ہے۔ یا جس نے دیت اپنے ذمہ لی ہے وہ اس میں ان کو خوار کرتا ہے دیت نہیں دیتا ٹال مٹول کرتا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔ تو جو بھی زیادتی کرے گا فرمایا اس کے واسطے دردناک عذاب ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّأُوْلِي الْاَلْبَابِ اور تمہارے واسطے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم قتل سے بچو۔

اسلامی قوانین کے فوائد :

اسلام کا ضابطہ یہ ہے کہ جس مقام پر جمعہ کی نماز ہوگی ایسی بستی میں ایک قاضی جو



قتل تک کے فیصلے کرے، مقرر کرنا پڑے گا تاکہ لوگوں کو دور دراز نہ جانا پڑے۔

نمبر ۲۔ شریعت میں کسی عرضی نویس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر خود لکھ سکتا ہے تو سادے کاغذ پر لکھ کر جج کے سامنے چلا جائے۔ اور اگر لکھنا نہیں جانتا تو زبانی بیان کرے وکیل کی بھی ضرورت نہیں۔ اب عرضی نویس کے پاس جاؤ گے تو وہ کھال اُتاریں گے پھر تمہیں وکیل کرنا پڑے گا بچی ہوئی چمڑی وہ اُتار لے گا۔ پھر کہیں جا کر جج کے پاس مقدمہ پیش ہوگا اور تاریخوں پر تاریخیں پڑیں گی۔

کل اخبار میں تھا کہ ایک آدمی کو گیارہ سال ہو گئے ہیں جیل میں پڑا ہوا ہے اور ابھی تک پیشی بھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی زندگی تو وہیں ختم ہو گئی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ مجرم ہے یا نہیں۔ تو اسلام میں نہ پکے کاغذ ہوں گے نہ عرضی نویس کی تحریر ضروری ہوگی نہ وکیل کی ضرورت ہوگی خود بہ خود جج کے پاس پہنچے گا وہ سنے گا۔ اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے اور وہ مطمئن ہو گیا تو ابھی مقتول کی لاش نہیں اُٹھے گی قاتل کا سرا تار دیا جائے گا۔ تو اب جس آدمی کو معلوم ہو کہ میری گردن بھی اُتر جائے گی تو وہ قتل کا اقدام نہیں کرے گا۔ یہاں تو شیطان کی آنت سے لمبے مقدمے چلتے ہیں اور رشوتیں چلتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قصاص میں تمہارے واسطے زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم بچ جاؤ۔ سعودیہ میں بھی اس وقت مکمل اسلام نافذ نہیں ہے۔ اور اگر مکمل نافذ ہے تو وہ طالبان (افغانستان) کے علاقے میں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ مزید کامیابیاں حاصل کریں۔ لیکن یورپ کی دنیا یہ بد باطن لوگ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پرے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے سکول بند کر دیئے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ کالج بند کر دیئے ہیں۔ ان کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ تاہم سعودیہ میں یہ ہے

کہ قصاص لیا جاتا ہے۔

دوسرا حکم ہے مرنے والے کا وارثوں کے لیے اپنے مال میں وصیت کرنا۔ اور یہ حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔ اُس وقت وراثت کے احکام نافذ نہیں ہوئے تھے۔ چوتھا پارہ سورۃ النساء میں وراثت کے احکام ہیں۔ کہ مرنے والے کے باپ کا یہ حق ہے، ماں کا یہ حق ہے، بیوی کا یہ حق ہے، بیٹے کا یہ حق ہے۔ اور یہ حکم پہلے کا ہے اس وقت یہ حق نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو پہلے کیا حکم تھا؟

فرمایا کُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ خَيْرًا ۚ۔ خیر سے مراد مال ہے۔ یعنی اگر اُس نے مال چھوڑا ہے تو الْوَصِيَّةُ تو لکھی گئی ہے وصیت۔ اور وصیت کس کے حق میں کرنی ہے؟ فرمایا لِلْوَالِدَيْنِ کہ میری ماں اس مال میں سے اتنا دے دینا اور باپ کو اتنا دے دینا وَالْأَقْرَبِينَ اور جتنے شرعی وارث ہیں چچے کو اتنا دے دینا، اور فلاں کو اتنا دے دینا۔ اور اب وراثت کا حکم نازل ہو چکا ہے اور رب نے خود متعین کر دیا ہے بِالْمَعْرُوفِ اچھے طریقے سے۔

### وصیت کے بعض احکام :

اور اب حکم یہ ہے کہ لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ پہلے شرعی وارث کے حق میں آدمی وصیت کر سکتا تھا اب وصیت نہیں کر سکتا۔ غیر وارث کو وصیت کر سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی کے پاس تین لاکھ روپیہ ہے۔ تو تین لاکھ میں سے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے وارثوں کی اجازت کے بغیر۔ کیوں کہ شریعت نے اس کو اجازت دی ہے اپنی جائیداد میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہے چاہے وہ منقولہ ہو یا غیر

منقولہ۔ باقی جو دو حصے ہیں وہ وارثوں کے ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر ان میں وصیت نہیں کر سکتا۔ وصیت یہ ہے کہ اتنا مال مسجد پر خرچ کر دینا، اتنا مدرسے پر خرچ کر دینا، اتنا فلاں غریب کو دے دینا جو بھی جائز قسم کی وصیت ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یہ پرہیزگاروں کے ذمہ اُس وقت لازم تھا فَصَحَّ بَدَلُهُ پس جس نے وصیت کو بدل دیا بَعْدَ مَا سَمِعَهُ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سُن لی بات فَإِنَّمَا إِثْمُهُ پس پختہ بات ہے کہ اس کا گناہ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اس کو بدل دیا۔ مثلاً: وصیت کرنے والے نے وصیت کی کہ یہ رقم تم نے مسجد یا دینی مدرسہ پر لگانی ہے لیکن پچھلوں نے مشورہ کیا کہ ہماری گلی بڑی خراب ہے اس پر لگا دو یا ہمارا راستہ بڑا خراب ہے اس پر لگا دو یا بیت الخلاء کی ضرورت ہے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس پر لگا دو اس کے مجاز نہیں ہیں۔ یعنی اس نے جو وصیت کی ہے اس کو بدلنے کے مجاز نہیں ہیں۔ مسجد کا کہا ہے تو مسجد میں لگاؤ، دینی مدرسہ کہا ہے تو دینی مدرسہ پر لگاؤ، قبرستان کے لیے وصیت کی ہے تو قبرستان میں لگاؤ، یتیم خانے کے لیے کہا ہے تو یتیم خانے میں لگاؤ۔ جو جائز کام اس نے کہے ہیں تم ان کو بدلنے کے مجاز نہیں ہو۔

اسی کا ذکر ہے فَصَحَّ بَدَلُهُ پس جس نے اس وصیت کو بدلا بَعْدَ مَا سَمِعَهُ بعد اس کے کہ اس نے سُن لی تھی فَإِنَّمَا إِثْمُهُ تو بے شک اس کا گناہ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ اُن لوگوں کے ذمے ہے جنہوں نے اس کو بدلا ہے إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے عَلَيْهِم اور تمہارے ارادوں کو بھی جانتا ہے فَصَحَّ خَافَ مِنْهُ مَوْصٍ جَقًّا پس جس نے خوف کیا وصیت کرنے والے سے کج روی کا۔ مثلاً: جہالت کی وجہ سے تیسرے حصہ سے زائد میں وصیت کر گیا أَوْ إِثْمًا یا گناہ کی وصیت کی۔

جیسا کہ اوکاڑہ کے قریب ایک بوڑھے نے فوت ہونے سے پہلے وصیت کی کہ جب میں  
مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کنجریاں بھی ناچیں گی، بھانڈ بھی گائیں گے، ڈھول  
باجے بھی ہوں گے۔ اور اس کام کے واسطے اُس نے رقم بھی مختص کی۔ اور یہ خبر باقاعدہ  
اخبارات میں آئی تھی۔ ایسے جاہل لوگ بھی موجود ہیں۔ اگر ایسی ناجائز وصیت کو بدل  
دے تو اس بدلے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

یا جس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے مرنے  
کے بعد تم نے مولوی، قاری بلا کر قرآن پڑھانا ہے اور کچھ رقم مختص کر کے کہے کہ یہ اُن کو  
دینی ہے تو یہ وصیت باطل ہوگی۔ کیوں کہ میت کے لیے اگر قرآن شریف اجرت پر پڑھا  
جائے تو پڑھنے والا بھی گناہ گار اور پڑھانے والا بھی گناہ گار اور اس کا ثواب بھی باطل  
ہے۔ اس واسطے فرمایا فَاصْلَحْ بَيْنَهُمْ پس وہ جس کی وصیت کی گئی ہے وہ اُن کے  
درمیان اصلاح کر دے یعنی رقم کو اچھی جگہ پر خرچ کر دے فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس  
پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۰﴾  
 أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ  
 فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ  
 مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ  
 لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۷۱﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ  
 الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ  
 شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى  
 سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ  
 بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ  
 وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۷۲﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو کُتِبَ عَلَيْكُمُ  
 لکھے اور فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے کَمَا كُتِبَ جیسے  
 لکھے گئے تھے عَلَى الَّذِينَ اُن لوگوں پر مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے  
 تھے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ دن  
 ہیں گنتی کے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا پس جو شخص تم میں سے مریض ہو  
 أَوْ عَلَى سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّةٌ پس گنتی پوری کرے مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

دوسرے دنوں سے وَعَلَى الَّذِينَ اور اُن لوگوں پر يُطِيقُونَهُ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدْيَةٌ فدیہ ہے طَعَامُ مَسْكِينٍ ایک مسکین کی خوراک کا فَمَنْ تَطَوَّعَ پس جو شخص خوشی کے ساتھ کرے خَيْرًا نیکی فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے وَأَنْ تَصُومُوا اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے واسطے بہتر ہے إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر ہو تم جانتے شَهْرَ رَمَضَانَ مہینہ رمضان کا الَّذِي وہ ہے أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ جس میں نازل کیا گیا قرآن هُدًى جو ہدایت ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں حاضر ہوا فَلْيَصُمْهُ پس اس کو روزے رکھنے چاہئیں وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اور جو شخص بیمار ہے أَوْ عَلَى سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّةٌ پس گنتی ہے مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ دوسرے دنوں کی يُرِيدُ اللَّهُ ارادہ کرتا ہے اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ تمہارے بارے میں الْيُسْرَ آسانی کا وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اور نہیں ارادہ کرتا تمہارے بارے میں تنگی کا وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور تاکہ تم پوری کرو گنتی وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ اور تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی عَلَى مَا أَنْ نِعْمَتٍ پر هَدَى كُمْ جو رب

نے تمہیں نصیب فرمائیں، ہدایت دی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں پر جو عبادات لازم فرمائی ہیں ان میں سے ایک روزہ بھی ہے۔ رمضان المبارک کے روزے ہر اس مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہیں جو تندرست ہو اور گھر میں مقیم ہو۔ تو اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمْ تحریر کیے گئے رب کی طرف سے فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے۔ روزہ فرض ہے اور جو شخص رمضان کے روزے کا انکار کرے وہ پکا کافر ہے۔ اور روزے کو تسلیم کرتے ہوئے نہیں رکھتا تو گناہ گار ہے۔ اور اسی طرح تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں كَمَا كُتِبَ عَلٰی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تفصیل تو ہمیں معلوم نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واضح کرتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزے تھے، کسی پر کم اور کسی پر زیادہ۔ یہ روزے تم پر کیوں فرض کیے گئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی، پرہیزگار بن جاؤ۔

روزے سے تقویٰ کیسے آئے گا؟

اب بندہ روزے سے کس طرح متقی بنے گا؟ اگر انسان انسان ہے تو تھوڑی سی توجہ سے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رمضان کریم کے مہینے میں پوپھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک اس کے لیے پانی بھی حرام اور رزق بھی حرام اور بھی جائز چیزیں ساری حرام۔ جب کہ صبح صادق سے پہلے بھی جائز تھیں، کھاتا تھا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کے لیے جائز ہیں کھائے گا۔ اس دوران میں یہ چیزیں کیوں حرام ہیں؟

اس لیے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے تم پو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک نہیں کھا سکتے۔ جو اس نکتے کو سمجھے گا تو وہ ضرور غور کرے گا کہ جس رب نے یہ چیزیں چند گھنٹوں کے لیے حرام فرمائی ہیں تو وہ پیزیں جو رب نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ یعنی جو چیزیں رب تعالیٰ نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ بھی تو مجھے ماننی پڑیں گی۔ اس بارے میں بخاری شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ أَلْمَزَ يَدَّعِ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَّعِ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ جس آدمی نے زبانی طور پر جھوٹ نہ چھوڑا اور نہ عملی طور پر جھوٹ چھوڑا تو رب تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کیوں اس نے کھانا پینا چھوڑا ہے۔ جو چیز حرام ہے مثلاً: جھوٹ، وہ تو بولے جارہا ہے۔ اور عملی طور پر جو جھوٹ ہے وہ کیے جارہا ہے تو کھانے پینے سے گریز کرتا ہے اس کا کیا فائدہ؟

جھوٹ جس طرح قولاً ہوتا ہے اسی طرح عملاً بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی ڈاڑھی سفید ہے، سر سفید ہے، مرد ہے یا عورت۔ وہ اگر سفید رکھیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر وہ مہندی لگائیں تو یہ بھی سنت ہے۔ اور اگر وہ خضاب لگائیں، ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کالا کریں تو یہ عملی جھوٹ ہے۔ کیوں کہ بال تو سفید ہیں اور اس نے کالے کیے ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے جو کہ نسائی شریف میں ہے کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ وہ بال کالے کریں گے۔ فرمایا جنت کی خوش بو بھی نہیں سونگھ سکیں گے۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی۔ تو خضاب لگانا مرد کے لیے بھی اور عورت کے لیے بھی حرام ہے۔ اسی طرح فریب، مکر یہ عملی جھوٹ ہیں۔

تو جس شخص نے روزے کی حقیقت سمجھی وہ یقیناً ان چیزوں کی حقیقت بھی سمجھے گا



اَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ یہ روزے تمہارے واسطے گنتی کے دن ہیں۔ اتنیس یا تیس دن ہوں گے، نہ اٹھائیس کا مہینہ ہوتا ہے اور نہ اکتیس کا۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو مگر بیمار کیسا۔ وہ بیمار کہ اس کا مزاج اور طبیعت خدا خونی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرے کہ مے رے اوپر جو بیماری کا حملہ ہوا ہے اس میں میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ خود انسان کا نفس بھی مفتی ہے۔ بعض اوقات کچھ مقام ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی پر اچانک حملہ ہوتا ہے اور وہاں سے ڈاکٹر اور حکیم دور ہوتے ہیں آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا تو خود شریعت نے اسے مفتی بنایا ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ یہ جو بیماری کا میرے اوپر حملہ ہوا ہے اس کی وجہ سے میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور قیامت کو سامنے رکھے کہ کل رب تعالیٰ کو جواب دینا ہے اور میں رب تعالیٰ کو کہہ سکوں گا کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میرے اوپر ایسی بیماری نے حملہ کیا تھا کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اس عذر کو اللہ تعالیٰ قبول کر لے گا تو روزہ چھوڑ دے۔ یا ایسا بیمار ہو کہ جس کے بارے میں حکیم اور ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس بیماری میں اس کے لیے روزہ صحیح نہیں ہے۔ اور حکماء اور ڈاکٹروں کے لیے تین شرطیں ہیں:

❁ پہلی شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مسلمان ہوں غیر مسلم ڈاکٹر اور حکیم کی بات شرعی طور پر حجت نہیں ہے۔

❁ دوسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر خود نماز اور روزے کے پابند ہوں، فاسق کی بات شرعاً حجت نہیں ہے۔

❁ تیسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مستند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ باپ دادا کی شیشیاں اکٹھی کر کے حکیم، ڈاکٹر بن گیا ہو۔ پھر جو روزے چھوڑے گا ان کے بارے میں آگے

ذکر آتا ہے کہ ان کی قضا کرنا پڑے گی۔ اور یاد رکھنا! ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔ آج اس زمانے میں کون سا آدمی ہے جو بالکل تندرست ہو۔ کھادوں والی خوراکیں ہیں۔ پھر ہر چیز میں ملاوٹ ہے کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ اور ہم ہیں بھی تن آسان کہ بدن سے کام نہیں لیتے۔ بدن حرکت بھی نہ کرے اور خوراک بھی کھادوں والی ہو تو بیمار تو ہونا ہے۔ اور دوائی بھی خالص نہیں ملتی۔ تو ایسے دور میں بہت کم لوگ ہیں جو تندرست ہیں لہذا ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا صرف وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے جس کو روزے کی وجہ سے تکلیف ہو مذکورہ شرطوں کے ساتھ۔

**مسافر روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے :**

أَوْ عَلَى سَفَرٍ یا بندہ سفر پر ہو۔ اور شرعی طور پر سفر اڑتا لیس میل ہے۔ چاہے وہ سفر بس کا ہو، کار کا ہو یا گاڑی کا ہو، چاہے پیدل ہو۔ یک طرفہ سفر اڑتا لیس میل۔ لیکن اگر سفر میں مسافر روزہ رکھ سکتا ہے تو بہتر ہے کیوں کہ اس کی اجازت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مسافر کے لیے روزہ چھوڑنا فرض ہے لہذا رکھے تو نُؤُذُ عَلٰی نُورِ ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے ساتھ مطابقت بھی ہو جائے گی اور رمضان المبارک کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

نماز اور روزے کا تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر یک طرفہ سفر اڑتا لیس میل ہو تو مسافر کو چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنا پڑتی ہیں۔ اگر چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ مثلاً: ظہر کی چار یا عصر کی چار پڑھے گا یا عشا کی چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ اس واسطے کہ آنحضرت ﷺ سے کسی سفر میں چار رکعت ثابت نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے دو ہی پڑھی ہیں۔ اور روزے آپ ﷺ نے سفر میں رکھے بھی ہیں

اور چھوڑے بھی ہیں۔

۸ھ رمضان المبارک میں فتح مکہ کا سفر تھا۔ قدید ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں پہنچنے تک آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روزے رکھے۔ حالانکہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ انگریزی میلوں کے حساب سے تین سو گیارہ میل ہے۔ پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ گرمی بہت ہے اور بعض لوگ بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں تو آپ ﷺ نے ظہر کے بعد سب کے سامنے پیالے میں پانی لے کر پیا اور فرمایا کہ تم روزہ توڑ لو اور آج کے روزے کی قضا کر لینا۔ نماز کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام مقیم ہے تو اس کے پیچھے چار رکعت پڑھنی ہے۔

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اگر وہ سفر پر ہے تو اس کو دوسرے دنوں کی گنتی پوری کرنی پڑے گی۔ رمضان کریم کے بعد جب تندرست ہو جائے اور سفر سے واپس آ جائے تو جتنے روزے چھوڑے ہیں اتنے دن روزے رکھے اور جتنے روزے رہ گئے ہیں مسلسل بھی رکھ سکتا ہے اور الگ الگ کر کے بھی۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِذْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ایک مسکین کی خوراک ہے۔ اگر کوئی آدمی یا عورت زیادہ بوڑھے ہیں، وہ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ وہ ایک مسکین کو شام کے وقت اور سحری کے وقت کھانا کھلا دیں جیسا خود کھاتے ہیں اور اگر کچا راشن دینا چاہیں تو اتنا دیں کہ وہ ہر مسکین کی خوراک بن سکے۔ کیوں کہ یہاں پر چیزوں کا بھاء کچھ ہے اور گوجرانوالا میں کچھ اور ہوگا اور لاہور میں کچھ اور ہوگا۔ بہر حال اتنا ہو کہ مسکین کی دو وقت کی خوراک ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ اس کی بیماری سے شفا یابی عادتاً نہیں ہوتی مثلاً: ٹی، بی کے تیسرے،

چوتھے مرحلے پر پہنچ چکا ہو تو وہ بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور جو بیمار تندرست ہو سکتا ہے وہ باقاعدہ قضا کرے گا۔ اور اگر کسی نے اس ذہن سے روزے چھوڑے کہ میں تندرست نہیں ہو سکتا اور فدیہ بھی دے دیا۔ پھر رب تعالیٰ نے اس کو تندرستی دے دی تو یہ روزے پھر بھی اسے قضا کرنا پڑیں گے۔ اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔ کیوں کہ یہ فدیہ مشروط تھا کہ اس کو صحت نہیں ہوگی اور رب تعالیٰ نے اس کو صحت دے دی، لہذا روزے رکھنا پڑیں گے اور ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نماز، روزہ، عشر، زکوٰۃ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے یہ معاف نہیں ہوتیں جب تک حساب کر کے ان کی قضا نہ کر لو۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا پس جس نے دل کھول کر نیکی کی کہ ایک کی جگہ دو کو کھانا کھلایا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهِ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ یا تھوڑی رقم کی جگہ زیادہ دے دی تاکہ فراخی سے وہ کھائے تو بہت اچھا ہے وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر طاقت ہو۔ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم جانتے ہو۔

رمضان المبارک میں سارے قرآن کے نزول کا معنی :

فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ رمضان کا مہینہ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کریم اتارا گیا ہے۔ قرآن کریم رمضان کریم کی آخری راتوں میں سے جو طاق رات ہے اس میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت العزت اور بیت العظمت۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں مکمل قرآن پاک نازل فرمایا۔ یہاں پر نزول سے مراد یہ ہے۔ پھر اس بیت العزت اور بیت العظمت سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر تیس سالوں میں نازل ہوتا رہا

ہے۔ سب سے پہلے جبل نور کی چوٹی پر جس کو پہلے فاران کہتے تھے۔ یعنی پہلی کتابوں میں جبل نور کا نام جبل فاران ہے اور اب اس کو جبل نور کہتے ہیں۔ اس کی چوٹی پر غار حرا میں سورہ اقرأ کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اور قرآن پاک کی آخری وحی، ہجرت کا دسواں سال، ذوالحجہ کا مہینہ اور اس کی نو تاریخ، جمعہ کا دن اور عصر کا وقت تھا یہ آیت نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا اس کے بعد اور وحی تو نازل ہوتی رہی ہے لیکن قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوا۔

هُدًى لِلنَّاسِ یہ قرآن پاک لوگوں کے لیے ہدایت ہے مگر وہ شخص کہ جو خالی الذہن ہو اور اگر اور چیزوں سے دماغ بھرا ہوا ہو تو پھر مشکل ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پیالہ خالی ہے اس میں تم ہیرے اور موتی ڈالو تو آئیں گے۔ اور اگر پیالہ خشک گوبر سے بھرا ہوا ہو تو موتی نیچے گر جائیں گے۔ معاف کرنا ہمارے دل اس وقت گناہوں کے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں اس واسطے صحیح بات ہمارے برتن میں نہیں آتی، نیچے گر جاتی ہے۔ اگر ہمارے برتن خالی ہوں تو پھر یہ موتی ضرور اس میں آسکتے ہیں۔ وَ بَيَّنَّتْ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَ الْفُرْقَانِ اور یہ قرآن پاک حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں موجود ہو فَلْيُصِمْهُ اس کو روزہ رکھنا چاہیے وَ مَنْ كَانَ مَرِيضًا اور جو بیمار ہے اَوْ عَلَى سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَحِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اٰخَرَ پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں کی۔ جتنے روزے سفر میں یا بیماری میں چھوڑے ہیں اتنے اس کو رکھنے پڑیں گے۔ يَرْيَدُ اللّٰهُ بِكُمْ الْيُسْرَ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں آسانی کا

ارادہ فرماتے ہیں۔ دیکھو! یہ کتنی آسانی ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ چاہے بیمار ہو روزے رکھو چاہے مر جاؤ۔ اسی طرح سفر میں بھی اجازت دی ہے۔ اگر تنگی کا حکم دیتا تو فرماتا چاہے مر جا روزہ رکھو وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اور تمہارے بارے میں رب تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی عبادت لازم نہیں فرمائی کہ جس میں تم تنگی محسوس کرو وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ یہ دوسرے دنوں میں روزہ قضا کرنے کا حکم اس واسطے ہے تاکہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو۔ جتنے روزے تم نے بیماری یا سفر میں چھوڑے ہیں وہ رکھ لو تاکہ تمہارے روزے انتیس یا تیس پورے ہو جائیں وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو عَلَى مَا هَدٰكُمْ اُس چیز پر جو رب نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

ہر وقت رب تعالیٰ کی حمد و ثنا ہونی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمے بڑے بہترین ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ہر وقت پڑھتے رہنا چاہیے وضو ہو یا نہ ہو۔ اور عورتیں ان دنوں میں بھی پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں ان کو نماز کی معافی ہے۔ نماز نہیں پڑھ سکتیں مگر درود شریف پڑھ سکتی ہیں، رب تعالیٰ کا ذکر بھی کر سکتی ہیں وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ظاہری باطنی تکلیفیں دور فرمائی ہیں اور تمہیں ہدایت نصیب فرمائی ہے۔



وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي  
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ أَحَلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى  
نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ  
أَنْكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ  
فَالَّذِينَ بَاشِرُوا هُنَّ وَأَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا  
حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ  
الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُوا الصِّيَامَ إِلَى الْبَيْتِ وَلَا تَبَاشِرُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ  
عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا كَذَلِكَ  
يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ  
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِيَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ  
أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾

وَإِذَا سَأَلَكَ اور جب پوچھتے ہیں آپ سے عِبَادِي میرے  
بندے عَنِّي میرے بارے میں فَإِنِّي قَرِيبٌ پس بے شک میں  
قریب ہوں أُجِيبُ میں قبول کرتا ہوں دَعْوَةَ الدَّاعِ پکارنے والے  
کی پکار کو إِذَا دَعَانِ جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي پس  
چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں وَلْيُؤْمِنُوا بِي اور ایمان لائیں مجھ پر لَعَلَّهُمْ  
يَرْشُدُونَ تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں أَحَلَّ لَكُمْ حلال کر دیا گیا

ہے تمہارے لیے لَيْلَةَ الصِّيَامِ روزوں کی راتوں میں الرَّفَثُ بے پردہ ہونا إِلَى نِسَائِكُمْ اپنی بیویوں کے ساتھ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وہ لباس ہیں تمہارا وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور تم لباس ہو ان کا عَلِمَ اللَّهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے أَنَّكُمْ بے شک تم كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ خیانت کرتے ہو اپنی جانوں کے ساتھ فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر وَعَفَا عَنْكُمْ اور درگزر کر دیا تم سے فَالَّذِينَ بَاشِرُوا هُنَّ پس اب تم مباشرت کرو ان سے وَابْتَغُوا اور تلاش کرو مَا اس چیز کو كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ جو لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا اور کھاؤ اور پیو حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمْ یہاں تک کہ نمایاں ہو جائے تمہارے لیے الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ سفید دھاگا مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ سیاہ دھاگے سے مِنَ الْفَجْرِ فجر سے ثُمَّ آتَمُوا الصِّيَامَ پھر پورا کرو تم روزے کو إِلَى الْإِيلِ رات تک وَلَا تَبَاشِرُوا هُنَّ اور تم مباشرت نہ کرو ان عورتوں سے وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ جب ہو تم اعتکاف بیٹھنے والے فِي الْمَسْجِدِ مسجد میں تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَقْرَبُوهَا پس تم ان کے قریب نہ جاؤ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ آیتہ اپنے احکام لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں



وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ نَاحِقَ طَرِيقَةٍ وَتَذْلُوا بِهَا أَمْوَالَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ  
 مَالِ إِلَى الْحُكَّامِ حَاكِمُونَ كَيْفَ تَقَاسِمُونَ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ  
 تَاكُلُوا كَمَا تَرْضَوْنَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ بِطَرِيقٍ نَاحِقَةٍ طَرِيقَةٍ وَ  
 أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ حَالَانِ كَمَا تَعْلَمُونَ

ما قبل سے ربط :

اس سے پہلے ذکر تھا وَتَسْكَبُوا عَلَى مَا هَدَيْكُمْ ”اور تاکہ تم بڑائی بیان  
 کرو اللہ تعالیٰ کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں طریقہ سکھلایا ہے۔“ اب یہاں اس بڑائی  
 بیان کرنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں کہ زور زور سے پکارنے کی ضرورت نہیں اس  
 لیے کہ رب تعالیٰ قریب ہے۔ اس کو خشوع اور عاجزی کے ساتھ آہستہ ہی پکارو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ربط کے  
 بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی رمضان المبارک کے متعلق بعض احکام میں نرمی  
 اور سہولت کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی اسی کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ اپنے بندوں کے حال پر توجہ اور مہربانی فرماتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اللہ  
 تعالیٰ کے قریب ہونے اور دعا کو قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔

رمضان المبارک میں بندوں کے نیک اعمال اور دعاؤں کی طرف توجہ عام  
 حالات کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہاں بتا دیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے اس کو  
 جب بھی پکارو وہ تمہاری دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔

اللہ ذات وصفات ہر لحاظ سے قریب (ہر جگہ) ہے :

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایک دیہاتی نے پوچھا اَقْرَبُ رَبِّنَا فَتُنَاجِيْهِ ”کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس کو آہستہ پکاریں اَمْ بَعِيْدٌ فَتُنَادِيْهِ یا دور ہے کہ ہم اس کو زور زور سے پکاریں۔“ تو نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا سَاَلْتَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَلَا تَقْرَبْ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ بے شک میں قریب ہوں۔

ایک روایت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے پوچھا اَيُّنَ رَبِّنَا ”ہمارا رب کہاں ہے؟“ تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِذَا سَاَلْتَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَلَا تَقْرَبْ -

اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور دعا کرنے میں اصل یہ ہے کہ آہستہ پکارا جائے اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے: اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً [الاعراف: ۵۵] ”تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ آہستہ پکارو۔“ ہاں جہاں شریعت نے بلند آواز سے پکارنے کا کہا ہے وہاں بلند آواز سے پکارا جائے گا۔ جیسا کہ اذان اور اقامت میں اور ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق اور محرم کا تلبیہ کہنا وغیرہ۔ ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنی کتاب حکم الذکر بالجہر میں بیان کر دی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں۔

وَ اِذَا سَاَلْتَ عِبَادِيْ عَنِّيْ اور جب آپ سے پوچھیں میرے بارے میں فَلَا تَقْرَبْ

قَرِيبٌ پس بے شک میں قریب ہوں۔ قریب کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور علم و قدرت کے لحاظ سے قریب ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ طلاق کے آخر میں ہے وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ”بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔“ اور بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے اور بلندی پر چڑھتے اور ڈھلوان میں اترتے اور کسی وادی میں اترتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے تو آپ ﷺ ہمارے قریب آئے اور فرمایا لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ عُمَّيًّا وَلَا غَائِبًا اس لیے تم کسی بہرے اور غیر موجود کو تو نہیں پکار رہے اِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا بلکہ تم تو سميع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ أَقْرَبُ إِلَىٰ أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقٍ رَاحِلَتِهِ بے شک وہ ذات جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تمھاری سواری کی گردن سے بھی تمھارے زیادہ قریب ہے۔ اور قرآن کریم سورہ قی میں ہے: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ”کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“ تو اللہ تعالیٰ ذات اور صفات ہر لحاظ سے قریب ہے۔

أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا میں قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ دعا کی قبولیت کے لیے جن باتوں کا ہونا ضروری ہے اگر آدمی نے ان باتوں کو پورا کیا تو ایسے آدمی کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔

○ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ آدمی حلال رزق کھائے اور حرام کے قریب بھی نہ جائے۔

○ اور دوسری بات یہ ہے کہ آدمی گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

○ اور تیسری بات یہ ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ دعا کرے۔

یہ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبٌ لَاهٍ غَافِلٍ ”بے شک اللہ تعالیٰ غافل اور لہو و لعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔“ اور دعا کے سلسلے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ آدمی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے کہ یوں کہنا شروع کرے کہ میں اتنا عرصہ رب تعالیٰ سے دعا کرتا رہا وہ میری دعا قبول ہی نہیں کرتا۔ اور پھر اس خیال سے دعا کرنا ہی چھوڑ دے۔ اور دعا کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی دعا رائیگاں نہیں جاتی بلکہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی آرزو کے مطابق اس کو دے دیتے ہیں یا اس کا نعم البدل اس کو مل جاتا ہے یا اس کی دعا آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے۔

فَلَيْسَتْ جَيِّوَانِي پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بندے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی درخواست مجھ سے کریں اس لیے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کرنے والا میرے سوا کون ہو سکتا ہے۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ جیسے میں ہر وقت ان بندوں کی دعا قبول کرتا ہوں تو بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری عبادت کریں اور میرا حکم ماننے سے اعراض نہ کریں بلکہ وہ میرا حکم مانیں۔

وَلْيُؤْمِنُوا بِي اور چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں۔ سیدھی راہ پر آدمی اس صورت میں آسکتا ہے جب اللہ پر ایمان رکھے اور ہر مشکل میں اسی کو پکارے اور اسی کے احکام مان کر زندگی گزارے۔

روزہ کے بعض احکام :

أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرَّفْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ حلال کر دیا گیا ہے تمہارے

لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا یعنی ان سے ہم بستری کرنا۔  
 اس رکوع کے شروع میں روزوں کے متعلق ذکر تھا پھر درمیان میں رمضان  
 المبارک کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہوا۔  
 اور پھر اللہ تعالیٰ سے متعلق عقیدہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور ہر پکارنے والے کی  
 پکار کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اب پھر اسی مضمون کو بیان کیا جا رہا ہے جو رکوع کی ابتداء  
 میں شروع کیا گیا تھا اور روزوں سے متعلق بعض اور احکام بیان کیے جا رہے ہیں۔

ابتداء اسلام میں قانون یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد کھانا پینا  
 اور بیوی سے ہم بستری کرنا منع تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص روزہ کے افطار کے وقت یا بعد  
 میں سو گیا تو اس کے لیے بھی کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا منع تھا۔

مسند احمد میں روایت ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب تک  
 سوتے نہیں تھے اس وقت تک کھاتے پیتے اور بیویوں سے ہم بستری کرتے تھے اور جب  
 کوئی سو جاتا تو پھر یہ چیزیں اس کے لیے منع تھیں۔ اسی دور میں انصار میں سے ایک آدمی  
 حضرت حرمۃ بن قیس رضی اللہ عنہ جو کاشت کار تھے۔ وہ کام کاج سے تھکے ماندے افطار کے  
 وقت گھر آئے اور بیوی سے کہا کیا کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا تیار تو نہیں البتہ میں کچھ  
 انتظام کرتی ہوں۔ جب بیوی کھانا تیار کر کے لائی تو دیکھا کہ ان کی آنکھ لگ گئی اور سو  
 گئے۔ ان کو سویا ہوا دیکھ کر بیوی پریشان ہو گئی اور ان کو بغیر کچھ کھائے پیے اگلے دن کا  
 روزہ رکھنا پڑا۔ جب آدھا دن گزرا تو کمزوری کی وجہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔  
 اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم  
 نازل ہوا کہ تم فجر طلوع ہونے تک کھاپی سکتے ہو۔

اور بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان کے روزوں کا حکم ہوا تو سارا رمضان بیویوں سے ہم بستری منع تھی مگر کچھ لوگ برداشت نہ کر سکے اور رات کو بیویوں کے پاس چلے گئے اور اپنے آپ سے خیانت کر بیٹھے تو پھر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا: عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس کارروائی کو معاف کر دیا اور تم پر رجوع فرمایا۔

أَجَلْ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے جماع کرنا اپنی عورتوں سے روزوں کی راتوں میں۔ الرَّفْتُ یہ کنایہ ہے جماع ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ وہ عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔

### میاں بیوی کے باہمی حقوق :

عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا کہ جس طرح لباس زینت کا باعث ہے اسی طرح یہ بھی ایک دوسرے کے لیے زینت کا باعث ہیں۔ اور جس طرح لباس جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح مرد و عورت بھی ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں۔ اور جس طرح مرد لباس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور عورت لباس سے فائدہ اٹھاتی ہے اور لباس اور جسم کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح میاں بیوی بھی آپس میں کسی حائل کے بغیر ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے ان کو ایک دوسرے کے حق میں لباس کہا گیا ہے۔ اور اسی لیے منع کیا گیا کہ عورت اپنی سہیلیوں میں بیٹھ کر مرد کی راز کی باتیں بیان نہ کرے اور مرد کو بھی منع کیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں میں اپنی بیوی کی راز

کی باتیں ہرگز بیان نہ کرے۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ اللّٰهُ تَعَالٰی  
جانتا ہے کہ تم اپنے آپ کے ساتھ خیانت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع کیا اور  
تم سے درگزر کر دیا۔

رمضان المبارک میں رات کو اپنی بیویوں کے پاس جانے کی پابندی کے باوجود  
بعض لوگ برداشت نہ کر سکے اور بیویوں سے ہم بستری کر بیٹھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ یہ حضرات بھی تھے۔ بے  
شک ان سے یہ لغزش ہوئی مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تو اب کوئی آدمی ان  
پر طعن کے طور پر ان کی غلطی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قسم کے واقعات بیان کرنے  
میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاں بھی غلطی ہوئی اور اس کا بیان قرآن کریم  
اور احادیث میں ہوا تو سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معاف کر دینے کا ذکر بھی ہوا  
ہے۔ اس لیے کوئی شخص بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی غلطیوں کو طعن کے طور پر بیان نہیں کر سکتا۔

فَاَنْتُمْ بَاَشِرُوْهُنَّ وَاَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ پس اب تم ان عورتوں سے  
مباشرت کر سکتے ہو اور تلاش کرو اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ میاں  
بیوی کا مقصد ہم بستری سے صرف شہوت کا پورا کرنا ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ مقصد نسل  
انسانی کی بقاء اور اولاد ہونی چاہیے۔ وَكُلُّوْا وَاَشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰی يَتَبَيَّنَ  
لَكُمْ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے  
تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے فجر سے۔ یعنی فجر طلوع ہو جائے۔ ابتداء میں  
مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل نہیں ہوا تھا تو بخاری شریف وغیرہ کی روایات میں ہے کہ بعض

حضرات نے اپنی ٹانگوں سے سفید اور کالا دھاگا باندھ رکھا تھا اور پھر رات کو دیکھتے رہتے کہ دونوں دھاگوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔

## قرآن فہمی کے لیے سنت سے رجوع ضروری ہے :

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ تو میں نے اپنے سرہانے کے نیچے کالا اور سفید دھاگا رکھ لیا اور رات کو دیکھتا رہتا اور جب تک ان دونوں میں فرق نمایاں نہ ہوتا تو میں کھاتا پیتا رہتا۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا سر ہانا تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ ان دھاگوں سے مراد ظاہری دھاگے نہیں بلکہ کالے دھاگے سے مراد رات کی سیاہی اور سفید دھاگے سے مراد صبح کی سفیدی ہے۔ اور پھر مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل ہوا کہ رات کی تاریکی سے دن کی سفیدی واضح ہو جائے۔ اور یہ صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔ تو اب اس وقت تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہے خواہ رمضان کا روزہ افطار کر کے آدی سو جائے یا نہ سوئے۔ ہر حال میں صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں ان چیزوں کی اجازت ہے۔

آپ غور کریں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان کے ماہر تھے انھی کی زبان میں قرآن کریم نازل ہوا اور وہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے۔ اس کے باوجود کئی مقامات میں وہ قرآنی آیات کا مفہوم از خود نہ سمجھ سکے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ تو آج کے دور میں غلام احمد پرویز اور اس جیسے دیگر ملحد لوگ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم احادیث کے بغیر ہی قرآن کریم کو سمجھ سکتے ہیں۔



ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ پھر تم پورا کرو روزے کو رات تک۔ پہلے روزہ شروع ہونے کا وقت بتایا گیا کہ فجر طلوع ہونے تک کھاپی سکتے ہو اور جب فجر طلوع ہو جائے تو کھانا پینا منع ہے اس لیے کہ روزے کا وقت شروع ہو گیا۔ اب روزے کا آخر وقت بیان کیا جا رہا ہے کہ رات شروع ہوتے ہی روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے جب سورج غروب ہو جائے۔

### عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے :

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ اور تم ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ مرد حضرات مسجد میں اعتکاف بیٹھیں گے اور عورتوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں جگہ بنا کر اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں حالات اچھے تھے۔ مردوں اور عورتوں میں اسلامی غیرت تھی اس لیے اس دور میں عورتیں مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی خواہش رکھتی تھیں اس لیے بعض ازواج مطہرات نے مسجد میں خیمے لگائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔

[بخاری: جلد 1، صفحہ 273]

اور باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و بیوتہن خیر لهن کہ ان کے گھر ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں۔ بعد میں حالات درست نہ رہے، خواہشات نفسانیہ کا غلبہ ہو گیا۔ مردوں اور عورتوں میں پہلے جیسی غیرت نہ رہی تو آج کے دور میں عورتوں کو گھر ہی میں اعتکاف کا کہا جائے گا۔ مساجد میں ان کا اعتکاف بیٹھنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

مرد مساجد میں اعتکاف بیٹھتے ہیں مسجد کے اندر تو عورت سے جماع کیا ہی نہیں جا سکتا اور مسجد سے باہر معتکف صرف قضائے حاجت وغیرہ کے لیے ہی جا سکتا ہے اور حاجات ضروریہ میں جماع شامل نہیں ہے اس لیے جماع کے لیے مسجد سے باہر بھی نہیں جا سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو تو اپنی عورتوں سے ہم بستری نہیں کر سکتے۔ نہ مسجد کے اندر اور نہ مسجد سے باہر۔ اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے ہم بستری ممنوع ہے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں پس تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ منع کردہ احکام سے روکنے میں یہ کمال مبالغہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ تا کہ غفلت سے کہیں ان حدوں کو توڑ ہی نہ دو۔

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو لوگوں کے لیے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کیے ہیں اسی طرح اپنے دیگر احکام بھی صاف اور واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کر کے پرہیزگار بن جائیں۔

## رشوت ستانی کی مذمت :

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور نہ کھاؤ تم اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے۔ پہلے اس کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ تو پرہیزگار بننے کے لیے حرام سے بچنا بھی ضروری ہے اس لیے فرمایا کہ کسی بھی باطل اور ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ چوری، ڈاکا، رشوت، خیانت اور سود وغیرہ سب باطل طریقے ہیں ان سے بچو۔

تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں مستجاب الدعاء بن جاؤں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ میری دعا قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مستجاب الدعاء بننا چاہتے ہو تو حرام کے قریب نہ جاؤ۔ اس لیے کہ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے آدمی چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم رہتا ہے۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

وَتَذْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ تَتَاكَلُوْنَ اَفَرِيقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال حاکموں کے پاس تاکہ کھاؤ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے اور اخبارات میں بھی اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ ایک فریق نے ناجائز طور پر کسی کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لیے مقدمہ دائر کر دیا ہے اور وکیل کو فیس دے کر یا حج کو رشوت دے کر مقدمہ جیت لیا۔ تو اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ بِالْاِثْمِ سے مراد ناجائز طریقہ خواہ جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے طور پر ہو یا کسی اور طریقہ سے وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تمہاری یہ کارروائی ظالمانہ ہے۔

اگر حاکم تمہاری اس غلط کارروائی میں شریک ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رشوت خور حاکموں کو جانتے ہوئے بھی انھی کے پاس ایسے مقدمات لے کر جاتے ہو تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ کھا لو۔

اور اگر حاکم تمہاری اس کارروائی میں شریک نہیں ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم تو جانتے ہو کہ تم نے دعویٰ غلط اور ناجائز دائر کیا ہے اور حاکم تو بے خبر ہے اور اس نے تو ظاہر کے لحاظ سے فیصلہ دینا ہے اور تم جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے ساتھ اپنے دعویٰ کو حاکم

کے سامنے ثابت کر دو تو اس ساری کارروائی کا وبال تم پر ہی پڑے گا اس لیے کہ تم جانتے

ہو۔



## يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآهْلِ

قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا  
 الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأَتُوا الْبُيُوتَ  
 مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٨﴾ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ  
 اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
 الْمُعْتَدِينَ ﴿٩٩﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ  
 مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ  
 عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ  
 فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾ فَإِنْ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ  
 غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠١﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ  
 الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٠٢﴾

يَسْأَلُونَكَ سوال کرتے ہیں تجھ سے عَنِ الْآهْلِ چاندوں کے

بارے میں قُل کہہ دے ہي یہ جو چاند ہیں مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ  
 لوگوں کے وقت پہچاننے کے لیے ہیں وَالْحَجِّ اور حج کے لیے وَلَيْسَ  
 الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ یہ کہ تم آؤ گھروں میں مِنْ  
 ظُهُورِهَا ان کے عقب سے عقب لگا کر وَلَكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی  
 مَنِ اتَّقَى اس شخص کی ہے جو ڈرتا رہا وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا اور آؤ تم

اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو  
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ وَقَاتِلُوا اور لڑو فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
اللہ تعالیٰ کے راستے میں الَّذِينَ ان لوگوں سے يُقَاتِلُونَكُمْ جو  
تمہارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوا اور تم تجاوز نہ کرو إِنَّ اللَّهَ  
بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ نہیں محبت کرتا تجاوز کرنے والوں  
سے وَاقْتُلُوهُمْ اور قتل کرو تم ان کو حَيْثُ تَقْبِضُوهُمْ جس جگہ تم  
ان کو پاؤ وَآخِرْ جُوهَهُمْ اور نکالو تم ان کو مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُم  
جس جگہ سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ  
زیادہ سخت ہے قتل سے وَلَا تَقْتُلُوهُمْ اور نہ لڑو تم ان سے عِنْدَ الْمَسْجِدِ  
الْحَرَامِ مسجد حرام کے پاس حَتَّى يُقْتَلُوا كُمْ فِيهِ یہاں تک کہ وہ تم سے  
لڑیں اس میں فَإِنْ قَتَلُوكُمْ پس اگر وہ لڑیں تمہارے ساتھ فَاقْتُلُوهُمْ  
پس تم ان کو قتل کرو كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ اسی طرح بدلہ ہے کافروں کا  
فَإِنْ اتَّهَمُوا پس اگر وہ کفر اور شرک سے باز آ جائیں فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ  
پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَقْتُلُوهُمْ اور لڑو تم ان کے  
ساتھ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے وَيَكُونَ الدِّينُ  
لِلَّهِ اور ہو جائے دین اللہ تعالیٰ کا فَإِنْ اتَّهَمُوا پس اگر وہ باز آ جائیں فَلَا  
عُدْوَانَ پس نہیں ہے زیادتی إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ مگر ظالموں پر۔

## نظام شمسی اور قمری :

دنیا میں دو قسم کے حساب چلتے ہیں۔ ایک شمسی اعتبار سے، دوسرا قمری اعتبار سے۔ جو حساب قمری اعتبار سے ہوتا ہے وہ جب نیا چاند نظر آتا مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور جب چاند ختم ہو جاتا ہے مہینہ ختم ہو جاتا ہے۔ آگے نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا شمسی اعتبار سے ہے جیسے: جنوری، فروری، مارچ وغیرہ لوگ اس سے حساب کرتے ہیں۔ اور ہندوؤں نے اپنے الگ مہینے بنائے ہوئے تھے، جیٹھ ہارڈ وغیرہ اور ان کا بھی تعلق سورج کے ساتھ ہے۔ چاند جب پہلی رات نظر آتا ہے تو پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور دوسرے دن کے چاند کو قمر کہتے ہیں اور جب تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کا ہو تو اس کو بدر کہتے ہیں۔ ان تین راتوں کو چاند بڑا واضح ہوتا ہے اور اپنے عروج پر پہنچا ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ چاند کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے، کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب ہوتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ تو اس کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ - اِهْلَةُ هِلَال کی جمع ہے۔ اور ہلال کے معنی ہیں چاند۔ یہ تم سے سوال کرتے ہیں ان چاندوں کے بارے میں کہ ہر مہینے چاند چڑھتا ہے کبھی بڑا کبھی چھوٹا ہوتا ہے یہ کیا قصہ ہے؟ قُلْ هِيَ مَوَاقِیْتُ۔ مَوَاقِیْتُ میقات کی جمع ہے اور میقات اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے وقت کی شناخت ہو۔ یہ وقت کی شناخت کے آلات ہیں یعنی ان کے ذریعے سے وقت کی شناخت ہوتی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے۔ ان کے ذریعے لوگ عبادات کے اوقات پہچانتے ہیں۔ مثلاً: روزہ ہے وہ بھی اس سے وابستہ ہے اور حج کا ذکر تو صراحتاً موجود ہے

وَالْحَجَّ اور حج بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کی جو عدت ہے وہ بھی چاند سے وابستہ ہے۔ چاند کے حساب سے ہی لوگ اپنا لینا دینا کرتے ہیں۔

## زکوٰۃ قسری حساب سے دینا چاہیے :

اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی بھی چاند سے وابستہ ہے۔ بارہا میں نے یہ مسئلہ عرض کیا ہے کہ تم اپنی زکوٰۃ کا حساب چاند کے سال کے ساتھ کرو۔ کیوں کہ جو دوسرا حساب ہے اس لحاظ سے پینتیس چھتیس سالوں کے بعد چاند کا ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ تو ستر بہتر سالوں میں چاند کے دو سال بڑھ جائیں گے اور شمسی کم ہو جائیں گے۔ کئی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے معمر ایسے ہیں کہ ان کی عمر نوے نوے سال ہے اور وہ باقاعدہ زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ پس اگر وہ چاند کے اعتبار سے حساب کریں گے تو سال ضائع نہیں ہوگا ورنہ تقریباً چھتیس سال کے بعد چاند کے اعتبار سے ایک سال بڑھ جاتا ہے تو ایک سال کی زکوٰۃ رہ جائے گی۔ لہذا زکوٰۃ چاند کے سال کے حساب سے دینی چاہیے۔

مثال کے طور پر یکم رمضان کو تمہارا سال ختم ہوتا ہے یا یکم شوال کو ختم ہوتا ہے تو ہر سال اس وقت ادا کر دیا کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو مال ایک ہی مہینے میں نہیں دیتا۔ کسی کو کسی مہینے ملا، کسی کو کسی مہینے ملا۔ تو جس کو جس مہینے میں ملا ہے وہ اسی مہینے میں اگلے سال صاحبِ نصاب ہوگا اور اسی مہینے کے اعتبار سے زکوٰۃ نکالے گا۔ اس واسطے زکوٰۃ کے لیے شریعت نے کوئی مہینہ مقرر نہیں کیا۔ اس واسطے کہ مال کے ہاتھ لگنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ اس لیے مسئلہ یاد رکھو کہ جب اتنا مال تمہارے پاس آ جائے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تو لے چاندی بنتی ہو جو اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے اور اس شخص پر قرض بھی نہ ہو اور گھر کی ضرورتیں بھی پوری ہیں۔ اب یہ شخص صاحبِ نصاب



ہو گیا۔ اس کو چاہیے کہ وہ تاریخ نوٹ کرے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو میرے پاس ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کی رقم ہو گئی ہے تو آئندہ سال اسی تاریخ کو سال مکمل ہوگا بس اسی وقت زکوٰۃ ادا کر دے۔ تو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کوئی مہینہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، نہ رمضان کا نہ رجب کا۔

تو فرمایا یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنْ الْأَهْلِ چاندوں کے بارے میں کہ یہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے۔ یہ قصہ کیا ہے؟ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ آپ فرمادیں کہ یہ وقت کی شناخت کے آلے ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے۔ اور حج بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند ہو تو حج کے دن آگئے۔ نویں تاریخ کو عرفات میں پہنچنا ہے۔ دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ کو رکن کا طواف کرنا ہے۔ طوافِ افاضہ، طوافِ زیارت کرنا ہے۔ تو یہ چیزیں چاند کے ساتھ وابستہ ہیں۔ باقی جو نظام شمسی ہے اس کی تاریخوں کا علم تو صرف ان کو یاد رہنا ہے جو کچے حسابی ہیں جن لوگوں نے گھڑیاں رکھی ہوتی ہیں ان سے وقت معلوم کرتے ہیں اور عام لوگ تو تاریخ کے لیے کیلنڈر اور ڈائریاں دیکھتے ہیں یا گھڑی پر دیکھتے ہیں کہ آج کیا تاریخ ہے؟ اور چاند کے اعتبار سے حساب تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے برابر ہے کہ پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے۔

## زمانہ جاہلیت کی ایک رسم :

پھر فرمایا وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھ کر گھر سے چل پڑے اور رقم بھول گئی یا کوئی ضروری چیز، کپڑا وغیرہ بھول گئے اور کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ فلاں ضروری چیز بھول آیا ہوں یاد آگئی اور لینے کے لیے واپس آتے اور احرام بھی باندھا ہوتا تو اب وہ گھر

میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ کہتے کہ ہم نے احرام باندھنے کے بعد ابھی تک طواف نہیں کیا تو ان دروازوں سے ہم کس طرح داخل ہوں؟ تو پھر وہ اس طرح کرتے کہ چوروں کی طرح عقبی جانب سے دیوار توڑ کر داخل ہوتے تھے اور اپنا سامان لے لیتے اور چلے جاتے تھے۔

اب دیکھو! رب نے عقل دی ہے آدمی سوچے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ بھی! تم انسان ہو بھول گئے ہو تو دروازے سے داخل ہو اپنی چیز اٹھا لو اور سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ یہ کیا مسئلہ ہے کہ میں نے احرام باندھا ہے اور ابھی تک طواف نہیں کیا لہذا دروازے سے اگر داخل ہوا تو گناہ گار ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی دروازے سے داخل ہوتا تو اس کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی کوئی چیز بھول گئے۔ کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ میں تو بڑی اہم چیز گھر چھوڑ آیا ہوں اور تھے بھی قافلے کے ساتھ۔ اس لیے جلدی جلدی آئے کہ قافلے سے رہ نہ جاؤں اور دروازے سے داخل ہوئے، اپنا سامان لیا اور جلدی سے واپس چلے گئے قافلے کے ساتھ مل گئے۔ محلے والوں نے شور ڈالا کہ دیکھو عقبی جانب سے نہیں آیا، دروازے سے آیا ہے اور دروازے سے نکل گیا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا یہ کہ تم گھر میں عقبی جانب سے سوراخ کر کے آؤ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اتَّقَىٰ لیکن نیکی ان کی ہے جو رب سے ڈرتے ہیں کیوں کہ نیکی رب تعالیٰ کے حکم ماننے میں ہے، رسم و رواج میں کوئی نیکی نہیں ہے وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا اپنے گھروں میں دروازوں سے آؤ وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

تاکہ تم کامیابی اور فلاح پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرو جو کہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔

## تذکرہ صلح حدیبیہ اور لڑائی کی مشروط احبازت :

آگے دوسرا مسئلہ ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے آئے اور آپ ﷺ نے چلنے سے پہلے ایک خواب بیان فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے۔ وہ خواب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں، بیت اللہ کا طواف اور صفامروہ کی سعی کی ہے اور پھر کچھ لوگ سرمنڈارہے ہیں اور کچھ بال کتر وارہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس خواب کا تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور انھوں نے یہی سمجھا کہ عن قریب بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوگی اور ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ کیوں کہ حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ کیوں کہ یہ بات ۶ھ کی ہے اور اس وقت عمرہ ہی کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی مکہ والوں سے بدر، احد اور خندق کی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ بدر کی لڑائی ہجرت کے دوسرے سال اور احد کی لڑائی تیسرے سال اور خندق کی لڑائی ہجرت کے پانچویں سال پیش آئی اور اسی کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مشرکین نے کئی قبائل کو اکٹھا کر کے اپنی قوت جمع کر کے مدینہ طیبہ پر حملے کا پروگرام بنایا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے وہاں مسلمانوں کو روک لیا اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کو

مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا اور اسی کی وجہ سے وہاں کے گاؤں کا نام حدیبیہ مشہور ہو گیا اور یہ مکہ سے تقریباً آٹھ نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے اور وہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیجا کہ مکہ والوں کو یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں لڑائی وغیرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو وہاں موجود تھے درخت کے نیچے بیعت لی جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورۃ الفتح میں موجود ہے۔

پھر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط ہے اور وہاں کفار کی جانب سے سہیل بن عمرو نے صلح کی شرائط آنحضرت ﷺ سے طے کیں اور صلح ہو گئی۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں رہ سکیں گے اور مسلح ہو کر نہیں آئیں گے۔ مسلمانوں کو وقتی طور پر اس صلح کی وجہ سے پریشانی ہوئی مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو تسلی دی اور پھر اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو بالآخر جو نتائج حاصل ہوئے وہ مسلمانوں کے حق میں بہت ہی بہتر تھے۔

جب صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے واپسی کا حکم دیا تو بعض صحابہ کو اشکال ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے تو خواب بیان فرمایا تھا کہ ہم نے طواف کیا ہے اور مکہ میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ ہم تو مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی واپس جا رہے ہیں۔ تو

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اسی سال کے بارے میں تو نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ضرور وہ دن آئے گا جب خواب پورا ہوگا اور ہم مکہ میں داخل ہو کر طواف کریں گے۔

جب آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر واپس تشریف لے گئے اور آئندہ سال عمرہ کی تیاری شروع کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اشکال ہوا کہ ہو سکتا ہے اس دفعہ بھی مشرکین ہمیں مکہ میں داخل ہونے سے روکیں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے؟ اس لیے کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہوں گے اور احرام کی حالت میں لڑائی ممنوع ہے اور پھر یہ اشھر الحرم، حرمت والے مہینوں میں سے ذوالقعدہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس وقت حرمت والے مہینوں میں لڑائی منع تھی۔ اور پھر یہ بھی کہ مکہ مکرمہ حرم میں ہے اور حرم کے احاطہ میں لڑائی منع ہے اور کافر تو اس کی پروا نہیں کریں گے مگر ہم کیا کریں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَأَنْتُمْ لَكُمْ ذِمَّةٌ ۚ وَاللَّهُ مُتَقَاتِلٌ يُقَاتِلُ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ لِثِقَتِهَا إِنَّ اللَّهَ ظَرِيفٌ عَلِيمٌ ۚ

اور تم اللہ کے راستے میں ان سے لڑو  
جو تمہارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَخْشَوْا ۖ اور تم زیادتی نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ  
اگر وہ تمہارے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں تو تم زیادتی مت کرو۔  
اسی طرح جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں لڑتے بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ لوگ جو تمہارے  
سامنے اپنے اسلام کا اظہار کریں ان کو مت قتل کرو اس لیے کہ یہ تمہاری جانب سے  
زیادتی ہوگی إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں  
اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمُ اور تم جہاں بھی ان کو پاؤ ان کو قتل کرو اور ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمہیں نکالا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے اشکال کو رفع کر دیا گیا کہ اگر کفار تمہارے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی پابندی نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو تمہیں کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ حرم کا رقبہ ہے یا حرمت والا مہینہ ہے اور احرام کی حالت ہے۔ بلکہ تمہیں اجازت ہے کہ ایسی حالت میں تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرو خواہ حرم میں ہوں یا حرم سے باہر ہوں ہر حالت میں اجازت ہے۔ اور اُنھوں نے تمہیں مکہ سے نکالا ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ تم ہجرت پر مجبور ہو گئے اس لیے تمہیں بھی اجازت ہے کہ ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمہیں نکالا ہے۔

### فتنہ سے مراد شرک :

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ یعنی جب وہ حرم کے رقبہ میں بیت اللہ کے ارد گرد شرک سے باز نہیں آتے تو ان کا جرم زیادہ ہے اور ان کو قتل کرنا تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس لیے تمہیں ان سے لڑنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقْتَلُوا كُمْ فِيهِ اور نہ لڑو تم ان کے ساتھ مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ لڑیں تمہارے ساتھ اس میں۔

مومنوں کو منع کیا گیا کہ مسجد حرام کے پاس کفار سے لڑنے میں ابتدائے نہ کرو البتہ اگر وہ حرم کے رقبہ کی پروا کیے بغیر تم سے لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑ سکتے ہو فَإِنْ قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑو كَذَلِكَ جَزَاءُ

الْكَافِرِينَ اسی طرح ہے سزا کافروں کی۔ اس لیے کہ کافر سزا کے بغیر باز آنے والے نہیں ہیں۔

فَإِنْ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ پس اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ باز آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور اپنے سابق گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

وَقَتِّلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ اور ان کافروں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ کفر و شرک، ظلم و زیادتی یہ فتنے ہیں ان کو مٹا کر دین اسلام کو بلند کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تم کافروں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہیں ہو جاتا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہو جاتا۔

**عدوان کا معنی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک :**

فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ پس اگر وہ باز آجائیں تو کوئی زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔ عُدْوَان کا معنی علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے کیا ہے ”قتل کی سزا“۔ تو اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ کفر و شرک اور مسلمانوں سے لڑائی وغیرہ سے باز آجائیں تو ان کو قتل کی سزا نہ دو۔ اس لیے کہ قتل کی سزا تو ان لوگوں پر ہے جو ظالم ہیں اور اپنے کفر و شرک اور دیگر بُرے عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور جب یہ لوگ ان باتوں سے باز آجائیں تو ظالم نہ رہے۔ اس لیے ان کو جہاد کے ذریعہ سے قتل کی سزا بھی نہ دو۔



الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتِ قِصَاصٌ ۖ فَمَنْ  
 اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ  
 وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٩٥﴾ وَأَنْفِقُوا فِي  
 سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَأَحْسِنُوا  
 إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٦﴾ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ  
 أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ  
 حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ  
 أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ  
 فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ  
 مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ  
 سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۚ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ  
 أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ  
 شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٩٧﴾

الشَّهْرُ الْحَرَامُ عزت والاہینہ بالشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والے  
 مہینہ کے بدلے ہے وَالْحُرُمَتِ اور ساری عزت والی چیزیں  
 قِصَاصٌ بدلے کی چیزیں ہیں فَمَنْ اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ پس جو شخص  
 زیادتی کرے تم پر فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ پس تم بھی اُس پر زیادتی کرو بِمِثْلِ  
 مَا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ جیسی کہ اُس نے زیادتی کی ہے تم پر وَاتَّقُوا اللَّهَ



اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعْلَمُوا اور جان لو أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ  
 کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 اور تم خرچ کرو اللہ کے راستے میں وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور نہ  
 ڈالو تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں وَأَحْسِنُوا اور تم نیکی کرو إِنَّ اللَّهَ  
 يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والوں کو  
 وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے  
 فَإِنْ أُخْصِرْتُمْ پس اگر تم روک دیئے گئے فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ  
 تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرو وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ اور نہ منڈاؤ  
 تم اپنے سروں کو حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی  
 کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ کو فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا پس جو شخص تم  
 میں سے بیمار ہو أَوْ بِهَ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں  
 فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے أَوْ صَدَقَةٌ یا صدقہ  
 ہے أَوْ نُسْكَ یا قربانی ہے فَإِذَا أَمِنْتُمْ پس جب تم امن پالو  
 فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ تو جس نے فائدہ اٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ  
 فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے فَمَنْ لَمْ  
 يَجِدْ پس جو شخص قربانی کا جانور نہ پائے فَصِيَامٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ تو  
 تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں وَ سَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتُمْ

اور سات روزے جب تم واپس لوٹ آؤ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذَلِكْ یہ حکم لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے حَاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے قَرِيبَ وَاتَّقُوا اللَّهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوا اور جان لو اَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

### رَبِطُ آيَات :

اس سے پہلے جہاد کا حکم تھا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اب ان آیات میں بھی جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے آپ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور یہ حرمت والے مہینوں میں سے ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ مشرکین مکہ اس کے دعوے دار تھے کہ ہم حرم مکہ اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرنے والے ہیں اور ان حرمت والے مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں لڑائی کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اس دعویٰ کے باوجود انھوں نے آنحضرت ﷺ کو حرمت والے مہینہ میں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور اس کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر مشرکین مکہ کے ساتھ معاہدہ کیا اس کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

اس معاہدے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب آپ ﷺ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آپ ﷺ آکر عمرہ کر لیں مگر تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ معاہدہ مکمل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو واپسی کا حکم دیا اور اسی حدیبیہ کے مقام پر احرام کھولے۔ اور ساتھ لائے گئے ہدی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

پھر جب اگلے سال اسی چھوڑے جانے والے عمرہ کی قضاء کے لیے مکہ مکرمہ جانے کا آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ مشرکین اپنے کیے ہوئے معاہدہ کا لحاظ نہ رکھیں اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیں تو ہم کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اگر مشرکین ان حرمت والے مہینوں میں تمہارے ساتھ لڑیں تو تمہیں بھی اپنے دفاع میں ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

### حرمت کے مہینوں میں لڑائی :

تفسیر کبیر اور مدارک وغیرہ میں مذکور ہے کہ حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی پہلے اجازت نہیں تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ اس لیے اب ان مہینوں میں بھی کافروں کے ساتھ لڑائی جائز ہے۔

فرمایا الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والا مہینہ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے۔ یعنی اگر گزشتہ سال مشرکین نے عزت والے مہینے کا کچھ لحاظ نہیں رکھا اور نہ ہی انھوں نے تمہارے احرام اور حرم مکہ کا لحاظ رکھا اور تمہارے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو گئے تو اس وقت ان سے درگزر کیا گیا مگر اب ایسا نہیں ہے بلکہ اگر وہ تمہارا

راستہ روکیں تو ان کا مقابلہ کرو۔ اُنھوں نے حرمت والے مہینے کی پروا نہیں کی تو جب تم ان کا مقابلہ کرو گے تو تمہیں بھی اس کا رروائی پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ گزشتہ سال کا عزت والا مہینہ اور اس سال کا عزت والا مہینہ عزت و احترام میں برابر ہیں۔ حرمت والے مہینے کی عزت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خیال بھی ہوا کہ احرام کی حالت ہوگی اور حرم مکہ ہوگا اور مشرکین کے ساتھ لڑائی کی صورت میں ان کی بے حرمتی بھی ہوگی تو فرمایا:

وَالْحُرْمَةُ قِصَاصٌ کہ حرمت والی تمام چیزیں بدلے کی چیزیں ہیں کہ اگر کافر ان کی عزت کا لحاظ نہیں رکھتے تو بدلے میں تم بھی اس کی پروا نہ کرو بلکہ ان کو سزا دینے کے لیے ان کا مقابلہ کرو۔

آگے فرمایا: فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ پس حرم کے احاطہ میں حرمت والے مہینے میں جب کہ تم احرام کی حالت میں ہو اس حال میں جو شخص تم پر زیادتی کرے اور تم سے لڑائی پر آمادہ ہو فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ تو تم بھی اُس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اُس نے تم پر کی ہے وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تم سے اس کے احکامات کی مخالفت نہ پائی جائے۔ نہ تو تم احرام کی حالت میں اور حرم مکہ میں اور عزت والے مہینوں میں ان مشرکین سے لڑائی میں پہل کرو اور نہ ہی ان کو حد سے زیادہ سزا دو بلکہ اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی کچھ کرو جو کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ شرعی احکام کی پابندی کرنے والے ہی متقین ہوتے ہیں اور اللہ کی رضا انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور اس کی مدد انھی کے شامل حال ہوتی ہے۔

جہاد میں اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ مال و دولت کے بغیر عالم اسباب میں جہاد ہو ہی نہیں سکتا اس لیے حکم دیا گیا **وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ** اور خرچ کرو تم اللہ کے راستے میں اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں۔

### وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ کا اصل مطلب :

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں ذکر کیا ہے کہ ابو عمران نے کہا ہم قسطنطنیہ میں رومیوں کے خلاف لڑائی میں شریک تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں سے ایک آدمی دشمنوں کی صف میں گھس گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ تو اس صورت حال کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

وہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اُٹھے اور فرمایا کہ تم نے اس آیت کی جو تعبیر کی ہے وہ درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت تو ہمارے بارے میں یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور واقعہ یوں پیش آیا کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے کھیتی باڑی کرنے والے اور باغات والے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ہم زیادہ تر جہاد میں رکت کرنے لگے اور کھیتی باڑی اور باغات کی جانب توجہ نہ رہی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور اسلام کے مددگار بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض نے ایک دوسرے کو رازدارانہ انداز میں کہا کہ ہمارے اموال ضائع ہو گئے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مددگار بکثرت ہو گئے ہیں۔ اب جہاد ہمارے بغیر بھی ہوتا رہے گا اس لیے ہم اپنی کھیتی باڑی اور باغات کی جانب پوری توجہ دے کر ان کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی **وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى**

التَّهْلُكَةِ اور نہ ڈالو تم اپنے آپ کو ہلاکت میں یعنی جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔

تفسیروں میں اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ بِأَيِّدِيكُمْ بِأَنْفُسِكُمْ کے معنی میں ہے۔ اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ جہاد کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس لیے کہ جب تم لڑائی کو چھوڑ دو گے تو کافر تم پر غالب آ جائیں گے اور وہ غالب آ کر تمہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اسی طرح تفسیروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں ہے لَا تُلْقُوا أَنْفُسَكُمْ بِأَيِّدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ کہ تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ کر خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان پیدا نہ کرو۔

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو۔ اگر نہیں کرو گے تو پھر ہلاکت میں پڑو گے۔ اس لیے کہ جب اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرو گے تو عالم اسباب میں اسلحہ کہاں سے آئے گا اور مجاہدین کی خوراک وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا؟ جب یہ نہیں ہوگا تو جہاد نہیں کر سکو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

وَإِخْسِنُوا اور تم احسان کرو۔ احسان عبادات میں بھی کرو اور معاملات میں بھی۔ عبادات میں احسان یہ ہے کہ انتہائی خشوع اور عاجزی سے عبادات کرو جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔ اسی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ کہ آپ مجھے احسان کے

بارے میں بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور عاجزی سے کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یقین کر لے کہ وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ ہر فرد کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق اچھا سلوک کرو۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاحْسِنُوْا الْقَتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاحْسِنُوْا الذَّبْحَةَ وَلِيُخَيِّدَ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَيُسْرِعَ ذَبِيْحَتَهُ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے معاملہ میں احسان کا حکم دیا ہے پس جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں اچھا انداز اختیار کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو ذبح بھی اچھی طرح کرو اور جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ اور یہاں میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ قرابت داروں، مسکینوں، محتاجوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اس رکوع کی ابتداء میں ذکر تھا کہ آپ ﷺ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ تو آپ کہہ دیں کہ یہ اوقات ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔ اب یہاں سے حج اور عمرہ کے کچھ مسائل بیان کیے جا رہے ہیں۔ حج کے پانچ دن ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ ہیں۔ ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اور ان پانچ دنوں

کے علاوہ سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے اور رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ جو شخص حج کے دنوں میں عمرہ کرے گا وہ افضل عمل یعنی حج کو چھوڑ کر ادنیٰ عمل یعنی عمرہ کو اختیار کرے گا تو یہ مکروہ ہے مگر عمرہ ہو جائے گا۔

اب اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کو پورا کرے ادھر اور نہ چھوڑے۔ اس لیے کہ احرام باندھنے کے ساتھ اس کا مکمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر تمہیں روک دیا جائے تو پھر معاملہ جدا ہے کہ وقتی طور پر اس کو توڑ دو جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ میں عمرہ توڑ دیا تھا۔ مگر اس کی قضا ضروری ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قضا کی تھی۔ اس لیے آگے حکم دیا

فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ پس اگر تم روک دیے گئے تو قربانی کے جانوروں میں جو آسانی سے میسر ہو اس کی قربانی کرو۔ احصار کا مطلب یہ ہے کہ تم آگے

سفر جاری نہ رکھ سکو بلکہ روک دیے جاؤ۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ احصار دشمن کے خوف سے بھی ہوتا ہے اور بیماری، لنگڑاپن اور نفقہ کے ختم ہو جانے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احصار صرف دشمن کے خوف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یعنی دشمن روک دے آگے نہ جانے دے تو یہ احصار ہے اس کے علاوہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے احصار نہیں ہوگا۔ اور انھوں نے دلیل میں یہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو



دشمنوں نے روکا تھا اور اس کی وجہ سے آپ ﷺ نے عمرہ کو توڑ دیا تھا۔ تو یہ احصار ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ایک واقعہ ہے اس میں احصار کے اسباب میں سے ایک سبب کا ذکر ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ باقی اسباب کی وجہ سے احصار نہیں ہوتا۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ ۖ اَوْ تَمِ اسْرُوْا كُو ۚ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدٰی مَحِلُّہٗ ۚ یہاں تک کہ پہنچ جائے وہ قربانی کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ پر اور حلال ہونے کی جگہ حرم ہے۔ اس لیے کہ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۳ میں ہے ثُمَّ مَحِلُّہَا اِلٰی الْبَيْتِ الْعَتِیْقِ ”پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ پرانا گھر ہے۔“ قربانی حرم کے علاقے میں کرنی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ جہاں احصار ہوا، روکا گیا ہے، وہی قربانی کا محل ہے۔ جہاں رکاوٹ واقع ہوئی ہے وہیں قربانی کر دے۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ۶ھ میں جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیبیہ کے مقام پر روکا گیا تھا تو آپ ﷺ نے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم کے ساتھ متصل ہے اور آنحضرت ﷺ نے قربانی حرم میں کی تھی لہذا قربانی حرم میں ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوسرے جانے والے کے ہاتھ قربانی بھیج دی جائے گی اور اس سے طے کر لیا جائے گا کہ فلاں دن، فلاں وقت تو نے حدود حرم میں قربانی کرنی ہے۔ پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق جب سمجھے کہ قربانی ہو گئی ہے تو احرام سے نکل آئے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب موجودہ موصلاتی نظام نہیں تھا۔ اب نقد رقم دے دے گا وہیں سے خرید کر ذبح کر کے فون پر بتا دے گا کہ آپ کی قربانی ہو گئی ہے

اور محصر احرام سے نکل آئے گا۔ از مرتب) اور احرام میں کچھ چیزیں ممنوع ہیں مثلاً: سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانپ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا، بیوی کے پاس نہیں جاسکتا، شکار نہیں کھیل سکتا خشکی وغیرہ کا۔ لیکن اگر کوئی مجبوری ہو اور احرام سے نکلنے سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے تو اس کے متعلق فرمایا **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا** پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو **أَوْ بِهِ آذَى مِّنْ رَّأْسِهِ** یا اس کو تکلیف ہوا اپنے سر میں کہ سر میں زخم آگیا ہے یا جو نیں اتنی زیادہ پڑ گئی ہیں کہ سر منڈوانے کی ضرورت پڑ گئی **فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِّيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ** تو فدیہ لازم ہے روزوں سے یا صدقہ ہے یا قربانی ہے۔ فدیہ میں ان چیزوں کا اختیار ہے جو آسان ہو اختیار کر لے۔ چاہے تین دن روزے رکھے، چاہے تین صاع گندم چھ مسکینوں کو دے۔ ہر مسکین کو نصف صاع دے یا ایک بکری کی قربانی دے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت کعب بن عمرہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے آنحضرت ﷺ ان کے پاس سے گزرے، دیکھا جو نیں اس کے سر سے منہ پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ تجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ کہنے لگے ہاں! مگر میں احرام میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا حلق کرالے اور چھ مسکینوں کو تین صاع صدقہ دے دے۔

فرمایا **فَإِذَا أَمِنْتُمْ** پس جب تم امن پالو **فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ** پس جس نے فائدہ اٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ یعنی پہلے عمرہ کیا پھر حج کیا ایک سفر میں۔ **فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ** تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے۔ یہ دم شکر ہے کہ ایک سفر میں عمرے کی سعادت بھی حاصل کی اور حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ شکر ہے کہ

طور پر قربانی دے۔ اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ اگر قربانی دینے کی طاقت نہیں ہے یا ملی نہیں ہے تو فرمایا **فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ** پس جو شخص نہ پائے قربانی کا جانور **فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ** تو تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں سات، آٹھ، نو کور کھے **وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ** اور سات روزے جب تم واپس لوٹو گھر کو۔ حج کے دنوں کے ختم ہونے کے بعد اگر حرم میں ٹھہر گیا ہے تو وہاں بھی رکھ سکتا ہے واپسی پر راستے میں بھی رکھ سکتا ہے اور گھر آ کر بھی رکھ سکتا ہے۔

فرمایا **تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ** یہ وہں ہو گئے پورے **ذَلِكَ** یہ حج تمتع اور قربانی **لَسْنَلَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب یعنی مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔ حج تمتع اس آدمی کے لیے جائز ہے جو حد و حرم کا رہنے والا نہ ہو وہاں کے رہنے والوں کے لیے عمرہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے جب چاہیں حد و حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کر لیں۔

فرمایا **وَاتَّقُوا اللَّهَ** اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو **وَاعْلَمُوا** اور جان لو **أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ** کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اگر تم نافرمانی کرو گے۔ لہذا اس کے احکامات پر عمل کرو۔



الْحَجَّ أَشْهَرُ مَعْلُومَتٍ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِِنَّ  
 الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا  
 مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَ  
 اتَّقُونَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا  
 فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ  
 عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ  
 قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۖ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ  
 وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۖ فَإِذَا قَضَيْتُمْ  
 مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ وَأَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ  
 النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ  
 خَلَاقٍ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي  
 الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا  
 كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۖ

الْحَجَّ أَشْهَرُ مَعْلُومَتٍ حج کے مہینے ہیں معلوم فَمَنْ فَرَضَ پس  
 جس نے لازم کر لیا فِيهِِنَّ ان مہینوں میں الْحَجَّ حج کو فَلَا رَفَثَ  
 پس وہ فحش گوئی نہ کرے وَلَا فُسُوقَ اور نہ کوئی نافرمانی کرے وَلَا  
 جِدَالَ اور نہ جھگڑا کرے فِي الْحَجَّ دورانِ حج وَمَا تَفْعَلُوا اور  
 جو بھی تم کرو گے مِنْ خَيْرٍ بھلائی سے يَعْلَمْهُ اللَّهُ اس کو اللہ تعالیٰ

جانتا ہے وَتَرَوْوَدُوا اور لے لو تم سفر خرچ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى پس بہترین سفر خرچ ہے بچنا وَاتَّقُونِ اور مجھ سے ڈرو يَا وَلِيَّ الْأَلْبَابِ اے عقل مندو! لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ أَنْ تَبْتَغُوا یہ کہ تلاش کرو تم فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے فضل فَإِذَا أَقْضَيْتُمْ پس جس وقت تم لوٹو مِّنْ عَرَفَتِ عرفات سے فَادْكُرُوا اللّٰهَ پس ذکر کرو تم اللہ کا عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھائی کے پاس جو عزت والی ہے وَادْكُرُوهُ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا هَدَيْتُكُمْ جیسے اُس نے تمہیں تعلیم فرمائی ہے وَإِنْ كُنْتُمْ اور بے شک تھے تم مِّنْ قَبْلِهِ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّالِّينَ گمراہوں میں سے ثُمَّ أَفِضُوا پھر واپس ہو مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ اس جگہ سے جہاں سے لوٹتے ہیں لوگ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُورٌ بخشنے والا رَحِيمٌ مہربان ہے فَإِذَا قَضَيْتُمْ جس وقت تم ادا کر لو مَنَاسِكَكُمْ اپنے حج کے افعال فَادْكُرُوا اللّٰهَ پس ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ جیسے تم ذکر کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا أَوْ أَشْدَّ ذِكْرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَقُولُ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب اِنْتَا فِي الدُّنْيَا دے دے ہمیں دنیا میں ہی

وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ اور نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ  
وَمِنْهُمْ اور ان میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَقُولُ جو کہتے ہیں رَبَّنَا  
اے ہمارے رب اِنْتَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ دے ہمیں تو دنیا میں بھلائی وَفِي  
الْآخِرَةِ اور آخرت میں بھی حَسَنَةٌ بھلائی وَقِنَا اور بچا تو ہمیں  
عَذَابَ النَّارِ دوزخ کے عذاب سے اُولَئِكَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ  
ان کے لیے نَصِيبٌ حصہ ہوگا مِمَّا كَسَبُوا اس چیز سے جو انھوں  
نے کمائی ہے وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا  
ہے۔

### حج اور عمرہ کے احکام :

اس سے پہلی آیات میں حج اور عمرے کا ذکر تھا وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ  
اور حج اور عمرہ مکمل کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اور اب حکم ہے الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ  
کہ حج کے مہینے معلوم اور مقرر ہیں۔ شوال اور ذوالقعدہ کا مہینہ اور ذوالحجہ کی تیرھویں تاریخ  
تک۔ یہ تقریباً اڑھائی مہینے ہیں جو حج کے مہینے ہیں۔ حج کے مہینے ہونے کا یہ معنی ہے کہ  
عید الفطر کا چاند نظر آنے کے بعد یکم شوال کو اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کا یہ  
احرام باندھنا صحیح ہے۔ اور اگر اس سے پہلے حج کا احرام باندھے تو وہ مکروہ ہے۔ اور احرام  
باندھنے کے بعد جو احکام حج ہیں وہ اس پر لازم ہو گئے ان پر اس کو عمل کرنا پڑے گا۔

فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ پس جس نے ان مہینوں میں حج کو اپنے اوپر لازم کر  
لیا۔ یعنی احرام باندھ لیا تو اس کو ان چیزوں کی پابندی کرنا پڑے گی جن کا آگے ذکر ہے۔

[۱] فَلَا رَفَثَ پس وہ فحش گوئی نہ کرے۔ رَفَثُ کے معنی بے حجاب گفتگو کرنا۔ جیسے بسا اوقات میاں بیوی آپس میں بے حجاب باتیں کرتے ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ان باتوں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اور رَفَثُ کے معنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے کے بھی ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ہم بستری بھی نہیں کر سکتا۔

[۲] وَلَا فُسُوقَ اور کوئی نافرمانی بھی نہ کرے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد کھاپی نہیں سکتا، بول نہیں سکتا، کسی کو سلام نہیں کر سکتا اور سلام کا جواب نہیں دے سکتا، چل پھر نہیں سکتا، ادھر ادھر دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح حج میں احرام ہے کہ احرام باندھنے کے بعد اس پر پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: سر نہیں ڈھانپ سکتا، مونچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں کٹوا سکتا، بدن کے بال دور نہیں کر سکتا، سلاہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، جوں نہیں مار سکتا، مچھر نہیں مار سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا۔

[۳] فرمایا: وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ اور نہ جھگڑا کرے حج کے دوران میں۔ جھگڑنا ویسے بھی بُری چیز ہے مگر احرام باندھنے کے بعد زیادہ گناہ ہے۔ لیکن ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ نادان قسم کے لوگ جب حجر اسود کے پاس جاتے ہیں (حجر اسود کو بوسہ دینے کا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے) تو وہاں ایک دوسرے کو گھونسنے مارتے ہیں، دھکے دیتے ہیں۔ جب کہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا بعض فقہاء کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک فقط مستحب ہے (اور مومن کے ساتھ لڑنا اور دھکے دینا حرام ہے) تو مستحب فعل کے لیے مُکابازی ہوتی ہے جو سخت گناہ ہے۔ یہ گناہ تو ہے ہی لیکن احرام اور کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی وجہ سے زیادہ گناہ ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم اچھا کام کرو گے يَعْلَمُهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ

اس کو جانتا ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ نیکیاں بھی، بدیاں بھی، ارادے بھی۔ اور بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ یمن کے کچھ حاجی گھر سے حج کے لیے چلتے تھے مگر سفر خرچ ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے **نَحْنُ الْمَتَوَكِّلُونَ** ”ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔“ اب ظاہر بات ہے کہ انسان، انسان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ پیٹ لگایا ہے۔ گرمی، سردی بھی لگے گی، بھوک، پیاس بھی لگے گی۔ تو گھر سے تو بڑے اخلاص کے ساتھ نکلتے تھے، پیسا وغیرہ ساتھ نہیں لے جاتے تھے مگر جب بھوک لگتی تھی تو لوگوں کو تنگ کرتے تھے، ان سے مانگتے تھے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں **وَتَزَوَّدُوا** (اور جب تم حج کے لیے گھر سے جاؤ) سفر خرچ لے کر جاؤ **فَإِنَّ خَيْرَ الْزَّادِ التَّقْوَىٰ** پس بے شک بہترین سفر خرچ یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچو۔ تم جو راستے میں مانگتے پھر دو گے خود بھی پریشان ہو گے اور دوسروں کو بھی پریشان کرو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم گھر سے خرچ لے کر جاؤ۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھر سے تو خالی ہاتھ چل پڑو اور راستے میں لوگوں کو تنگ کرو۔

حج کا شوق تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن بعض لوگ حج کے واسطے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں میری امداد کرو۔ تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب رب نے تجھے پیسے نہیں دیئے اور حج تیرے اوپر لازم نہیں ہے تو نہ خود مشقت میں پڑو نہ کسی کو مشقت میں ڈالو۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی دیوانہ یہ کہے کہ میں غریب ہوں اور زکوٰۃ نہیں دے سکتا تم میری امداد کرو تا کہ میں مال دار ہو جاؤں اور زکوٰۃ دیا کروں۔ بھائی! یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اسی طرح کسٹی پر قربانی فرض نہیں، فطرانہ واجب نہیں اور وہ لوگوں سے مانگتا



پھرے کہ میری امداد کرو تا کہ میں قربانی کرنے اور فطرانہ دینے کے قابل ہو جاؤں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے قربانی کرنے کی توفیق دی ہے تو قربانی کر اور فطرانہ دینے کی توفیق دی ہے تو فطرانہ دے۔ اگر توفیق نہیں ہے تو اللہ اللہ کر۔ اسی طرح حج کا مسئلہ ہے۔ اور حج کا مسئلہ تھوڑا سا مشکل ہے غور سے سمجھیں۔

### حج کی بعض مشکلات :

وہ یہ کہ ایک غریب آدمی نے کسی سے حج کے لیے رقم مانگی (اور عموماً ایسے موقع پر لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔) تو جب ایک آدمی نے پانچ ہزار دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر دوسرے نے دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر تیسرے نے دیئے زکوٰۃ میں سے۔ تو اس صورت میں جس شخص نے پہلے پانچ ہزار دیئے اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ کیوں کہ اس وقت وہ مصرف تھا، مستحق تھا۔ اب اس کے بعد دوسرے نمبر پر جس نے دیئے اور تیسرے نمبر پر جس نے دیئے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ پہلے پانچ ہزار مل جانے کے بعد وہ صاحب نصاب ہو گیا ہے (اس لیے کہ آج کل ساڑھے باون تو لے چاندی کی قیمت تقریباً پانچ ہزار بنتی ہے۔) تو جب دوسرے نے پیسے دیئے تو اس وقت وہ مصرف نہیں رہا۔ کیوں کہ مسئلہ ہے کہ آدمی جس دن صاحب نصاب ہو جاتا ہے اسی دن سے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں رہتا۔ تو اب جو رقم زکوٰۃ کی دوسرے شخص نے دی پھر تیسرے شخص نے دی پھر چوتھے نے دی کسی کی بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ کیوں جب پہلے شخص نے اسے پانچ ہزار روپے دیئے تو صاحب نصاب ہو گیا۔ تو صاحب نصاب کو زکوٰۃ دینا بھی حرام ہے اور اس کو زکوٰۃ لینا بھی حرام ہے۔ اور دینے والا ذمے سے فارغ نہیں ہوگا یعنی زکوٰۃ اس کے ذمے رہے گی۔ بہت سارے لوگ شرم سے کام لیتے ہیں، دین کی باتوں میں کوئی شرم نہیں

ہے۔ لہذا جس شخص نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دینی ہے اس کو صاف صاف کہہ دے کہ بھائی! یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اگر تو خود مصرف ہے تو استعمال کر لے ورنہ کسی اور جگہ دے دے جہاں زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ بات کو گول مول نہ رکھو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوتا اور دینے والا بتاتا نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے اور لینے والا اس اعتماد پر کہ مجھے ساتھی نے امداد کے طور پر دی ہے استعمال کر لیتا ہے تو اس صورت میں دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اس واسطے اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دو تو صاف کہہ دو کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ تو اس طرح زکوٰۃ کے پیسے مانگ کر حج کرنا درست نہیں۔ وَاتَّقُوا يَأُولِي الْأَلْبَابِ اور مجھ سے ڈرو اے عقل مندو!

آگے اور مسئلہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب حج پر جاتے سودا بیچتے بھی تھے اور خریدتے بھی تھے۔ جب اسلام آیا اور حج کا حکم آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی کہ ہم نے تو صرف رب کی رضا کے لیے حج کرنا ہے تو اس میں خرید و فروخت کرنے سے ہمارے حج پر زد آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ یہ کہ تلاش کرو تم اپنے رب کا فضل۔ مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر اگر کوئی چیز بیچنا چاہو تو بیچ بھی سکتے ہو اور اگر کوئی چیز خریدنا چاہو تو خرید بھی سکتے ہو۔ اور اگر کوئی شخص یہاں سے جاتا ہی اس لیے ہے کہ یہاں سے منشیات لے جا کر وہاں بیچوں گا یا کوئی اور سودا لے جاتا ہے کہ یہ وہاں جا کر فروخت کروں گا اور وہاں سے سونا لاؤں گا تو ایسے شخص کی نیت پہلے دن سے بُری ہے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔

فَإِذَا أَفْضُتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ پس جب تم عرفات سے لوٹو۔ یاد رکھنا! حج کے افعال

میں سے تین فرض ہیں:

① احرام باندھنا ② عرفات میں ٹھہرنا ③ طواف زیارت

عرفات میں (نویں تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد سورج کے غروب ہونے تک) ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔ اگر کوئی وہاں پر نہ ٹھہراتو حج نہیں ہوگا۔ عرفات کے میدان میں جتنا ہو سکے رب تعالیٰ کا ذکر کرے اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا مستحب ہے۔ الحمد للہ! میں نے وہاں دس پارے کھڑے ہو کر پڑھے۔ ہاں! اگر کوئی ضعیف ہے بوڑھا ہے تو بیٹھ کر بھی ذکر کر سکتا ہے مگر ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کرے کیوں کہ وہ وقت بہت قیمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، دعا کرے، اپنے لیے، اپنے عزیز رشتہ داروں کے لیے دعا کرے، زندوں کے لیے اور جو مر گئے ہیں اُن کے لیے دعا کرے۔ کیوں وہ جگہ اور وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد لوٹنا ہے اور مغرب کی نماز عرفات میں نہیں پڑھنی۔ مغرب کی نماز مزدلفہ میں جا کر پڑھنی ہے۔ تو فرمایا کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو فَادْكُرُوا اللَّهَ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو عزت والی ہے۔ اور اس گھاٹی پہاڑی کا نام ہے ”جبل قزح“ وہاں آج کل شہزادے نہیں سماتے وہاں ان کی کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے الْمَزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا وَادِي مُحْضَرٍ مزدلفہ کا سارا علاقہ ٹھہرنے کی جگہ ہے وادی محضر ایک مخصوص رقبہ ہے وہاں نہیں ٹھہرنا۔ حکومت نے اس کے ارد گرد جنگلے لگائے ہیں اور شر طے بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ تقریباً پانچ سو چالیس گز کا رقبہ ہے۔ خالی جگہ دیکھ کر کچھ نادان لوگ ادھر جاتے ہیں، پولیس والے پہلے سمجھاتے ہیں اور اگر نہ سمجھیں تو پھر دُرے مارتے ہیں۔

یہ وہ جگہ ہے کہ جب ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا تو ابابیلوں نے اس جگہ پر ان پر سنگ باری کی تھی۔ ابابیلوں نے مسور کے دانے کے برابر کنکر ایک ایک چونچ میں پکڑا ہوا تھا اور دو دو پنچوں میں اور اس جگہ پر ابرہہ کے لشکر پر برسائے تھے۔ اور یہ وادی مزدلفہ ہی کا حصہ ہے لیکن چونکہ اس مقام پر رب تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اس لیے وہاں ٹھہرنا درست نہیں ہے۔

الْعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عُرْنِهِ ”عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطنِ عرنہ کے کہ وہاں نہیں ٹھہر سکتے۔“ یہ جگہ عرفات میں ایک مسجد ہے جس کا نام ہے نمرہ۔ جہاں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ اس مسجد کی جو مغرب والی دیوار ہے اگر وہ گرے تو بطنِ عرنہ میں گرے گی۔ یعنی اس دیوار کے متصل جو مقام ہے وہ بطنِ عرنہ ہے۔ یہ بطنِ عرنہ حرم میں شامل ہے باقی سارا عرفات حل ہے۔ جو اس بطنِ عرنہ میں ٹھہرے گا اس کا حج نہیں ہوگا۔ اور مزدلفہ میں قیام واجب ہے صبح کی نماز کے بعد تک۔ وہاں سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد چلنا ہے۔ اور یاد رکھنا! وہاں کے جو ڈرائیور ہوتے ہیں ان کو ریلوں سے غرض ہوتی ہے۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو یہ سوچیں کہ کسی کا حج خراب نہ ہو۔ وہ اپنی سہولت کے لیے وہاں سے پو پھٹنے کے بعد لے کر چل پڑتے ہیں کیوں کہ بعد میں رش ہو جاتا ہے اور ان کا وقت زیادہ لگتا ہے۔ اس لیے ایسا نہیں کرنا۔ کیوں کہ فجر کے بعد وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔ اور منیٰ کی طرف طلوع آفتاب سے پہلے نہیں جانا۔ ہاں جو معذور ہیں یا بوڑھے ہیں انھیں اجازت ہے۔

بعض ڈرائیور اس طرح بھی کرتے ہیں کہ عرفات کے آخری کونے میں اتار دیتے ہیں ایک دفعہ میرے ساتھ صوفی نذیر احمد صاحب تھے اللہ تعالیٰ انھیں غریقِ رحمت

کرے اور حاجی اللہ دے مرحوم بھی تھے ان کے علاوہ اور بھی چند ساتھی تھے۔ رش چونکہ زیادہ تھا تو ڈرائیور نے ہمیں عرفات کے آخری کونے میں عرفات کے اندر ہی اتار دیا۔ ہم نے اس کو کہا کہ ہمیں جبل قزح بتا۔ کہنے لگا ہنا یہیں ہے۔ بڑا ضدی تھا۔ ہم نے اس کی خاصی منت کی کہ ہمارے ساتھ اس طرح نہ کرج پرزد پرتی ہے اور یہ تو عرفات ہے تو ہمیں مزدلفہ جا کر اتار۔ وہ نہ مانا اور چل پڑا کہ اب میں سحری کے وقت آؤں گا تو ہم نے وہاں نعرے لگائے کہ لَیْمَتْ سَوَاقِیْ هَذِهِ السَّيَّارَةُ اس گاڑی کا ڈرائیور مُردہ باد۔ تو وہ گھبرایا اور پھر ہمیں جا کر مزدلفہ اتارا۔

وَاذْكُرُوهُ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا هَدٰىكُمْ جس طرح رب نے تمہیں ہدایت دی ہے وَإِنْ كُنْتُمْ اور اگرچہ تم مِّنْ قَبْلِهِ اس سے پہلے لَمِنَ الصَّالِّیْنَ گمراہوں میں سے تھے ثُمَّ أَفْضُوا پھر لوٹو مِّنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ جس جگہ سے لوگ لوٹے ہیں۔ یہ جواہل مکہ تھے یہ عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ یہ کہتے تھے نَحْنُ قَطِیْنُ اللہ ہم اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں ہم حرم سے کیوں نکلیں۔ یہ بطنِ عرنہ سے ورے ورے ٹھہرتے تھے جو کہ حرم ہی کا حصہ ہے۔ اور عرفات حل میں ہے وہ حرم میں داخل نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ جہاں دوسرے لوگ جاتے ہیں عرفات میں تم بھی جاؤ اور جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔ اور جہاں تم ٹھہرتے ہو اس سے توج نہیں ہوگا کیوں عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللہ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو إِنَّ اللہَ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے فَإِذَا قَضَيْتُمْ پس جب تم پورے کر چکو مَنَاسِكَكُمْ اپنے افعالِ حج فَاذْكُرُوا اللہ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ جیسے تم ذکر

کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا۔

زمانہ جاہلیت میں اس طرح ہوتا تھا کہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے گیت گاتے تھے کہ فلاں کا بیٹا ہوں میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ میرا دادا ایسا تھا، ایسا تھا۔ تو فرمایا ان کا ذکر چھوڑو اور رب کا ذکر کرو **أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا** یا اس سے بھی زیادہ ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

**فَمِنَ النَّاسِ** پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں **مَنْ يَقُولُ** جو کہتے ہیں **رَبَّنَا** **اتِنَا فِي الدُّنْيَا** اے رب ہمارے ہمیں جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دے **وَمَالَهُ** **فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ** ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے **وَمِنْهُمْ مَنْ** اور ان میں سے وہ بھی ہیں **يَقُولُ** جو کہتے ہیں **رَبَّنَا اتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً** اے ہمارے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں راحت و آرام اور بھلائی دے اور آخرت میں بھی دے **وَقَنَاءَ عَذَابِ النَّارِ** اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔ یہ بڑی جامع مانع دعا ہے کہ دنیا کی چیزیں بھی اس میں آگئیں اور آخرت بھی آگئی **أُولَٰئِكَ لَهُمْ** **نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا** ان لوگوں کے لیے حصہ ہے وہ جو انھوں نے کمایا ہے **وَاللَّهُ سَرِيعٌ** **الْحِسَابِ** اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب شروع ہو جائے گا۔ اور آنکھیں بند ہونے کا کیا پتا ہے کہ کسی کی آج ہو جائیں اور کسی کی کل ہو جائیں۔



وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٥﴾  
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُ قَوْلَهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ  
اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٧٦﴾ وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ  
فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا  
يُحِبُّ الْفُسَادَ ﴿٧٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ  
فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْبِهَادُ ﴿٧٨﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشْرِي  
نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٧٩﴾ يَا أَيُّهَا  
الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ  
الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٨٠﴾ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا  
جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاذْكُرُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٨١﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ  
إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَ  
قُضِيَ الْأَمْرُ إِلَىٰ اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٨٢﴾

وَاذْكُرُوا اللَّهَ اور ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا  
گنتی کے دنوں میں فَمَنْ تَعَجَّلَ پس جس شخص نے جلدی کی  
یَوْمَيْنِ دو دنوں میں فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر ہر گز گناہ نہیں ہے  
وَمَنْ تَأَخَّرَ اور جس شخص نے تاخیر کی فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر

بھی کوئی گناہ نہیں ہے لِمَنْ اس شخص کے لیے اَتَّقِيَ جو ڈر گیا وَ  
 اَتَّقُوا اللَّهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوا اور جان لو اَنَّهُم اِلَيْهِ  
 تُخْشَرُونَ بے شک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے وَمِنَ النَّاسِ اور  
 لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُعْجِبُكَ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے  
 قَوْلُهُ بات اس کی فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَيُشْهِدُ اللَّهُ  
 اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ اس چیز پر جو اس کے دل  
 میں ہے وَهُوَ الَّذِي يَخْصِمُ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے وَإِذَا تَوَلَّى  
 اور جب پیٹھ پھیرتا ہے سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں  
 لِيُفْسِدَ فِيهَا تاکہ زمین میں فساد مچائے وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ اور تاکہ  
 ہلاک کر دے کھیتی کو وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو وَاللَّهُ اور اللہ  
 تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ نہیں پسند کرتا فساد کو وَإِذَا اور جب قِيلَ  
 لَهُ اس کو کہا جاتا ہے اَتَّقِ اللَّهَ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ  
 اُبْهَارْتِي ہے غیرت اس کو بِالْإِثْمِ گناہ پر فَحَسْبُ جَهَنَّمَ پس اس  
 کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَيَسَّ الْمَهَادُ اور البتہ بُرا ہے وہ ٹھکانا وَمِنَ  
 النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں يَشْرِي نَفْسَهُ جو  
 خریدتے ہیں اپنی جان کو اِيتِخَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے  
 ہوئے وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اءِذْخُلُوا فِي السَّلَامِ ؕ دَاخِل  
 هُوَ جَاوِءٌ اءِسْلَامٍ مِّىٔنَ پُورے پُورے كَافَّةً ؕ پُورے پُورے وَلَا  
 تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں كى اِنَّهٗ  
 لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ؕ بے شك وہ تمہارا دشمن ہے كہلا ؕ فَاِنْ زَلَلْتُمْ اِیْسَ اِگر  
 تم پھسل گئے مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۤءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ بعد اس كے كہ تمہارے پاس  
 آگئے واضح دلائل فَاَعْلَمُوْا اِیْسَ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شك اللہ  
 تعالٰی عَزِیْزٌ غَالِبٌ ہے حَكِيْمٌ ؕ حكمت والا ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ  
 نَہیں وہ انتظار كرتے اِلَّا مَگر اَنَّ اس بات كا يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ كہ  
 آئے ان كے پاس اللہ تعالٰی فِیْ ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ؕ بادلوں كے سائے مِیٔنَ  
 وَ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اور فرشتے آئیں ؕ وَقَضٰی الْاَمْرُ ؕ اور معاملہ طے كیا جائے  
 وَ اِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ؕ اور اللہ تعالٰی ہی كى طرف لوٹائے جاتے نِہیں  
 سارے كام۔

### رمى جمار كے احكام :

اس سے پہلے حج كے مسائل كا بیان ہے۔ افعالِ حج مِیٔنَ سے رمى جمار بھی ہے۔  
 جمار جمع ہے جَمْرَةٌ كى۔ وہ تین مینار جن كو عام طور پر شیطان كہا جاتا ہے ان كو كنكریاں  
 مارنا بھی واجب ہے۔ اِگر كوئى رمى جمار نِہیں كرزے گا تو اُس كے حج مِیٔنَ خلل واقع ہوگا  
 كیوں كہ واجب رہ كیا۔ عید والے دن صرف اِیك جمرے كى رمى ہوتى ہے جس كو جمرہ عقبہ  
 كہتے ہِیں اور یہ رمى زوال سے پہلے ہوگی۔ اور عید والے دن دوسرا كام قربانى ہے، تیسرا

کام سر پر اُسترا پھرانا ہے، چوتھا کام ہے طواف زیارت۔ اور طواف زیارت فرض اور رکن ہے اور باقی چیزیں واجب ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہنا ہے۔ جب پہلا کنکر مارے گا تو تلبیہ ختم ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سات کنکر مارنے ہیں۔ اس پر لگ جائیں تو بہتر ہے اور اگر اس حلقے میں جو وہاں بنا ہوا ہے جا گریں پھر بھی صحیح ہے۔ رش کی وجہ سے شریعت نے یہ سہولت دی ہے۔ گیارہویں تاریخ کو تینوں شیطانوں کو کنکر مارنے ہیں۔ جمرہ اولیٰ کو بھی، جمرہ وسطیٰ کو بھی اور آخری کو بھی اور یہ رمی زوال کے بعد کرنی ہے۔ اگر کوئی شخص زوال کے بعد غروب آفتاب تک نہ کر سکے تو وہ غروب آفتاب کے بعد بھی کر سکتا ہے لیکن اول وقت مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص معذور ہے، لنگڑا ہے، لولا ہے، بیمار ہے، بوڑھا ہے اور خود رمی نہیں کر سکتا تو وہ اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے۔ اور بارہویں تاریخ کو رمی کرنی ہے زوال کے بعد اور تیرہویں تاریخ کو بھی رمی مستحب ہے۔ اور اگر کوئی بارہویں تاریخ کو رمی کرنے کے بعد چلا جائے تو اُس کو بھی اجازت ہے۔

لیکن مسئلہ یاد رکھنا! اگر بارہویں تاریخ کو منیٰ ہی میں رہا اور سورج غروب ہو گیا تو پھر تیرہویں تاریخ کے لیے رہنا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر چلا گیا تو اس پر دم آئے گا۔ کیوں کہ تاریخ اسلامی مغرب سے شروع ہوتی ہے تو جب سورج غروب ہو گیا تو اب تیرہویں تاریخ شروع ہو گئی اور جمرات کی رمی کا وقت شروع ہو گیا اب اس کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن تیرہویں تاریخ کو کوئی شاذ و نادر ہی ٹھہرتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے کوشش کی تھی میرے ساتھ کچھ ساتھی بھی تھے۔ بس ہم ہی وہاں تھے اور کوئی نہیں تھا۔ اور تیرہویں تاریخ کی رمی زوال سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَادْكُرُوا اللَّهَ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ کنکریاں مارتے وقت جو کہو گے بسم اللہ اللہ اکبر، یہ بھی ذکر ہے فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ گنتی کے دنوں میں یعنی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ کو فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ پس جس نے جلدی کی دو دنوں میں۔ یعنی عید کے بعد گیارہویں کو بھی رمی کی اور بارہویں کو بھی رمی کی اور غروب آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑا فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے وَمَنْ تَاَخَّرَ اور جس نے تاخیر کی یعنی تیرہویں تاریخ کو وہاں ٹھہرا فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ سارے احکام لِمَنْ اس کے واسطے ہیں اتَّقِ جوب سے ڈرتا رہے وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہو وَاعْلَمُوا اور جان لو تم اَنْتُمْ اِلَيْهِ تُخْشَرُونَ کہ بے شک تم اسی رب کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ جانا تم نے رب کے پاس ہی ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس واسطے رب کی پیشی کے لیے تیاری کر لو کہ وہاں جا کر ہم نے کیا کہنا ہے۔

### ایک فسادی منافق کا ذکر :

اوپر ذکر تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا ”اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں دے دے وَمَالَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلٰقٍ ان کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔“ اب ایسے ہی شخص کا ذکر ہے۔

اَحْنَسُ ابن شریق ایک منافق تھا جو بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور بڑا باتونی تھا۔ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آتا تو بڑے سلیقے کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ کہتا تھا حضرت! ہمارے جیسا خوش قسمت بھی کوئی ہے کہ آپ (ﷺ) جیسی شخصیت خود ہمارے پاس آگئی ہے۔ حضرت! ہم جب آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو خدا یاد آ جاتا ہے اور

جنت دوزک سامنے نظر آتی ہے۔ اور ہم آپ ﷺ کی مجلس میں اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے مچھلی پانی میں۔ اور حضرت! جب ہم آپ (ﷺ) کی مجلس سے باہر ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت ایسے ہوتی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر پھینک دیں تو وہ تڑپتی رہتی ہے۔ حضرت خدا کی قسم! زندگی ہی آپ (ﷺ) کے ساتھ ہے۔ حضرت! آپ ﷺ کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایسی عجیب عجیب باتیں کرتا تھا کہ آنحضرت ﷺ یہ سمجھتے تھے کہ عاشق ہی یہی ہے۔ اور جس وقت وہ خبیث آپ ﷺ کی مجلس سے باہر جاتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو فصلیں کات کر گانٹھیں بنا کر رکھی ہوتی تھیں ان کو آگ لگا دیتا تھا۔ اور ان کے جو جانور ہوتے تھے بکریاں، اونٹ، گھوڑے، ان کی ٹانگیں کاٹ دیتا تھا۔ کسی نے دیکھا اور اس کو کہا کہ تو یہ کیا کرتا ہے؟ تو کہنے لگا تو کون ہوتا ہے روکنے والا؟ دیکھو! آپ ﷺ کی مجلس میں کیا کیفیت ہے اور باہر جا کر کیسی حرکتیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُحِبُّكَ کہ تجب میں ڈالتی ہے تجھے قَوْلُهُ بات اس کی فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔ بات جب کرتا ہے تو آپ بڑے خوش ہوتے ہیں وَيُشْهَدُ اللَّهُ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ اس چیز پر جو اس کے دل میں ہے۔ یعنی کہتا کہ خدا کی قسم جو کہتا ہوں دل سے کہتا ہوں کہ مجھے آپ (ﷺ) سے بڑی محبت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے وَهُوَ الَّذِي خَصَّامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الَّذِي خَصَّامِ ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین وہ لوگ ہیں جو سخت جھگڑالو

ہیں۔“

وَإِذَا تَوَلَّىٰ ۖ وَرَجِبَ إِلَيْهَا ۖ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ ۖ كَوَشٍ  
 كَرْتَا ۖ زَمِينَ ۖ لِيُفْسِدَ فِيهَا ۖ تَاكَ زَمِينَ ۖ فِي فَسَادٍ مَّجَآءٍ ۖ وَهَٰذَا طَرَحُ ۖ كَهْ  
 غَرِيبٌ صَحَابُهُ ۖ تَحَىٰ ۖ اَن كُوْغُوْرَتَا ۖ اَوْرَاكُلِيَا ۖ دِيْتَا ۖ وَيَهْلِكُ الْحَرْثُ ۖ اَوْرَتَا ۖ كَهْ لُوْكَوْ  
 كَهْمِيْتٌ مَّجَآءٍ ۖ وَهَٰذَا طَرَحُ ۖ كَهْ لُوْكَوْ ۖ نَهْمِيْتٌ ۖ سَعَىٰ ۖ فَصْلٌ ۖ كَاثُرٌ ۖ كَرَا ۖ كِي ۖ كَا ۖ نَهْمِيْتٌ ۖ بَنَا ۖ كَر  
 اَكْثَمِي ۖ كَر ۖ كَهْمِي ۖ هُوْتِي ۖ تَحِي ۖ يَه ۖ اَن كُوْاْ ۖ اَك ۖ لَكَ دِيْتَا ۖ وَالنَّسْلُ ۖ اَوْرَا ۖ جَانُوْرُوْ ۖ كِي ۖ نَسْلٌ ۖ كُوْخْتَمُ  
 كَر ۖ دِيْتَا ۖ وَهَٰذَا طَرَحُ ۖ كَهْ اَن كُوْ ۖ نَحِي ۖ كَاثُرٌ ۖ دِيْتَا ۖ يَحَىٰ ۖ غَا ۖ بَا ۖ نَه ۖ اَس ۖ كِي ۖ حَرَكِي ۖ اَوْر ۖ هُوْتِي  
 تَحِي ۖ ۖ تُو ۖ دِي ۖ كَهْوَا ۖ اِيْ ۖ لُوْ ۖ كَهْمِي ۖ تَحَىٰ ۖ كَه ۖ اَن ۖ خَضَرَتٌ ۖ صَلَّىٰ ۖ اَلَيْهِ ۖ جِي ۖ سِي ۖ بَرِي ۖ زِي ۖ رَك ۖ اَوْر ۖ ذِي ۖ نِ  
 شَخْصِيْتٌ ۖ يَحَىٰ ۖ اَن كُو ۖ نِهِي ۖ پِچَا ۖ نَكِي ۖ جَب ۖ تَك ۖ رَب ۖ تَعَالَىٰ ۖ نَه ۖ آ ۖ گَاه ۖ نِهِي ۖ فَرَمَا ۖ ۖ يَه ۖ اِيْ ۖ آ ۖ دِي ۖ تَحَىٰ  
 كَه ۖ جَب ۖ وَه ۖ كَفْتَلُوْ ۖ كَر ۖ تَا ۖ تَحَىٰ ۖ تُو ۖ مَعْلُوْمٌ ۖ هُوْتَا ۖ تَحَىٰ ۖ كَه ۖ بَرَا ۖ فِدَا ۖ اِي ۖ اَوْر ۖ شِيْدَا ۖ اِي ۖ هِي ۖ لِي ۖ كِن ۖ پَحْرَا ۖ اَللّٰهُ ۖ تَعَالَىٰ ۖ نَه  
 اَس ۖ كِي ۖ حَرَكِي ۖ بَتَا ۖ نِي ۖ تُو ۖ پَحْرَا ۖ مَعْلُوْمٌ ۖ هُوَا ۖ كَه ۖ يَه ۖ كِيْ ۖ سَا ۖ آ ۖ دِي ۖ هِي ۖ ۖ وَاللّٰهُ ۖ لَا ۖ يَحِبُّ ۖ الْفَسَادَ ۖ اَوْر  
 اَللّٰهُ ۖ تَعَالَىٰ ۖ فَسَادٌ ۖ كُو ۖ پَسَنَدُ ۖ نِهِي ۖ كَر ۖ تَا ۖ ۖ وَإِذَا قِيلَ ۖ لَهٗ ۖ اَوْر ۖ جَب ۖ اَس ۖ كُو ۖ كَهَا ۖ جَا ۖ تَا ۖ هِي ۖ اَتَّقِ ۖ اَللّٰهُ  
 ذُرَا ۖ اَللّٰهُ ۖ تَعَالَىٰ ۖ سَعَىٰ ۖ اَخَذَتْهُ ۖ الْعِزَّةُ ۖ بِالْاِثْمِ ۖ اُبْهَارَتِي ۖ هِي ۖ غَيْرَتِي ۖ اَس ۖ كُو ۖ گَنَاهُ ۖ پَر ۖ حَسْبُهُ  
 جَهَنَّمُ ۖ پَس ۖ اَس ۖ كَه ۖ لِيْ ۖ كَا ۖ فِي ۖ هِي ۖ دُوْرَخ ۖ وَلَيْسَ ۖ الْمَهَادُ ۖ اَوْر ۖ اَلْبَتَّةُ ۖ بُرَا ۖ هِي ۖ وَه ۖ تَهْ ۖ كَا ۖ نَا ۖ ۖ

### حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا اشار :

اھل کل تم نے یہ بھی پڑھا ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ اور ان میں سے وہ لوگ بھی  
 ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَا اَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً اے رب ہمارے!  
 ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ تو اس طرح کے لوگوں  
 میں سے ایک کا ذکر ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جنہیں صہیب رومی بھی کہتے ہیں۔ اصل میں وہ رومی نہیں تھے۔ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنو نمریہ، اس قبیلے کے فرد تھے اور بڑے خوب صورت اور پیاری شکل والے چھوٹے بچے تھے کہ ظالم ان کو اٹھا کر روم کے علاقے میں لے گئے تھے اور زندگی اُنھوں نے روم میں گزاری۔ جب واپس آئے تو صرف اتنا یاد تھا کہ میں بنو نمر کا ایک درد ہوں اور فلاں جگہ پر ہم بچے کھیلا کرتے تھے۔ کیوں کہ کافی عرصہ کے بعد آئے کیوں کہ غلام بنا لیے گئے تھے تو غلام در غلام بنتے رہے اور بڑے غضب کے تیر انداز تھے اور ان کے تیر سو فیصد نشانے پر لگتے تھے۔

ہوا اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، دو چار دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے تو اب ان کا دل مکہ میں نہیں لگتا تھا اور ساتھ جانے والا بھی اور کوئی نہ تھا۔ تو یہ اکیلے ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے اور ایک کافران کا مقروض تھا اس نے سوچا کہ اب موقع ہے کہ لوگوں کو اُکسا کر اس کا کام تمام کر دوں۔ کیوں کہ اگر یہ زندہ رہا تو پھر کسی نہ کسی وقت مجھ سے رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ غضب کا تیر انداز ہے۔

تو اس نے اس طرح کیا کہ محلے میں جا کر نو جوانوں کے جذبات اُبھارے اور کہنے لگا: او بے غیر تو! کیا تمھارا خون خشک ہو گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ابوبکر، عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے اور آج یہ صہیب بھی جا رہا ہے کیا اس کو بھی تم سنبھال نہیں سکتے۔ تمھاری غیرت کدھر گئی۔ ایسے انداز سے ان کے جذبات اُبھارے کہ نو جوان ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تنہا سفر پر تھے اور مکہ مکرمہ سے کافی دور ہو گئے تھے۔ وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ میرے پیچھے آ گئے ہیں۔ تو

وہاں ایک بلند ٹیلا تھا اس پر انھوں نے پوزیشن سنبھال لی اور جو تیر ترکش میں تھے وہ نکال کر سامنے رکھ لیے اور ان سب کو کہا کہ بھائی! جس ارادے سے تم آئے ہو میں بھی سمجھتا ہوں اور یاد رکھو! مرتو میں بھی جاؤں گا لیکن یہ جتنے تیر میرے پاس ہیں یہ میں تم پر چلاؤں گا اور تمھاری کئی لاشیں یہاں سے جائیں گی اور جب تیر ختم ہو جائیں گے تو پھر میں تمھارے ساتھ تلوار اور نیزے کے ساتھ لروں گا اور یہ بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا ایک تیر بھی خطا نہیں جاتا۔

آدم برسر مطلب۔ وہ جوان آدمیوں کو کٹھا کرے، لا! تھا کہنے لگا چل پھر اس طرح کرتے ہیں کہ تو نے جو مجھ سے قرض لینا ہے پھوڑ دے ہم تجھے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور مطلب بھی اتنا ہی تھا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا میں نے اپنا قرض تجھے معاف کیا۔ اور جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ واپس دور چلے گئے ہیں نہ پھر اپنا سفر جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ جو خریدتے ہیں اپنی جان كَيْتَبَ رَمَاتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کافروں کو اپنی رقم دے کر اپنی خرید و فروش وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔ آگے اور بات کا ذکر ہے۔

وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ ان کا ایک گروپ ہوتا تھا۔ ابن یامین، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اُسید رضی اللہ عنہم، یہ سارے پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ انھوں نے یہ مذہب بنایا ہوا تھا کہ ہمارے واسطے اُونٹ کا گوشت اور اُونٹنی کا دودھ حرام ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ تھا کیوں

کہ رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہ تھا۔ جیسے اہل بدعت نے کئی چیزیں از خود بنائی ہوئی ہیں جو کہ دین نہیں ہے مگر انھوں نے دین بنایا ہوا ہے۔ تو انھوں نے بھی اسی طرح خانہ ساز باتیں بنائی ہوئی تھیں۔ تو انھوں نے کہا اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں لہذا اب ہمیں اُونٹ کا گوشت حلال سمجھنا چاہیے اور اُونٹ کا دودھ بھی حلال ہے مگر کھانا ضروری نہیں ہے۔ تو اس طرح کریں گے کہ حلال سمجھیں گے مگر کھائیں گے، پیئیں گے نہیں۔ تاکہ پہلی شریعت بھی ہم سے نہ چھوٹے کیوں کہ کھانا پینا فرض تو نہیں ہے۔ یہاں کتنے آدمی ہوں گے جنھوں نے اُونٹ کا گوشت نہیں کھایا ہوگا اور دودھ نہیں پیا ہوگا تو ان کے اسلام میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ تو انھوں نے سوچا کہ اس طرح کرنے سے جامع بین الشریعتین ہو جائیں گے کہ عقیدتا تو حلال سمجھیں گے اور عملاً نہیں کھائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

## اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً  
 اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ذہن بھی اسلامی، عمل بھی اسلامی، عقیدہ بھی اسلامی، نظریہ بھی اسلامی، شکل و صورت بھی اسلامی، یہ کیا ہوا آدھا تیرا آدھا بٹیر کلمہ ادھر کا پڑھ لیا اور عمل ادھر کا رکھتے ہو۔ مکمل اسلام میں داخل ہو جاؤ کہ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور مذہب کی رعایت بھی جائز نہیں ہے وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے فَإِنْ زَلَلْتُمْ پس اگر تم پھسل گئے یعنی تم نے راستہ چھوڑ دیا مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمْ الْبَيِّنَاتُ بعد اس کے کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں آگئیں فَاعْلَمُوا پس تم جان لو



اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر زور  
 آور کوئی بھی نہیں ہے۔ حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے۔ اگر وہ فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو یہ  
 نہ سمجھو کہ چھوٹ گئے یہ اس کی حکمت ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے هَلْ  
 يَنْظُرُوْنَ نہیں یہ انتظار کرتے اِلَّا اَنْ يَّاتِيَهُمُ اللّٰهُ مگر کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے  
 پاس فِيْ ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالْمَلَائِكَةُ اور فرشتے۔ قیامت کا  
 دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور شان کے جو لائق ہے اس طرح آنا جو ہماری سمجھ میں نہیں  
 آسکتا۔ اللہ رب العزت کی عدالت قائم ہوگی اور سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں  
 گے اور سب اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے وَجُوْهُ يُّوْمٍ مُّبِيْنًا ضَرَّةٌ ۝۱۱ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝۱۲ [سورة القیامہ]  
 آنکھوں کے ساتھ رب نظر آئے گا اور اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ:

اے انسانو! میں نے تمہیں انسان بنایا تھا قدرت اور طاقت عطا کی تھی تم نے کام  
 کون سے کیے ہیں؟ رتی رتی کا حساب ہوگا۔ تو جو آنا رب تعالیٰ کی ذات کے لائق ہو اس  
 طرح رب تعالیٰ ضرور آئے گا اس طرح لگے گا کہ بادلوں کے سائے ہیں اور فرشتوں کا  
 ہجوم ہے ان کے درمیان رب تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے۔ پھر سب سے حساب ہوگا وَ  
 قُضِيَ الْاَمْرُ اور معاملہ طے کیا جائے گا۔ کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ قیامت کی عدالت  
 قائم ہو اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں۔ یاد رکھو! وَ اِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْر اور سب کام  
 اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہی خالق اور وہی مالک، وہی رازق، وہی سب  
 کچھ کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کسی کے پاس ایک رتی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا  
 فرمائے۔



## سَلِّ بْنِ إِسْرَءِیْلَ

كَمْ اتَيْنَهُمْ مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ  
 مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا  
 الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا  
 فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝  
 كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ  
 وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ  
 النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ  
 مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ  
 الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي  
 مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

سَلِّ بْنِ إِسْرَءِیْلَ سوال کر بنی اسرائیل سے کَمْ اتَيْنَهُمْ کتنی  
 ہم نے دی ان کو مِّنْ آيَةٍ اپنی قدرت کی نشانیاں بَيِّنَةٍ واضح و  
 مَنْ يُبَدِّلْ اور جس نے بدل دی نِعْمَةَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی نعمت مِنْ بَعْدِ  
 مَا جَاءَتْهُ بعد اس کے کہ اس کے پاس نعمت آگئی فَإِنَّ اللَّهَ پس بے  
 شُكَّ اللہ تعالیٰ شَدِيدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے زُيِّنَ لِلَّذِينَ  
 كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیا  
 کی زندگی وَيَسْخَرُونَ اور وہ مسخرہ کرتے ہیں مِنَ الَّذِينَ ان

لوگوں سے اٰمَنُوْا جو ايمان لائے وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا حالانکہ وہ لوگ جو کفر اور شرک سے بچتے ہیں فَوْقَهُمْ ان کے اوپر ہوں گے يَوْمَ الْقِيَمَةِ قیامت والے دن وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے كَانَ النَّاسُ تھے لوگ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ فَبَعَثَ اللّٰهُ پس بھیجے اللہ تعالیٰ نے النَّبِيِّْنَ انبیاء مُّبَشِّرِيْنَ خوش خبری سنانے والے وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فَيَمَّا ان چیزوں میں اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ جن کے حق ہونے میں لوگوں نے اختلاف کیا وَمَا اِخْتَلَفَ فِيْهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں اِلَّا الَّذِيْنَ اَوْتُوْهُ مگر ان لوگوں نے جن کو دی گئی کتاب مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ واضح دلیلیں ان کے پاس آ گئیں بَغْيًا سرکشی کرتے ہوئے بَيْنَهُمْ آپس میں فَهَدٰى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس اللہ نے ہدایت دی ان لوگوں کو جو ايمان لائے لِمَا اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ اس چیز میں جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا مِنَ الْحَقِّ حق سے بِاِذْنِ اللّٰهِ تعالیٰ نے اپنے حکم سے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف۔

## بنی اسرائیل کا تذکرہ :

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسرائیل اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اسرائاء کا معنی عبد اور ایل کے معنی اللہ۔ تو اسرائیل کے لفظی معنی ہیں عبد اللہ، اللہ کا بندہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہ تھی۔ اُن بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو کہ پیغمبر تھے۔ اور ان کا مفصل واقعہ سورۃ یوسف میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بڑے انعام فرمائے تھے لیکن انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اور یہ بات آپ پہلے پارے میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تہ کے میدان میں جس کو آج کے جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں۔ یہ میدان چھتیس میل لمبا ہے اور چوبیس میل چوڑا ہے۔ اس وادی سینائی میں جب پہنچے تو ان کو حکم ہوا کہ عمالۃ قوم کے ساتھ جہاد کرو اور چھٹے پارے میں مذکور ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو تو کہنے لگے فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ”اے موسیٰ علیہ السلام! تم جاؤ اور تمہارا رب جائے اور جا کے ان کے ساتھ لڑو، ہم تو اس کے ساتھ لڑائی نہیں کر سکتے۔“ دیکھو! کتنا گستاخانہ جواب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس میدان سے نکلنا چالیس سال تک حرام کر دیا اور یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اور اس میدان میں ان کے لیے گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کا سایہ کیا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ میں اسی کا ذکر ہے۔ وہاں پر کھانے کے لیے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ کہ ایک تھال میں بھنے ہوئے بٹیرے اور ایک میں کھیر کہ کھاؤ مزے سے صبح بھی اور شام بھی۔

اور پانی کا کوئی انتظام نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پتھر

پر ڈنڈا مارو اس سے چشمے نکلیں گے۔ کافی بڑا پتھر تھا بارہ چشمے اس سے جاری ہوئے۔ اس وقت یہ چیزیں ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتیں مگر یہ انعام اللہ تعالیٰ نے ان پر کیے۔ اور اس سے پہلے جب وہ ہجرت کر کے چلے تو فرعون کی فوجیں آپہنچیں، آگے بحر قلزم تھا جس سے نکلنے کے لیے ان کے پاس گزرنے کے لیے کوئی راستہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے دریا پھاڑ دیا۔ راستے خشک ہو گئے اور یہ سارے گزر گئے اور پانی اس طرح کھڑا ہو گیا کہ **فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ** جس طرح دیواریں کھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں بھیجے اور تین مشہور آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمتیں بھی بہت عطا فرمائیں اور باطنی نعمتیں بھی۔ مگر ان ظالموں نے کسی نعمت کی قدر نہیں کی **يَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ** ایک دن میں انھوں نے سارے علاقے میں تینتالیس پیغمبر شہید کیے۔ انھوں نے یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، شعیا علیہ السلام کو شہید کیا۔

ایک مومن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل ناحق سے آسان ہے۔ تو پھر پیغمبر تو پیغمبر ہوتا ہے اس کے قتل کا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ اور عذاب کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض پر رب تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط فرمائی اور چند گھنٹوں میں ستر ہزار کے لگ بھگ مر گئے۔ اور بعض کو رب تعالیٰ نے بندر اور خنزیر بنایا **وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ**۔ ان پر طوفان کا عذاب آیا، ان پر اللہ تعالیٰ نے مینڈک مسلط فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجمالی طور پر ذکر فرماتے ہیں۔

سَلِّ بَنِي إِسْرَآئِيلَ تَوْسُوَالِ كَرْنِي إِسْرَآئِيلَ سَلِّ كَمَا أْتَيْتَهُمْ مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ

کتنی دیں ہم نے ان کو قدرت کی نشانیاں لیکن وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ اور جو شخص اللہ کی نعمتوں کو بدل دے مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ بعد اس کے کہ وہ نعمتیں اس کے پاس آچکیں فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ پس بے شک رب تعالیٰ سخت بزا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی کیسی سزائیں دیں۔ بندر بنایا، خنزیر بنایا، چہرے مسخ کیے۔ اور ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے چوہے بنایا اور وہ تین دن کے بعد مر گئے تھے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ تو جو شخص رب تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سے سخت سزا دیتے ہیں۔

آگے فرمایا زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے واسطے جو کافر ہیں الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا ہی دنیا ہے۔ دنیا کی ترقی اور عروج ان کے سامنے ہے اور بس۔ اور یہ کافر وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا مسخرہ کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے۔ ان کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر، ان کی غربت دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سن لو! وَالَّذِينَ اتَّقَوْا اور وہ لوگ جو کفر و شرک سے بچے فَوْقَهُمْ ان کافروں کے اوپر ہوں گے يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت والے دن۔ اونچے اس لحاظ سے بھی کہ جنت کا جو محل وقوع ہے وہ اوپر ہوگا اور دوزخ نیچے ہوگی اور درجے کے اعتبار سے تو کہاں مومن اور کہاں کافر۔ یہ آسمان اور زمین سے بھی بڑھ کر فرق ہے۔

آٹھویں پارے میں ملتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ”بہشت والے دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے ہم نے سچا پایا جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا۔ پس کیا جو وعدہ تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟“ یعنی دنیا میں تم ہمیں

طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے اے فاقے کاٹنے والو! کیا تم سچے ہو۔ کیا ہمارے سچے ہونے کا پتا چل گیا ہے۔ اور اسی پارے میں یہ بھی آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر مومنوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے ک جنت کی جو نعمتیں تم کھاتے ہو اُس میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ اس وقت مومن جواب دیں گے کہ **إِنَّ اللَّهَ خَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ** ہم یہ پانی اور رزق تمہیں دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ رب نے یہ رزق اور پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔

## کثرت مال خدا کے راضی ہونے کی دلیل نہیں :

تو اس وقت معلوم ہوگا کہ تم دنیا میں ان بھوکے ننگوں کے ساتھ کس طرح مذاق اڑاتے رہے۔ تو رزق کی زیادتی رب تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے **وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ** اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ رزق کا زیادہ ملنا اگر اللہ کے ہاں مقبول ہونا ہے تو معاذ اللہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ قارون تو اللہ تعالیٰ کا بڑا پیارا تھا۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے کہ اس کے پاس اتنے خزانے تھے کہ ان کی چابیوں کی اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔ عصبہ کا لفظ دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے۔ تو جس کے خزانوں کی چابیاں اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی اس کے خزانوں کا خود حساب لگا لو۔

اسی طرح معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ، حدیثیں تم سنتے رہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی بھی دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن مسلسل جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوئی اور تین تین مہینے گزر جاتے کہ چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی یعنی پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ تو پھر معاذ اللہ تعالیٰ یہ کہنا پڑے گا کہ

رب تعالیٰ آپ ﷺ سے ناراض تھے کیوں کہ آپ ﷺ کو تو کچھ نہیں دیا۔ آپ ﷺ کا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ایک آدھ مرتبہ چراغ جلانے کا ذکر آتا ہے۔ باقی اس گھر میں چراغ بھی روشن نہیں ہوتا تھا کیوں کہ اتنی توفیق نہیں تھی۔ سحری کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی تھیں جیسے سامنے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ دیر تک قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے۔ پھر جب رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے تھے تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ٹانگوں کو دباتے تھے وہ اکٹھی کر لیتی تھیں پھر آپ ﷺ سجدہ کرتے تھے ورنہ سجدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ رہنے کے لیے آپ ﷺ کا یہ مکان تھا۔

تو فرمایا کہ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ قبولیت مال میں نہیں وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ اور حساب کے معنی عربی لغت میں مشقت کے بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کو رب بغیر مشقت کے وافر مقدار میں مال دے دیتا ہے اور حساب کا معنی مطالبے کے بھی ہوتے ہیں۔ تو بعض لوگوں کو رب تعالیٰ بغیر مطالبے اور مانگنے کے دیتا ہے اور اتنا کہ وہ اس کو سنبھال نہیں سکتے۔ اور بغیر حساب کے معنی لا تعداد، بے شمار۔ تو رزق اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کو بھی دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن پر ناراض ہوتا ہے۔

اور یہ حدیث آپ نے کئی مرتبہ سنی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان اور دین صرف ان کو دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے۔ اس واسطے رزق کی کثرت اور قلت کے ساتھ مقبولیت اور مردودیت وابستہ نہیں ہے۔ اور



یہ بھی آپ نے درس میں سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے ستر اصحاب صفہ جو اس وقت کے طالب علم ہوتے تھے فرمایا میں نے خود شمار کیے۔۔ ان کا حال یہ تھا کہ کسی کے پاس کرتہ (قمیص) نہ تھا اور کسی کے پاس چادر نہ تھی لمبا سا ٹاٹ اس نے پہن رکھا تھا اور جب بیٹھتے تھے تو ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر بیٹھتے تھے کہ ننگے نہ ہو جائیں۔ اور آج وہ جنت کے وارث ہیں۔

### عبداللہ بن اُبی کا جنازہ :

اور اسی مدینہ طیبہ میں رہنے والا عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کا جنازہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا۔ (اور ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کروڑوں اولیاء کرام مل کر ایک صحابی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ (قمیص) مبارک بھی اپنے جسم مبارک سے اتار کر اس کو بہ طور کفن پہنایا اور اپنا لعاب مبارک بھی اس کے جسم پر لگایا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ [التوبہ: ۸۰] ”اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشنے گا۔“

فرمایا كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً سارے لوگ ایک ہی جماعت تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تھی ہزار سال اور عقیدہ سب کا ایک ہی ہوتا تھا البتہ جرائم ہوتے تھے۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا لیکن اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ایک ہزار سال اور گزرے نوح علیہ السلام تک بھی سب لوگ ایک ہی عقیدے پر قائم تھے۔

سب سے پہلی قوم جو مشرک پیدا ہوئی وہ حضرت نوح علیہ السلام کی تھی۔ تو فرمایا لوگ ایک ہی عقیدہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا اور کفر و شرک شروع کیا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ پس اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے مُبَشِّرِينَ نیکوں کو خوش خبری سنانے کے لیے کہ تم پر رب راضی ہوگا اور تم پر رب کی رحمتیں نازل ہوں گی اور مرنے کے بعد تمہاری زندگی بڑی سہل اور آسان ہوگی اور جنت میں داخل ہوگے وَمُنْذِرِينَ اور نافرمانوں کو ڈرانے والے کہ کفر و شرک چھوڑ دو ورنہ دنیا میں بھی رب تعالیٰ کا عذاب آسکتا ہے اور عذاب قبر الگ ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمین اور مسلمات کو اس سے بچائے۔

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے، وحی نازل فرمائی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ کیوں؟ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فِيمَا اَخْتَلَفُوا فِيهِ ان چیزوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ یعنی جب اختلاف شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اُنھوں نے حق کو واضح کیا اور باطل کو بھی واضح کیا کہ یہ حق ہے، یہ باطل ہے اس کو اپناؤ اور اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ وَمَا اَخْتَلَفَ فِيهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں إِلَّا الَّذِينَ اَوْتُوهُ مگر اُن لوگوں نے جن کو کتابیں دی گئی تھیں مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ گئی تھیں۔ یعنی جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا وہ غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ ضد ہی حق کے ساتھ عناد تھا۔

یہ اختلاف کیوں کیا؟ بَغْيًا بَيْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے اُنھوں نے حق کے ساتھ اختلاف کیا فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا پس اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ان

لوگوں کو جنہوں نے ایمان قبول کیا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ اس چیز میں ہدایت دی جس حق میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی بِإِذْنِهِ اپنے حکم اور اپنی مہربانی سے وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ سیدھے راستے کی۔ اور ہدایت کا ضابطہ اس طرح بیان فرمایا ہے وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اَنَّا ابْنُ كَوْكَبٍ رُبٍّ اور ہدایت کرتا ہے تو رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔ ایک مقام پر مَنْ يُنِيبْ کے لفظ ہیں جو شخص رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔ اور جو شخص رب تعالیٰ سے بے پروائی کرتا ہے، مستغنی ہے تو رب تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی ذات تو صمد ہے، بے نیاز ہے۔ محتاج تو ہم ہیں۔ رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔



أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ  
الْبَاسَاءُ وَالضَّرَآءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا  
مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَأَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ  
مَآذَ الْيُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّوَالِدَيْنِ وَ  
الْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ ۚ إِنَّ السَّبِيلَ ۖ وَمَا تَفْعَلُوا  
مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ  
لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا  
شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو اَنْ اس بات کا تَدْخُلُوا  
الْجَنَّةَ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَأْتِكُمْ اور ابھی تک نہیں  
آئیں تمہارے پاس مَثَلُ الَّذِينَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوْا جو گزر  
چکے ہیں مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے مَسَّتْهُمُ الْبَاسَاءُ پہنچی ان کو مالی  
پریشانی وَالضَّرَآءُ اور بدنی پریشانی وَزُلْزِلُوا اور ان پر زلزلے کی  
سی کیفیت طاری کر دی گئی حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ یہاں تک کہ کہا اس وقت  
کے رسول نے وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور اُن لوگوں نے جو ایمان لائے تھے  
اس کے ساتھ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ کب آئے گی مدد اللہ تعالیٰ کی اَلَا

خبردار اِنَّ نَّصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے  
یَسْأَلُونَكَ سَوَال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا يُنْفِقُونَ کیا کچھ وہ خرچ  
کریں قُل کہہ دے مَا اَنْفَقْتُ جو چیز تم خرچ کرو مِنْ خَیْرِ  
مال سے فَلِلّٰهِ الدِّیْنِ پس ماں باپ کے لیے وَالْاَقْرَبِیْنَ اور قریبی  
رشتہ داروں کے لیے وَالْیَتٰی اور یتیموں کے لیے وَالْمَسْكِیْنِ اور  
مسکینوں کے لیے وَابْنِ السَّبْلِ اور مسافروں کے لیے وَمَا تَفْعَلُوْا  
مِنْ خَیْرِ اور جو بھی تم کرو گے خیر اور بھلائی فَاِنَّ اللّٰهَ بِہٖ عَلِیْمٌ پس  
بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے کُتِبَ عَلَیْكُمْ الْقِتَالُ فرض کیا گیا  
تم پر دشمنوں کے ساتھ لڑنا وَهُوَ كَزِهْرٌ لَّكُمْ اور یہ لڑنا تمہیں ناپسند ہے  
وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوا شَیْئًا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَهُوَ خَیْرٌ  
لَّكُمْ اور تمہارے لیے وہی بہتر ہو وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوا شَیْئًا اور قریب  
ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور تمہارے لیے وہی بُری ہو  
وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں  
جانتے۔

آنحضرت ﷺ نے جب مکہ مکرمہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور رب تعالیٰ کی  
توحید بیان فرمائی اور قیامت کے متعلق عقیدہ بتایا اور اچھے اخلاق کے ساتھ زندگی بسر  
کرنے کا سبق دیا تو اس سلسلے میں آپ ﷺ کی سخت مخالفت ہوئی۔ چند آدمیوں کے  
سوا کسی نے آپ ﷺ کا ساتھ نہ دیا اور جو آدمی مسلمان ہوئے ان کو بھی بڑی بڑی

تکلیفیں پہنچائیں اور ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور بعض کو ٹخنوں میں رسیاں باندھ کر گلیوں اور سڑکوں پر کھینچا گیا بعض کو گرم ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر چڑھ جاتے۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔

## حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام :

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے ان کا چچا بہت سخت آدمی تھا۔ اس نے کہا لڑکے کلمہ چھوڑ دے۔ کہنے لگے چچا جی! کلمہ چھوڑنے والی چیز نہیں کلمہ تو پڑھنے والی چیز ہے۔ چچے نے دیوار میں لمبی موٹی میخ ٹھونک کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس سے لٹکا دیا اور اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ خشک غلاظت اکٹھی کر کے لاؤ اور اس کا دھواں اس کی ناک میں دو۔ ان کے ساتھ یہ بھی کیا گیا۔ ان کو ایمان سے برگشتہ کرنے کے لیے بہت کچھ کیا گیا لیکن یہ لوگ بڑے صبر، ہمت اور حوصلے والے تھے۔ شکر کرو کہ رب تعالیٰ نے ہمیں ایسی تکلیفوں میں مبتلا نہیں کیا ورنہ ہم میں سے کوئی ایک بھی کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے چچا نے بھی صف میں لپیٹ کر سرے کے ساتھ لٹکا دیا اور گھر کے افراد پر پابندی لگا دی کہ اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دیا جائے۔ مگر وہ بڑی ہمت والے لوگ تھے کوئی بھی ان میں سے نہ ڈمگایا۔ پھر ہجرت کوئی معمولی بات نہیں۔ اپنا گھر بار، کاروبار، برادری چھوڑنا اور پھر دشمنوں کے ہاتھ میں دے کر چلے جانا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر بدر میں جو تکلیفیں پیش آئیں، اس کے بعد اُجد میں جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں، ستر آدمی شہید ہوئے اور بے شمار زخمی ہوئے۔ اس کے بعد پھر غزوہ خندق میں مسلمانوں کو تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ ان تکلیفوں کو

دیکھ کر بعض نئے نئے مسلمان گھبرا جاتے تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمْ حَسِبْتُمْ كَيْتَم خيال كرتے ہو اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ يه كه تم جنت ميں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَأْتِكُمْ اور ابھي تك تمھارے پاس نہيں آئیں مَثَلُ الَّذِينَ ان لوگوں كى مثالیں خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ جو تمھارے سے پہلے گزر چكے ہيں يعنى جو لوگ گزر چكے ہيں ان پر جس طرح كى تكليفیں آئى تھیں اس طرح كى ابھي تك تمھارے اُوپر نہيں آئیں اور تكليفیں برداشت كرنے كے بغير جنت نہيں ملتي۔ وہ بڑى قيمتى ہے اور جو چيز اعلیٰ اور عمدہ ہوتى ہے اس كى قيمت بھي زيادہ ہوتى ہے۔

### حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ كى آزمائش :

بخارى شريف ميں روايت ہے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ ان كا آقا اميہ بن خلف بڑا ظالم اور سخت گير تھا۔ جب يہ مسلمان ہو گئے تو ان كو بھوكا پيا سا بھي ركھتا اور مارتا اور كھتا كلمہ چھوڑ دے۔ ليكن انھوں نے كہا كہ كلمہ نہيں چھوڑ سكتا۔ جس طرح ہمارے ہاں كيكركا درخت جو دير تك جلتا رہتا ہے، اسي طرح عرب ميں ايك درخت ہے جس كو غظاہ كہتے ہيں اس كے كوئلے جلا كر اور ان كا كرتہ اُتر وا كر كمر كے بل لٹا ديتا اور چھاتى پر پاؤں ركھ كر كھڑا ہو جاتا تھا۔ ديكھو! آج ہم اس كا تصور بھي نہيں كر سكتے عمل تو دور كى بات ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ كى كمر سے خون جارى ہو جاتا اور رطوبت نكلتى، اس سے كوئلے ٹھنڈے ہو جاتے۔ كمر ميں گڑھے سے بن گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم كعبۃ اللہ كے سائے ميں سر كے نيچے چادر ركھ كر ليٹے ہوئے تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم كے پاس آئے اور اپنى كمر سے كرتہ اُٹھايا اور كہنے لگے حضرت! مير اظالم آقا اميہ بن خلف مجھے كوئلوں پر لٹا كر ميرى چھاتى پر كھڑا ہو

جاتا ہے اور مجھے پہلو بھی نہیں بدلنے دیتا۔ حضرت! دیکھیں میری پیٹھ پر کیسے زخم ہیں، گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے خباب! تم میرے اُمتی ہو اور تم سے پہلے ایسے ایمان والے لوگ بھی گزرے ہیں کہ ان کو ناف تک زمین میں گاڑ کر اور سر پر آری رکھ کر ایک آدمی آگے اور ایک پیچھے کھڑا ہو جاتا اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے چیز کر دو ٹکڑے کر دیں گے۔ وہ کہتے کلمہ نہیں چھوڑنا۔ وہ ظالم آری چلا کر دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف گر جاتا تھا۔ آج ہے کوئی اس کا تصور کرنے والا۔ اور فرمایا کہ ایسے بھی تھے کہ ظالموں نے لوہے کی کنگھیاں بنائی ہوئی تھیں اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دو۔ تو ان میں سے جو کلمے پر پختہ رہتے ان کے چمڑے اور گوشت کو ان لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیتے، ہڈیاں رہ جاتیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے مگر کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔

اسی طرح سورۃ البروج میں واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس وقت کے ظالم بادشاہ نے آگ کا بھٹہ تیار کیا۔ ظالم بادشاہ اور اس کے وزیروں، مشیروں نے کناروں پر کرسیاں لگا لیں اور چاروں طرف اللہ کی مخلوق کھڑی ہے۔ ایک ایک آدمی کو آگے کر کے کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو ورنہ آگ میں ڈال دیں گے۔ وہ کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔ سب کے سامنے آگ میں ڈال دیئے جاتے اور وہ جل جلتے، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو مگر کوئی آدمی بھاگا نہیں۔

ایک عورت نے اپنا دودھ پیتا بچہ اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ان ظالموں نے بچہ چھین کر آگ میں پھینک دیا۔ ماں تھی، بے چاری کانپ اُٹھی اور کہا اس بچے کا کیا



قصور کلمہ تو میں نے پڑھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ اس دودھ پیتے بچے نے آواز دی۔ اے میری ماں! تو حق پر ہے ڈرنا نہیں یہ ظاہری طور پر آگ نظر آتی ہے حقیقت میں یہ جنت کا راستہ ہے۔ اُس عورت کو بھی اُنھوں نے اٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔

www.besturdubooks.net

یہ چیزیں اس وقت ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتیں مگر وہ بڑے پختہ اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ ہمیں تو آج تھوڑی سی بھی تکلیف آجائے تو لوٹے بن جاتے ہیں یعنی لوٹے کی طرح پھر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ہم امتحان کے قابل ہی نہیں ہیں اس واسطے ہم پر زیادہ سختی نہیں آتی۔ اُن لوگوں پر سختیاں آئیں اور اُنھوں نے برداشت کیں، جان دے دی مگر ایمان نہیں چھوڑا۔

## عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی پیشکش :

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ہرقل روم کی فوجوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ کچھ اور ساتھی بھی گرفتار ہوئے۔ ایک ایک سے انٹرویو لے رہے تھے۔ ان کو ہرقل روم نے دیکھا کہ بڑا خوب صورت اور صحت مند نوجوان ہے۔ قد و قامت بھی خوب ہے اور بات بھی بڑے سلیقے سے کرتا ہے۔ ہرقل نے ان کو کہا بر خوردار، عزیز! میں روم کا بادشاہ ہوں، ہرقل میرا نام ہے، قیصر میرا لقب ہے۔ میں تجھے پیشکش کرتا ہوں کہ اَزْوَجُكَ ابْنَتِي وَأَشْرُكَكَ فِي مَلِكِي ”میں تجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا اور اپنے ملک میں تجھے بڑا عہدہ دے دوں گا، وزیر کہے یا وزیر خارجہ، جو بھی تو چاہے گا تَنْصُرْتِ تو عیسائیت قبول کر لے۔“

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا دوبارہ کہو تم نے کیا کہا۔ اس نے پھر اپنی بات

دہرائی۔ فرمایا تم تو ایک ملک کے بادشاہ ہو صرف روم کے۔ خدا کی قسم وَالَّذِي نَفْسِي  
بِيَدِهِ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم ساری دنیا کے  
بادشاہ ہوتے بلا شرکت غیرے اور پھر تم ساری دنیا کا بادشاہ مجھے بنا دیتے اور تاج میرے  
سر پر رکھ دیتے تو پھر بھی میرے دل میں ایمان چھوڑنے کا تصور بھی نہیں آ سکتا۔

حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ مسلمانہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے لڑتے گرفتار ہو  
گئے۔ مسلمانہ کذاب نے ان سے انٹرویو لیا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو۔ کہنے لگے  
اس واسطے کہ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے اور تو نبوت کا  
دعویٰ کرتا ہے۔ مسلمانہ نے کہا کہ تو اس طرح کر کہ مجھے نبی مان لے میں تجھے چھوڑ دوں گا  
ورنہ اَقْطَعُكَ اَرْبًا اَرْبًا ”میں تیرا ایک ایک جوڑا الگ الگ کر دوں گا۔“

حضرت حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اَنْتَ وَذَاكَ جو تیرے دل میں  
آتا ہے کر میں نے اپنا کلمہ نہیں چھوڑنا۔ تو اس نے بازو کلائی سے کاٹا پھر کہنی سے کاٹا، پھر  
کندھوں سے کاٹا۔ ایک ایک عضو اس نے الگ کر دیا مگر انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔

حبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کو کافروں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا۔  
ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا اور مکہ مکرمہ کی سرداری اس وقت اس کے پاس تھی۔  
اس نے کہا بر خوردار! میرے ساتھ سودا کر لے۔ وہ یہ کہ تو ایک لفظ کہہ دے تیری رہائی کا  
میں ذمہ لیتا ہوں۔ لفظ یہ کہہ کہ (نعوذ باللہ) آج میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سولی پر چڑھایا  
جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ قرآن پاک کی رو سے، حدیث پاک کی رو سے، فقہ اسلامی کی رو  
سے مکرمہ یعنی جس پر جبر کیا گیا ہو اس کو کلمہ کفر کہنا جائز ہے۔ اُس وقت اگر وہ الفاظ جان  
بچانے کے لیے کہتے تو شرعاً ان کو اجازت تھی۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چچا جی! تم

نے کیا کہا؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں وہ الفاظ دہرائے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو اتنا کہہ دے (نعوذ باللہ) کہ میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹکایا جائے تو کیا اچھا

فرمایا چچا جی! یہ لفظ تو بڑے وزنی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اپنی سولی کے بدلے اتنا بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ آپ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چھبے۔ معاف کرنا! مسلمان تو وہ تھے ہم تو صرف نام کے مسلمان ہیں، موروثی مسلمان ہیں، پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہم نے تو اسلام کی کوئی خدمت ہی نہیں کی اور نہ ہی محنت کر کے اسلام حاصل کیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کما تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَتُكَّمُوا اور ابھی تک تمہارے پاس نہیں آئیں مَثَلُ الَّذِينَ مَثَالِيسِ ان لوگوں کی خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزرے ہیں مَسَبَّتْهُمْ الْبَأْسَاءُ پہنچیں ان کو مالی پریشانیاں وَالضَّرَآءُ اور بدنی پریشانیاں وَزُلْزِلُوا اور ان پر ایسی زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی گئی کہ حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُوْلُ یہاں تک کہ اس وقت کے جو رسول نے انھوں نے بھی فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ اور اُن لوگوں نے بھی کہا جو ایمان لا چکے تھے حَتّٰى نَصَرَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا اَلَا خَبْرٌ دَارٌ! ثابت قدم رہنا ایمان نہ چھوڑنا اِنَّ نَصَرَ اللّٰهُ قَرِيْبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ گو انھوں نے جانیں قربان کر دیں مگر اس سے لوگوں میں اچھے تاثرات قائم ہوئے۔ اسلام پھیلا ہے، حق پھیلا ہے سنا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ حضرت عمرو ابن جموح رضی اللہ عنہ انصاری لنگڑے تھے۔ جب کھڑے ہوتے تو پھر کی طرح پھر جاتے تھے اور تھے بڑے مال دار۔ انھوں نے سوال کیا کہ حضرت! میرے پاس پیسے ہیں مجھے مصرف بتائیں کہ میں کہاں خرچ کروں؟

قُلْ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ مَا أَنفَقْتُمْ جَوْہِی تم خرچ کرو گے مِّنْ خَیْرِ مَّالٍ فَلِلَّوَالِدَيْنِ پس ماں باپ کے لیے۔ سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔ لیکن یاد رکھنا! یہ زکوٰۃ کی بات نہیں ہو رہی۔ اور نفلی صدقہ بندہ اپنے والدین کو بھی دے سکتا ہے وَالْأَقْرَبِينَ اور قریبی رشتہ داروں کی مالی امداد کرو وَالْيَتَامَىٰ یتیموں کی امداد کرو وَالْمَسْكِينِ اور مسکینوں کی امداد کرو وَابْنِ السَّبِيلِ اور مسافروں کی امداد کرو۔ یہ مصرف ہیں جتنا دینا چاہو وہ تمھاری صوابدید پر موقوف ہے۔ کوئی حد بندی نہیں ہے کہ تم اتنے پیسے دو یا فلاں چیز دو۔

### سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم :

البتہ یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ والدین کو زکوٰۃ، فطرانہ، نذر و منت، قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، کسی قسم کی واجب چیز نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح دادے، دادی کو، پو دادے کو، نانی، نانے کو، بیٹی کو، پوتے، پوتی کو، نواسے، نواسی کو، نیچے تک چلے جاؤ ان کو بھی زکوٰۃ نہیں لگتی۔

بعض لوگ بے تکی باتیں کرتے ہیں کہ اگر وہ بھوکے ہوں تو بندہ کیا کرے، زکوٰۃ نہ دے۔ خصوصاً جب سادات کا نمبر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو کہ سید کو زکوٰۃ نہیں دینی تو اگر سید بادشاہ بھوکا مرتا ہو تو پھر بندہ کیا کرے؟

گزارش ہے یہ ایک وہی بات ہے کیوں کہ شریعت نے تم سے چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ کا لیا ہے اور اُن تالیس روپے تمہارے پاس ہیں۔ تو سید بادشاہ کی اُن اُن تالیس میں سے امداد کرونا یا اس کو تم نے حرام ہی کھلانا ہے۔ ساری رقم تو شریعت نے تم سے لی نہیں، چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے۔ سو میں سے اڑھائی روپے لیے ہیں۔ دو سو میں سے پانچ روپے لیے ہیں۔ ایک ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں تو ۹۷۵ تو تمہاری جیب میں ہیں ان میں سے سید بادشاہ کی خدمت کرونا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ زکوٰۃ وغیرہ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ ﷺ ”فرمایا یہ زکوٰۃ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ میرے واسطے حلال ہے نہ میری آل کے واسطے۔“ ہاں! اگر نفلی صدقہ دو تو اس کا تمہیں دو ہر اثواب ملے گا۔ ماں باپ کو دو ایک تو اس واسطے کہ غریب ہیں دوسرا اس واسطے کہ تمہارے ماں باپ ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اور عزیز رشتہ دار ہے، کمزور ہے اس کو دو تو ڈبل ثواب ملے گا۔ یعنی بیس نیکیاں ملیں گی۔ اس واسطے کہ تم صلہ رحمی کر رہے ہو۔ صدقے کا ثواب الگ اور صلہ رحمی کا الگ۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم کرو گے مال سے فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلَيْهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو بہ خوبی جانتا ہے۔

اس سے پہلے کافروں کے مظالم کا ذکر تھا آگے فرمایا تمہیں رب کی طرف سے حکم ہے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ تم پر فرض کیا گیا اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنا۔ مشرکوں کے ساتھ، کافروں کے ساتھ لڑنا تم پر فرض ہے۔ اور یہ فرض کفایہ بھی ہے اور فرض عین بھی ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ بھی ادا کر دیں تو دوسرے سب لوگ گناہ سے



بہت سخت ہے وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس واسطے جو رب نے فرمایا ہے وہی حق ہے اسی پر چلو، اس میں خیر اور اسی میں بھلائی ہے۔



## يَسْأَلُونَكَ

عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ  
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ  
مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ  
يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ  
يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ  
أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ  
فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ  
رَحِيمٌ ﴿٢١٨﴾

يَسْأَلُونَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت  
والے مہینے کے بارے میں قِتَالٍ فِيهِ کہ اس میں لڑنا کیسا ہے قُلْ  
کہہ دے قِتَالٍ فِيهِ لڑائی اس مہینے میں کَبِيرٌ بڑی ہے وَصَدٌّ  
اور روکنا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَكُفْرٌ بِهِ اور اللہ  
تعالیٰ کے حکموں کا انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا وَ  
إِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ اور وہاں کے باشندوں کو نکالنا أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ یہ اس  
سے بھی بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وَالْفِتْنَةُ اور فتنہ



اَكْبَرُ بہت بڑا ہے مِنْ الْقَتْلِ قتل سے وَلَا يَزَالُونَ اور ہمیشہ  
 رہیں گے وہ يُقَاتِلُونَكُمْ تمہارے ساتھ لڑتے حَتَّى يَرُدُّوكُمْ  
 یہاں تک کہ وہ تمہیں لوٹا دیں عَنْ دِينِكُمْ تمہارے دین سے اِنْ  
 اسْتَطَاعُوا اگر وہ طاقت رکھیں وَمَنْ يَّرْتَدِدْ اور جو شخص پھر گیا مِنْكُمْ  
 تم میں سے عَنْ دِينِهِ اپنے دین سے فَيَمُتْ پھر مر گیا وَهُوَ كَافِرٌ  
 اور وہ کفر پر مرا فَأُولَٰئِكَ پس وہ لوگ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اکارت  
 ہو گئے اعمال ان کے فِي الدُّنْيَا دنیا میں بھی وَالْآخِرَةِ اور آخرت  
 میں بھی وَأُولَٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ اور وہ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيهَا  
 خَالِدُونَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اِنَّ الَّذِيۡنَ يٰۤاٰمَنُوۡا بے شک وہ  
 لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِيۡنَ هٰجَرُوۡا اور وہ جنہوں نے ہجرت کی وَ  
 جَاهَدُوۡا اور انہوں نے جہاد کیا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں  
 اُولَٰئِكَ يَرْجُوۡنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وہ اُمید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وَ  
 اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حسرت کے مہینے میں لڑائی :

آنحضرت ﷺ کو ایک علاقے کے بارے میں خبر ملی کہ وہاں کے کفار آس  
 پاس کے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لیے بڑا تشدد کر رہے ہیں۔ تو  
 آنحضرت ﷺ اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور تقریباً  
 چار سو کے لگ بھگ مجاہدین کا ایک دستہ ان کے ماتحت روانہ کیا کہ تم نے فلاں محاذ پر پہنچنا

ہے۔ وہاں پر جو مسلمان ہیں ان پر ظلم ہو رہا ہے تمہیں ان کا دفاع کرنا ہے۔ یہ جمادی الاخریٰ کا مہینہ تھا اور آخری تاریخیں تھیں اور اگلا مہینہ رجب کا تھا۔ رجب کے مہینے میں لڑائی منع ہوتی تھی اور یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلی آرہی تھی۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ تین مہینے اور چوتھا رجب تھا۔ ابتداء اسلام میں یہی مسئلہ تھا پھر رجب سورہ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ تو اس بات پر دونوں گروہ متفق تھے کہ رجب میں لڑائی نہیں ہوگی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حالات کا جائزہ لیا۔ جب اس بات کا کافروں کو علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے کہ یہ کون ہوتے ہیں ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور ہم پر اپنا حکم نافذ کرنے والے تو انھوں نے لڑائی شروع کر دی۔ مسلمان دستے نے بھی اپنا دفاع کیا۔ ابن حضرمی کافروں کا سردار تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس سے کفار کے جذبات اور زیادہ بھڑک اُٹھے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے اور تیسویں تاریخ ہے اس میں ہم لڑ رہے ہیں لیکن اتفاقاً وہ یکم رجب نکلی۔

تو کافروں کو اور تو کچھ نہ ملا انھوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ دیکھو! مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں لڑائی کی ہے۔ اور یہ پروپیگنڈہ انھوں نے اتنا کیا کہ لوگوں کے جذبات بہت بھڑکا دیئے۔ مسلمان بھی اپنی جگہ نادم ہوئے کہ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ جمادی الآخر کا آخری دن ہے لیکن چاند اُنتیس کا نکلا تیس کا نہ ہوا۔ تو اس سلسلے میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت! اب ہماری کیا پوزیشن ہے کیا اپن پر ہماری کوئی گرفت تو نہ ہوگی؟

اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں یَسْأَلُونَكَ یہ تمہارے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ عزت والے مہینے میں لڑائی کا کیا حکم ہے؟ قُلْ آپ ان کو جواب دیں قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ کہ عزت والے مہینے میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھو کہ وَصَدَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، ایمان سے روکنا۔ یہ کافر مسلمانوں کو ایمان سے روکتے ہیں وَكُفِّرْ بِهِ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا صریح انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے مسجد حرام سے ذوالقعدہ کے مہینے میں روکا تھا حدیبیہ کے سلسلے میں وَ اخْرَاجْ أَهْلَهُ مِنْهُ اور حرم کے لوگوں کو، مکہ کے رہنے والوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دینا اَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی ہیں۔ وہ فی نفسہ بہت بڑی ہیں۔

اب یہ لوگ ان مہینوں میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار بھی کرتے ہیں۔ انھی مہینوں میں انھوں نے مہاجرین کو ہجرت پر مجبور کیا۔ یہ بھی تو سارے گناہ کے کام ہیں اور اگر یہ سارے کام ان مہینوں میں کر سکتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں۔ بے شک شہر حرام میں لڑائی بہت بڑی بات ہے لیکن اس کے مقابلے میں یہ کام ان سے کافی بڑے ہیں۔ تو ان کو اپنی آنکھوں کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسروں کی آنکھ کا تنکا ان کو نظر آتا ہے۔ ان کو اپنی طرف بھی خیال کرنا چاہیے کہ انھی مہینوں میں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، انھی مہینوں میں ہم نے عمرہ نہیں کرنے دیا۔ انھی مہینوں میں ہم نے لوگوں کو یہاں سے نکالا۔ یہ اپنا گناہ کیوں نہیں دیکھتے۔ اگر ان سے غلطی سے لڑائی ہو گئی ہے تو اس کو اتنا اچھال رہے ہیں اور

خود جان بوجھ کر سب کچھ کرتے ہیں۔

## شُرک قتل سے بڑا گناہ :

وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ خازن رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد شرک ہے۔ شرک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور یہ ان مہینوں میں شرک بھی کرتے ہیں ان کو یہ نظر نہیں آتا؟ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ جی رجب کے مہینے میں آدمی قتل کر دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا أَبْصُرُ النَّاسِ لَوُغُلٍ میں زیادہ آنکھوں والا (دیکھنے والا) وہ ہے جو اپنے عیبوں کو دیکھے اور لوگوں کے عیبوں سے آنکھیں بند کر لے أَبْصُرُ النَّاسِ مَنْ نَظَرَ عُيُوبَهُ وَغَمَضَ عُيُوبَ غَيْرِهِ ”لوگوں میں سے زیادہ دیکھنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے عیب دیکھے اور دوسروں کے عیبوں کی طرف نہ دیکھے۔“ اور نادان احمق آدمی وہ ہے جو اپنے گناہ نہیں دیکھتا اور دوسرے کے گناہوں کی فہرست بنائے رکھتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے فلاں میں یہ عیب ہے۔

تو فرمایا وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ فتنہ قتل سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس واسطے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور قتل کو حلال نہیں سمجھتا کیوں کہ اگر حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا اور کافر کا جہنم سے نکلنا محال ہے۔ جذبات میں آکر کیا تو اس کے لیے سزا خلود فی النار نہیں ہے کبھی نہ کبھی نکل آئے گا۔ لیکن جس شخص نے شرک کیا ہے وہ دوزخ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔ تو شرک کی سزا قتل سے کافی زیادہ ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ فتنے سے عام فتنے مراد ہیں، چاہے زبانی طور پر فتنے ہوں یا عملی طور پر ہوں۔ فتنہ بہت بُری چیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْفِتْنَةُ نَلَامَةُ لَعْنِ  
 اللّٰهُ مَنْ اَيَقْظَهَا فتنہ سو یا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جس نے فتنہ کو جگایا۔  
 فتنے کی بات کرنا، فتنے کا کام کرنا بہت سنگین جرم ہے لیکن بعض مزاج بعض طبیعتیں ایسی  
 ہوتی ہیں کہ جب تک وہ کوئی فتنہ کی بات نہ کریں اُن کو تسلی نہیں ہوتی وَلَا يَزَالُونَ  
 يُقَاتِلُونَكُمْ اور یہ جو کافر ہیں یہ ہمیشہ تمہارے ساتھ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ  
 يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اِنْ اِسْتَطَاعُوا  
 اگر ان میں طاقت ہو۔

### مرتد بارے بعض اہم مسائل :

آگے فرمایا کہ مرتد کا مسئلہ بھی اُن لو وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ \* اور جو تم میں سے مرتد  
 ہو جائے۔ مسلمان ہونے کے بعد دین چھوڑ دے عَنْ دِينِهِ اپنے دین سے پھر جائے  
 فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ اور مرے اس حال میں کہ وہ کافر ہو فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي  
 الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے اور آخرت میں بھی۔  
 العیاذ باللہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو ساتھ ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے نکاح کو  
 توڑنے کے لیے کسی حج یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے، نکاح خود بہ خود ٹوٹ گیا۔  
 پھر یہ جو مرتد ہوا ہے وراثت سے بھی محروم ہو گیا یعنی جس کا اس کو وارث بننا تھا اب نہیں  
 بن سکے گا۔ اور اگر یہ اسی حالت میں مر گیا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی  
 جازت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا جنازہ ہوگا۔ تو اس سے اندازہ لگائیں کہ کتنا نقصان ہوا۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر یہودی یا عیسائی ہو گیا تو  
 اس کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے جو پیدائشی یہودی یا عیسائی ہیں

اگر وہ قاعدے کے مطابق ذبح کریں تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر اصل عیسائی یا یہودی عورت ہے تو قاعدے اور شرائط کے مطابق اس کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کرنے لے تو اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ مرتد ہونے کے بعد دنیا کے سارے احکام اس سے اٹھ گئے ہیں اور آخرت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں سب ضائع ہو گئیں ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں اگر وہ مرتد سچے دل سے توبہ کرے تو اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں ان کا ثواب اس کو نہیں ملے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ مسلمان تھا اس وقت اس نے حج کیا تھا پھر مرتد ہو گیا العیاذ باللہ وہ حج تو باطل ہو گیا۔ اب اس نے سچے دل سے توبہ کی اور اس کے بعد وہ مال دار ہو گیا تو اسے نئے سرے سے حج کرنا پڑے گا۔

## بعض کلمات کفر :

تو یاد رکھنا! اگر منہ سے کلمہ کفر نکل گیا تو آدمی مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی واضح طور پر کہے کہ میں عیسائی ہو گیا ہوں، یہودی ہو گیا ہوں یا میں سکھ بن گیا ہوں۔ فقہائے کرام رحمہم نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ایک آدمی کسی کو کہتا ہے کہ آؤ بھائی نماز پڑھ لیں۔ جواب میں وہ آدمی کہتا ہے کہ نماز میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر ہو گیا، مرتد ہو گیا۔ پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا بھائی روزہ رکھ لیں۔ وہ کہے کہ روزہ میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر اور مرتد ہو گیا پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا کہ بھائی ڈاڑھی رکھ لو۔ اس نے کہا کہ ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے؟ بڑے دیکھے ہیں ڈاڑھیوں والے، مرتد ہو گیا۔ یا یوں کہا کہ

آبھائی! قرآن کا فیصلہ تسلیم کر لے۔ اور وہ کہے کہ قرآن و ران کیا ہوتا ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہی وہ مرتد ہو گیا۔ اور یہ ایسے الفاظ ہیں جو لوگ روزانہ کہتے رہتے ہیں۔

اس واسطے علامہ شامی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے اپنا نکاح تازہ پڑھنا چاہیے تاکہ آگے جو اولاد پیدا ہونی ہے وہ تو حرامی نہ ہو۔ ہر مہینے توبہ کر کے نئے سرے سے نکاح ہونا چاہیے۔ حضرت شامی رحمہ اللہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا دور نہیں ہے۔ اُن کی تاریخ وفات دیکھ لیں جو آج سے تقریباً دو، تین سو سال پہلے تھا۔ اب ہمارا زمانہ توبہ توبہ کہاں نکل گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ایسی ایسی گالیاں نکالتے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے کہاں سے سنی ہیں۔ تو مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کے سر پر سینگ لگ جائیں، بلکہ چھابھلا آدمی ہوتا ہے۔

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ يَهْمُهُمْ فِيهَا خَلَدٌ ۚ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا! دوزخ کی زندگی اور جنت کی ہمیشہ کی زندگی آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کیوں کہ ہم نے محدود زمانہ دیکھا اور سنا ہے۔ سو سال، ہزار سال، پندرہ سو سال وغیرہ۔ وہاں ایسا نہیں ہے وہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اور کبھی بھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ جتنی کے واسطے خوشیاں ختم نہیں ہوں گی اور دوزخیوں کے لیے تکلیفیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔

تو ان مجاہدوں نے جہاد کیا تھا عبد اللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔ تو ان کو اس بات کی تسلی تو ہو گئی کہ ان مہینوں میں لڑائی بھی بُری ہے اور یہ دوسری کارروائیاں بھی بُری ہیں۔ مسجد حرام سے روکنا، اسلام سے روکنا۔ لیکن ہم نے جو لڑائی لڑی ہے اس کا ہمیں کوئی ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وہم دور کیا کہ تمہیں اجر ملے گا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ شَكٍّ وَهٖ لَوْ كُفُوْا لَآ اٰمَنُوْا وَلَآ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا  
اور وہ جنہوں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہجرت کی وَجْهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللّٰهُ  
تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت  
کے اُمیدوار ہیں۔ ان کو اجر ملے گا کیوں کہ انہوں نے دیدہ دانستہ نہیں کیا۔ غلط فہمی کا شکار  
ہوئے۔ اُنہوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الآخر کا تیسواں دن ہے مگر تھی یکم رجب۔ تو اُنہوں  
نے قصد ایسا نہیں کیا ان کو رب تعالیٰ جہاد کا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ  
رَّحِيْمٌ جو غلطی نادانستہ ہوتی ہے رب تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اور دیدہ دانستہ  
بھی کرے اور رب تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرے وہ بھی رب معاف کر دیتا ہے۔  
تو فرمایا یہ تمہاری غلطی واقعتاً غلطی تھی لیکن تھی نادانستہ تمہیں اجر بھی ملے گا۔ اللہ  
تعالیٰ تمہیں بخشے گا بھی اور کافروں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ ان مہینوں میں  
تمہارے کاموں سے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ انہیں اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال  
کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔





يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ  
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ  
مَاذَا يَنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ  
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ٢٧ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ  
الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ  
وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ  
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٢٨ ۝ وَلَا تَتَّبِعُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنَ  
وَلَا مِمَّةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُتَّبِعُوا  
الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ  
وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى التَّارِكِ وَاللَّهُ يَدْعُو  
إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ  
يَتَذَكَّرُونَ ٢٩ ۝

يَسْأَلُونَكَ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْخَمْرِ شراب  
کے بارے میں وَالْمَيْسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُل کہہ دو  
فِيهِمَا ان دونوں میں اِثْمٌ كَبِيرٌ گناہ ہے بہت بڑا وَمَنَافِعُ  
لِلنَّاسِ اور کچھ منافع بھی لوگوں کے لیے وَإِثْمُهُمَا اور گناہ ان دونوں  
کا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا بہت بڑا ہے ان کے منافع سے وَيَسْأَلُونَكَ

اور سوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا يُنْفِقُونَ کیا کچھ وہ خرچ کریں  
 قُلْ کہہ دے الْعَفْوَ اپنی ضرورت سے بچا ہوا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ  
 لَكُمْ الْآيَاتِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام  
 لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ تاکہ تم غور و فکر کر سکو فِي الدُّنْيَا دنیا کے معاملات  
 میں وَالْآخِرَةِ اور آخرت کے واسطے وَيَسْأَلُونَكَ اور وہ لوگ آپ  
 سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْيَسْئِی تیسوں کے بارے میں قُلْ اِصْلَاح  
 لَّهُمْ خَيْرٌ آپ کہہ دیں ان کی اصلاح بہت ہی بہتر ہے وَاِنْ تُخَالِطُوهُمْ  
 اگر تم ان سے مل کر رہنا چاہو فَاِخْوَانُكُمْ پس تمہارے بھائی ہیں  
 وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے فساد کی کو مِنَ الْمُصْلِحِ اصلاح  
 کرنے والے سے وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاعْتَنَكُمْ  
 البتہ تمہیں مشقت میں مبتلا کر دیتا اِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيزٌ  
 غالب ہے حَكِيمٌ حکمت والا ہے وَلَا تَتَّبِعُوا الْمُشْرِكِينَ اور نہ  
 نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتَّىٰ يُؤْمِنَ یہاں تک کہ وہ  
 ایمان لے آئیں وَلَا مَآءَ اور البتہ لونڈی مُؤْمِنَةٌ مومن خَيْرٌ  
 بہتر ہے مِّنْ مُّشْرِكَةٍ شرک کرنے والی عورت سے وَلَوْ اَعَجَبْتَكُمْ  
 اور اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے وَلَا تَتَّبِعُوا الْمُشْرِكِينَ اور نہ نکاح کر کے دو  
 اپنی بہنیں اور بیٹیاں مشرکوں کو حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا یہاں تک کہ وہ ایمان لے



محسوس ہوتی ہے اور بعض بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اور جوئے میں فائدہ یہ ہے کہ بغیر محنت اور مشقت کے پیسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس پہلو کو دیکھو تو شراب کا کچھ نفع بھی نظر آتا ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا** اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ابھی تک حرام نہیں ہوئے تھے۔ یہ ان کی حرمت کا الارم اور تمہید تھی۔

اس کا دوسرا حکم پانچویں پارے میں ہے۔ پھر ساتویں پارے میں حکم ہے جس سے شراب اور جوئے کو بالکل حرام فرمادیا۔

## شراب کے فوائد و نقصانات :

شیخ الرئیس ابن سینا جو یونانی حکماء کا بابا ہے اُس نے کتاب لکھی ہے جو قانون طب کی مستند کتاب ہے۔ اس میں اس نے چیزوں کے فوائد بیان کیے ہیں۔ مثلاً: یہ جو چنے ہم کھاتے ہیں ان کا فائدہ اس نے قانونچے میں بتایا ہے کہ وہ غذائیں جو پھیپھڑوں کو طاقت پہنچاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ طاقت پہنچانے والی چیز چنے ہیں **يُغْزِي إِلَيَّعَةَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ** ”تمام غذاؤں میں سے پھیپھڑوں کو زیادہ قوت پہنچانے والی چیز چنے ہیں۔“ اسی طرح دودھ کے فائدے بیان کیے ہیں **سَرِيْعُ الْإِسْتِهَالَةِ إِلَى الْخُلْطِ الْعَالِي** ”انسان کے بدن میں خلطیں ہوتی ہیں خون کی، صفراء کی، سودا کی، اسی طرح بلغم کی ہے تو دودھ کی خاصیت ہے کہ جو خلط غالب ہو یہ فوراً اس میں چلا جاتا ہے۔“ کہ بلغمی مزاج ہے تو فوراً بلغم بن جائے گا اور اگر دموی مزاج ہے تو وہ فوراً خون بن جائے گا اور اگر صفراوی مزاج ہے تو دودھ فوراً صفراء بن جائے گا اور اگر سوداوی مزاج ہے تو دودھ فوراً سودا بن جائے گا۔ اس نے ہر چیز پر باقاعدہ بحث کی

ہے۔

تو وہ شراب کے بارے میں پہلے اس کے فائدے بیان کرتا ہے۔ مثلاً: اس نے شراب کے پچاس فائدے بیان کیے ہیں۔ ان کو پڑھ کر انسان کہتا ہے کہ بڑی مفید چیز ہے۔ پھر آگے اس کے نقصانات بیان کرتا ہے۔ تو ایک سو پچاس (150)۔ تو یوں سمجھو کہ چوتھا حصہ نفع ہے اور تین حصے نقصان ہے۔ تو وہ کون نادان ہے کہ ایک نفع حاصل کرنے کے لیے تین نقصان برداشت کرے۔

اسی طرح جوئے میں دوسرے کے خون کو چوسنے سے لڑائی تک نوبت آ جاتی ہے۔ اور یہاں تک کہ جوئے باز عورت تک ہار جاتے ہیں۔ پھر وہ عورتیں کئی کئی دن تک دوسروں کے پاس رہتی ہیں۔ تو کتنی بڑی خرابی ہے۔

تو ان آیات میں خطرے کا الارم تھا پھر ساتویں پارے میں حکم ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْانْصَابُ وَالْازْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ [المائدہ: ۹۰] ہجرت کے تیسرے سال ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا۔ اور مسئلہ قرآن پاک میں مال کے خرچ کرنے کا بھی ہے اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیا خرچ کریں، پیسے دیں یا جنس دیں یا کپڑے دیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یا کون سا مال خرچ کریں؟

**انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم :**

وَيَسْأَلُونَكَ اٰیًا تُنْفِقُوْنَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ وہ کیا خرچ کریں۔ قُلْ کہہ دے الْعَفْوُ جو چیز تمہاری ضرورت سے زائد ہے اس میں سے خرچ کرو۔ ضرورت کی چیز مثلاً: تمہارے بھی حق ہیں، تمہارے والدین کے بھی حقوق ہیں،

اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ سب کچھ ضرورت مندوں کو دے کر خود مشقت میں پڑنا یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک غریب آدمی آیا۔ پھٹے پرانے کپڑے خستہ حالت۔ اس نے کہا میں بڑا محتاج ہوں آپ ﷺ نے ساتھیوں کو توجہ دلائی کہ اس کی امداد کرو۔ ایک آدمی کے پاس سونے کا ٹکڑا تھا اس نے وہ چندے میں اسے دے دیا۔ تھوڑا سا وق گزرا تو ایک اور سائل آگیا اور اس کو علم نہ تھا کہ مجھ سے پہلے بھی کسی نے سوال کیا ہے۔ اس حاجت مند نے بھی سوال کر دیا کہ حضرت میں بہت محتاج ہوں، مانگنا نہیں چاہیے مگر میں مجبور ہوں۔ تو پہلا شخص جس کو سونے کا ٹکڑا ملا تھا وہ اُس نے اس کو دے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دو روپھینک دیا۔ فرمایا تیرے واسطے تو ہم نے مانگا ہے اور تو اب آگے سخی بنتا ہے۔ پہلے اپنی ضرورت پوری کر اس کے بعد اوروں کو دو۔ تو جب اپنی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو ایسی حالت میں صدقہ خیرات کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے بچے کھائیں گے، بیوی کھائے گی یہ بھی صدقے کے حکم میں ہے۔ اور اس کو صدقے کا ثواب ہے۔

### یتیموں کے متعلق بعض احکام :

تو فرمایا خرچ وہ چیز کرو الْعَفْوُ جو تمہاری ضرورت سے بچی ہوئی ہے  
كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ اِی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے تمہارے واسطے اپنے  
احکام لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ تاکہ تم غور و فکر کرو فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ دنیا کے  
معاملات میں بھی اور آخرت کے معاملات میں بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ایسی راہنمائی  
فرمائی ہے کہ تمہاری دنیا بھی اور آخرت بھی سنور جائے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر

کسی کا چچا، تایا فوت ہو جائے اور اس کی اولاد نابالغ ہے تو اب یہ چچا زاد بھائی ہیں شریعت نے ان کو پابند کیا ہے کہ ان کے چچیرے بھائیوں کی نگرانی تم نے کرنی ہے۔ یا بھائی فوت ہو گیا اس کے بچے ہیں۔ ایسے سلسلے میں اُن کے پاس بعض دفعہ تھوڑا بہت مال بھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ تمہارے گھر میں جو عزیز رشتہ دار یتیم ہیں ان کے مال میں سے ان کی روٹی سالن علیحدہ پکاؤ اور اپنا کھانا الگ تیار کرو۔

عورتوں کو اس سلسلے میں خاصا اشکال تھا، پریشانی تھی۔ کیوں کہ ایک گھر میں ایک دودن نہیں مسلسل ان کا آٹا گوندھنا، روٹی علیحدہ پکانی اور اپنا الگ گوندھنا۔ ان کی ہانڈی الگ تیار کرنی اور اپنی الگ تیار کرنی۔ یہ خاصا مسئلہ ہے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر گھر میں بچے ہیں ان کو بھی اس بات کی تمیز نہیں ہوتی کہ یہ روٹی کس کی ہے اور یہ سالن کس کا ہے؟ عورتیں باوجود اس کے کہ یتیموں کا سالن روٹی سنبھال کے دھکتی تھیں، پھر بھی اپنے بچے ان کی روٹیاں کھا جاتے تھے۔ پھر انسان کبھی زیادہ کھا جاتا ہے کبھی کم، کبھی طبیعت صحیح ہوتی ہے کبھی خراب۔ تو جب تھوڑا کھاتے باقی ضائع ہو جاتا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت کپڑوں کا مسئلہ تو آسان ہے وہ کبھی دو ماہ کے بعد بنانے پڑتے ہیں کبھی چھ ماہ کے بعد۔ اور تعلیم کا مسئلہ بھی آسان ہے کہ ہم ان کی کتابوں اور کاپیوں کا حساب الگ کر سکتے ہیں مگر حضرت یہ جو کھانے کا مسئلہ ہے اس کا الگ پکانا۔ عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے کہ اپنا آٹا الگ رکھو، ان کا الگ رکھو۔ اپنا نمک مرچ الگ رکھو ان کا الگ رکھو، اپنا گھی الگ رکھو ان کا الگ رکھو۔ پھر اگر ان کی کوئی چیز بیچ جائے تو اس کو محفوظ رکھو۔

توفرمایا وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ یہ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے

ہیں کہ حضرت ان کا کھانا الگ تیار کرنا عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے قُل کہہ دے اِصْلَاحٌ لَهُمْ حَيْرٌ ان یتیموں کی خیر خواہی بہت بہتر ہے کہ ان کی کوئی چیز ضائع نہ ہو وَ اِنْ تُخَالِطُوهُمْ اور اگر تم کھانے پینے میں ان کو ساتھ ملا لو فَاِخْوَانُكُمْ پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔ یعنی اب تمہیں اجازت ہے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر یتیم بچہ آٹھ سال کا ہے۔ تو اس کے آٹے میں سے جتنا تم اپنے آٹھ سال کے بچے کے واسطے آٹا استعمال کرتے ہو اور اس عمر کے بچے کے واسطے جتنا سالن کا خرچہ کرتے ہو اس یتیم کے مال میں سے اتنا خرچہ لے لو۔ پھر اس میں جو کمی بیشی ہوگی وہ تمہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ نیت بُری نہ ہو کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“ نیت تمہاری مالِ یتیم کو کھانے کی نہ ہو۔

تو جب یہ حکم آگیا تو عورتیں بڑی خوش ہوئیں کہ ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ کیوں کہ پہلے خاصی دقت تھی۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بھی یاد رکھیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اللہ تعالیٰ تم میں سے فساد کرنے والے کو اور اصلاح کرنے والے کو بہ خوبی جانتا ہے۔ کہ تم حیلے بہانے سے یتیم کا مال کھانا چاہتے ہو یا اس کے مال کی اصلاح کرتے ہو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ صرف یتیم کو سامنے نہ رکھو بلکہ رب تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھو، عالم الغیب سمجھو اور عَلَيْكُمْ مِيزَاتِ الصُّدُورِ سمجھو۔ اس طرح نہ کرنا کہ اب تمہیں شرکت کی اجازت مل گئی ہے تو پاؤ آٹا اپنا ڈال لیا اور کلو ان کا ملا لیا۔ اسی طرح اپنی سبزی برائے نام لے آئے اور باقی اس کا مال کھا گئے۔ ایک چچ اپنا گھی ڈالا اور اس کے گھی میں سے ایک چھٹانک ڈال لیا۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ البتہ تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ وہ اس طرح کہ پہلا حکم ہی برقرار رہتا



إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

اور مسئلہ۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ اور نہ نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتَّىٰ يُؤْمِنَ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ چھٹے پارے میں یہود و نصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے ان شرائط کے ساتھ کہ جن کا لحاظ ضروری ہے، لیکن پسندیدہ نہیں ہے۔

### نکاح کے چند اصول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا عورت میں چار خوبیوں کو دیکھا جاتا ہے **لِحُسْنِهَا** اس کا حسن و جمال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں ہے **وَلِحُسْنِهَا** اس کے خاندان کو بھی دیکھو **وَلِمَالِهَا** مال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں **وَلِدِينِهَا** اور دین کو بھی ملحوظ رکھو **فَاطْفُرُ بَنَاتِ الدِّينِ** لیکن ساری شقوں سے زیادہ دین کو ترجیح دو۔ کیوں کہ دین دار ہوگی تو اولاد پر بڑا گہرا اثر ہوگا۔ ہم نے بہت ساری ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ مائیں بے دین ہیں تو اولاد بھی بے دین ہے۔ مائیں نیک ہیں تو اولاد بھی نیک ہے کیوں کہ اولاد پر زیادہ اثر ماں کا ہوتا ہے۔ ماں پہلا مدرسہ ہے بچوں کے لیے۔

تو فرمایا مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں **وَلَا مَہْمُؤْمِنَةٌ** اور البتہ لونڈی مومنہ **خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ** بہتر ہے مشرک عورت سے **وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ** اگرچہ مشرک عورت جو آزاد ہے تمہیں بڑی اچھی لگے۔ اس زمانے میں غلاموں کو اس طرح حقیر سمجھتے تھے جس طرح آج کل لوگ کچی کو سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ ظاہر بات ہے کہ اونچے خاندان کا آدمی کسی کچی کی لڑکی سے حتیٰ الوسع نکاح کرنے کے لیے

تیار نہیں ہوتا۔ اور فرمایا وَلَا تَشْكُوا الْمَشْرِكِينَ اور اپنی بیٹیاں اور بہنیں تم نکاح کر کے نہ دو مشرکوں کو حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن آج تو بڑا فتنے کا دور ہے کئی باطل فرقے ہیں۔ مثلاً: قادیانی ہیں، منکرین حدیث ہیں، رافضی ہیں، بہائی ہیں، ذکری ہیں، شرک میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں۔ ان چیزوں کو سوچنے والے کے رشتے میں بڑا فرق ہے۔ مگر آج تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکا خوب صورت ہو، تعلیم یافتہ ہو، بزنس میں ہو، کار، کوٹھی، بنگلا ہو اور ہو بھی اس کا اپنا۔ اور الٹی مانگ نکلی ہوئی ہو بس! بچی کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔ اس کی فکر نہیں کہ اس کا ایمان رہے گا یا نہ رہے گا۔ یاد رکھو! رشتہ کرتے وقت سب سے پہلے یہ دیکھو کہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری بچی کا ایمان بھی رہے گا یا نہیں رہے گا۔ آخرت بنے گی یا خراب ہو گی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی لڑکی جوان ہو گئی، عزیز رشتہ داروں نے ایک لڑکا تلاش کیا خوب صورت، تعلیم یافتہ، اچھے گھر کا اور آکر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہم نے تمہاری بچی کے لیے رشتہ تلاش کیا ہے اور وہ فلاں آدمی ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وہاں رشتہ نہیں کرنا۔ انھوں نے کہا حضرت! لڑکے میں کوئی عیب ہے۔ فرمایا نہیں۔ کیا بے دین ہے؟ فرمایا نہیں۔ مال نہیں؟ فرمایا وہ بھی ہے، گھر بھی ہے، سب ضرورتیں پوری ہیں مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں۔ تو میری بچی کو ساس اور خسر کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا جس سے جنت ہاتھ سے نکل جائے گی۔

آج تو عرتیں کام کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہم پر مصیبت پڑ گئی ہے۔ بس ہمیں تم ٹرے میں کھانا رکھ کر دو ہم کھالیں گی۔ یاد رکھو! یہ جو گھر کے کام ہیں عورتوں کے لیے یہ

جنت ہیں۔ غرضیکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے انہیں بچی نہ دی۔ آج ہمارا دور ہے۔ ہم نے کہنا ہے کہ بچی نے چو لھے کے پاس نہیں بیٹھنا۔ اس نے روٹی نہیں پکانی، کپڑے نہیں دھونے، جھاڑو نہیں پھیرنی۔ فلاں فلاں کام نہیں کرے گی، برتن صاف نہیں کرے گی وغیرہ۔ ہاں کپڑوں پر استری پھیر دے گی۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

فرمایا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ اگرچہ وہ مشرک تمہیں شکل و صورت کے اعتبار سے، مال کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے بہت اچھا لگے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اُولَئِكَ يَدْعُونَ اِلَى النَّارِ یہ لوگ جو شرک کرنے والے ہیں تمہیں آگ یعنی دوزخ کی دعوت دیتے ہیں وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور بخشش کی۔

محمد علی جناح (مرحوم) نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کا نام رتن بائی تھا۔ وہ پارسی مذہب سے تھی۔ اور خسر کا نام تھا ڈنشا پیٹ۔ بعد میں انہوں نے کوشش کی اور وہ کامیاب ہو گئے کہ بیوی مسلمان ہو گئی لیکن ان کی لڑکی پارسی عقیدے پر ہے اور بمبئی میں مقیم تھی، آج کل وہ امریکہ میں ہے۔ معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گئی ہے، باپ نے پورا زور لگایا لیکن وہ ایمان نہ لائی کیوں کہ ماں کے ابتدائی دور کا اس پر اثر تھا۔ اسی طرح ڈاکٹر عبدالستار جس کو ڈاکٹر خان کہتے ہیں عبد الغفار خان کا بھائی۔ اس نے انگریز عورت (میم) کے ساتھ نکاح کیا تھا، باوجود اس کے کہ اس کو سب نے منع کیا کہ تیری پہلی بیوی موجود ہے، اگر دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے تو تجھے یہاں رشتے مل سکتے ہیں کیوں کہ تیرا خاندان اونچا ہے۔ لیکن اس پر عشق کا بھوت سوار تھا۔ نکاح کے بعد اس میم سے لڑکی پیدا

ہوئی۔ اُس لڑکی نے پھر سکھ کے ساتھ نکاح کیا۔ نہ اُس کو ولی خان روک سکا، نہ عبدالغنی اور نہ عبدالغفار خان روک سکا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مشرکوں کے ساتھ نکاح کرو گے تو وہ تمہیں دوزخ کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی طرف دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے بِإِذْنِهِ اپنے حکم سے وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت حاصل کرنے والوں میں سے بنائے۔ اپنی اور اپنی اولاد کی نگرانی کی توفیق فرمائے۔



وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى ۖ  
 فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ  
 يَطْهَرْنَ ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ  
 إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٠﴾ نِسَاؤُكُمْ  
 حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَلَىٰ شَيْئَتُمْ ۖ وَقَدْ مَوَّالَ أَنْفُسِكُمْ ۚ  
 وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُّسْلِقُونَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢١﴾  
 وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَ  
 تَصِلُوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٢﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ  
 اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ ۖ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ  
 قُلُوبُكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٢٣﴾

وَيَسْأَلُونَكَ اور سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الْمَحِيضِ حیض  
 کے بارے میں قُل کہہ دے ۖ هُوَ أَذًى وہ ایک گندی چیز ہے  
 فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ پس الگ رہو عورتوں سے فِي الْمَحِيضِ حیض کے  
 دنوں میں وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ اور تم ان کے قریب مت جاؤ ہم بسترى کے  
 لیے حَتَّى يَطْهَرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ  
 پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَأْتُوهُنَّ پھر تم ان کے پاس جاؤ مِنْ  
 حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے إِنَّ

اللہ بے شک اللہ تعالیٰ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ اور محبت رکھتا ہے پاک باز لوگوں سے نَسَآؤُكُمْ حَرَّتْ لَكُمْ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں فَأَتُوا حَرْثَكُمْ پس جاؤ تم اپنی اپنی کھیتی میں اَلَىٰ شِئْنُمْ جس طرح تم چاہو وَقَدِّمُوا لَا نَفْسَكُمْ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے وَاتَّقُوا اللَّهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوا اور تم جان لو اَنَّكُمْ مُلْقَوَةٌ بے شک تم اللہ کو ملنے والے ہو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ اور خوش خبری سنا دے تو مومنوں کو وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کو عُرْضَةً نشانہ لَا يَمَانِكُمْ اپنی قسموں کا اَنْ تَبْرُوا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوا اور تم پرہیز گاری نہیں کرو گے وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم صلح نہیں کرو گے لوگوں کے درمیان وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے لَا يُوَاخِذُكُمُ اللَّهُ نہیں مواخذہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارا بِاللَّغْوِ فِي اَيْمَانِكُمْ تمہاری لغو قسموں میں وَلَكِنْ يُوَاخِذُكُمُ اور لیکن تمہارا مواخذہ کرے گا بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ان قسموں میں جو تمہارے دلوں نے پورے ارادے کے ساتھ اٹھائی ہیں وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، تحمل کرنے والا ہے۔

پہلے رکوع میں اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض مسائل میں اشکالات پیش آئے۔ ان میں سے ایک شراب اور جوئے کے بارے میں تھا جس کا

جواب ان کو ملا۔ ایک یہ تھا کہ ہم کون سی چیز رب تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں؟ اس کا جواب ملا۔ پھر یتیموں کے بارے میں سوال کیا کہ ہم یتیموں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں؟ اس کا جواب ملا۔ اسی طرح یہ سوال بھی پیش آیا۔

### ماہواری کے بعض احکام :

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کے لیے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی۔ عورتوں کی وضع قطع اور ساخت جدا ہے اور مردوں کی جدا ہے۔ وہ بچے جو عورتوں کے پیٹ میں ہوتے ہیں ان کی خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر کر دیا۔ جس وقت بچی جوان ہوتی ہے اور ماہواری شروع ہو جاتی ہے اور ہر مہینے ماہواری آتی ہے۔ جب شادی ہوتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے تو یہ ماہواری والا خون اس بچے کی خوراک بن جاتا ہے۔ اس خون سے بچہ پھلتا پھولتا ہے۔ جب ک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تقریباً نو ماہ تک عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس واسطے کہ وہ زائد خون جو نکلتا تھا وہ بچے کی خوراک بن گیا۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اسی خون کو بچے کی خوراک کے لیے دودھ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ مدت رضاعت میں بہت کم عورتوں کو ایام ماہواری آتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ ہے وہ گندہ خون مگر رب تعالیٰ نے پیٹ میں بچے کی کوراک بنائی ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بھی کم و بیش دو سال تک وہ اس کی خوراک ہے۔ اور یہ خون اگر اپنے وقت پر آتا رہے تو عورتیں صحت مند رہتی ہیں کیوں کہ قدرت نے ان کی صحت اس میں رکھی ہے۔ اگر اس میں گڑبڑ ہو جائے تو رحم کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں یہود کے ہاں رواج تھا جب کسی عورت کو ماہواری شروع ہو جاتی تو اس کو الگ کمرے میں بند کر دیتے۔ نہ اس کے ہاتھ سے روٹی پکڑتے نہ پانی نہ

اس سے کپڑے دھلواتے، نہ اس کو جھاڑو پھیرنے دیتے، نہ اس کے سامنے آتے، نہ اس کو کسی کے سامنے آنے دیتے۔ اس طرح کہ جیسے کوئی نکمی چیز ہوتی ہے اس کو اس طرح بناتے دیتے۔ حالانکہ ہے تو وہ بھی انسان اور یہ تو اس کے اختیار میں نہیں ہے یہ تو رب نے نظام بنایا ہے۔ اور جو عرب کے مشرک تھے وہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے تھے۔ حالانکہ ماہواری کے دوران ہم بستری مرد کے لیے اور عورت کے لیے بھی بہت ساری بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً: آتشک، سوزاک وغیرہ وغیرہ۔ اور عورتوں کے رحم میں کمزوری ہو جاتی ہے اور بچے سوکھنے شروع ہو جاتے ہیں جس کو سوکھا مسان کہتے ہیں اور پرچھاواں بھی اس کی ایک قسم ہے۔

رب تعالیٰ نے جو نظام بنایا ہے اس میں اگر تھوڑا سا بھی تغیر ہو جائے تو نظام نہیں چلتا۔ تو ان دنوں میں عورت کے پاس جانا عورت اور مرد دونوں کی صحت کے لیے سخت مُضر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع شروع میں تو شرماتے رہے کہ یہ باتیں ہم کیسے پوچھیں۔ لیکن پھر مجبوراً ان کو پوچھنا پڑا کہ حضرت! ہم دیکھتے ہیں کہ یہود کے گھروں میں جب کوئی عورت ایام ماہواری میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کو ہر طرح سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اور مشرکین کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے۔ حضرت! ارشاد فرمائیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟

توفرمایا وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ اَنْهَوْهُنَّ فِي حَيْضِ الْبَارِءِ فِي حَيْضِ الْمَحِيضِ  
سوال کیا ہے قُلْ کہہ دو هُوَ اَذَى وہ گندہ خون ہے فَاَعْتَزَلُوا النَّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ عورتوں سے ہم بستری کے سلسلہ میں الگ رہو وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ ان دنوں



میں ہم بستری کے لیے ان کے قریب نہ جاؤ حَتّٰی يَظْهَرَنَّ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَأَتُوهُنَّ پس ان کے پاس جاؤ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ جہاں سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ مثلاً: وہ عورت روٹی بھی پکا سکتی ہے اور اس کو تم کھا سکتے ہو اور پانی بھی دے سکتی ہے جسے تم پی سکتے ہو۔ کپڑے بھی دھو سکتی ہے، گھر میں پھر سکتی ہے، میاں بیوی اکٹھے لیٹ سکتے ہیں صرف ہم بستری جائز نہیں ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ نبی اللہ ﷺ کو فرمایا کہ مجھے یہ مصلیٰ پکڑ دو میں نے نماز پڑھنی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نبی اللہ ﷺ نے کہا کہ حضرت میں ایام ماہواری میں مبتلا ہوں۔ تو اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ماہواری تیرے ہاتھ کے ساتھ تو نہیں ہے۔ ہاتھ سے پکڑا سکتی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ نبی اللہ ﷺ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے اور مسجد کی دیوار اور اس حجرے کی دیوار جس میں حضرت عائشہ صدیقہ نبی اللہ ﷺ رہتی تھیں، مشترک تھی اور اس میں کھڑکی لگی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے میرا سر دھو دیں میں کہتی کہ میں ایام ماہواری میں ہوں۔ تو آپ ﷺ فرماتے کہ تو نے میرا سر ہاتھوں کے ساتھ دھونا ہے۔

### فقہاء کی فضیلت :

ایک مسئلہ پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ ایک عورت تھی جو بغداد میں مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مردہ مرد کو مرد غسل دے اور مردہ عورت کو عورت غسل دے۔ اگر کوئی اجرت لے کر غسل دے تو اس کی بھی فقہائے کرام نے اجازت دی ہے۔ لیکن اگر بغیر اجرت کے کوئی غسل دے تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

صرف دو حدیثیں میرے پیش نظر ہیں۔ (حالانکہ مجھے پڑھاتے ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔) گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے جو رب تعالیٰ کے حق ہیں سوائے دو چیزوں کے۔ ایک یہ کہ جو شخص مسلمان مردے کو ثواب سمجھ کر غسل دے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ دوسرا صلوٰۃ التَّسْبِيح کے ساتھ کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس کے سوا اور کوئی روایت میرے سامنے نہیں ہے کہ اور کسی نیکی سے کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں۔ فرض نماز سے بھی معاف نہیں ہوتے، روزوں سے بھی معاف نہیں ہوتے، حج سے بھی معاف نہیں ہوتے، عمرے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ ہاں توبہ سے معاف ہوں گے یا حق ادا کرنے سے معاف ہوں گے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ ایک عورت آئی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔ اس کو ایام ماہواری شروع ہو گئے۔ محدثین کا ایک گروہ تھا وہ احادیث کا تکرار کر رہے تھے اور بڑے بڑے چوٹی کے محدث تھے۔ یہ عورت ان کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ شرع میں کوئی شرم نہیں ہے میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ وہ یہ کہ میں مردہ کو حیض کی حالت میں غسل دے سکتی ہوں یا نہیں۔ وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ اس پر صریح روایت تو ہے نہیں۔

دیکھو! یہ جو بعض نادان لوگ یہ رٹ لگاتے ہیں کہ ساری تصریح قرآن پاک میں ہے اور ہر چیز کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔ یہ کہنے والے بالکل نادان ہیں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصول قرآن میں ہیں اور اصول حدیث میں ہیں۔ باقی ساری جزئیات اور فروع یعنی تمام مسائل نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں۔ ان کی روشنی میں وہ مسائل فقہ اسلامی سے سمجھے جائیں گے۔ تو وہ بڑے چوٹی کے محدث تھے۔ یحییٰ ابن

معین، امام بخاری کے استاد ہیں اور بڑے چوٹی کے محدث تھے مگر سوچنے لگ گئے کہ کیا جواب دیں، اچانک امام اسلم جو بڑے چوٹی کے فقیہ تھے سامنے نظر آ گئے۔ تو ان محدثین نے کہا کہ یہ مسئلہ اس آدمی سے پوچھ۔ تو اُس عورت نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ تو حیض کی حالت میں مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے۔ محدثین نے کہا کہ اس پر تمھارے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ایام میں ہوتی تھیں اور آپ ﷺ کا سر مبارک دھوتی تھیں۔ پھر محدثین نے اس کی سندیں بیان کرنا شروع کیں۔ تو عورت نے کہا کہ اب سندیں بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ تو عورت اس حالت میں سارے کام کر سکتی ہے۔ البتہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اور قرآن شریف زبانی بھی نہیں پڑھ سکتی۔ ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ کہ حیض والی عورت اور جنبی آدمی قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ روزہ نہیں رکھ سکتی، نماز نہیں پڑھ سکتی۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے تو بہ کرنے والوں سے  
وَيُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ اور محبت کرتا ہے پاک باز لوگوں سے نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ  
تمھاری منکوحہ تمھاری کھیتی ہیں فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَلَىٰ شَيْئُمْ پس جاؤ تم اپنی کھیتی میں  
جس طرح چاہو وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ اور اے بھیجو اپنی جانوں کے لیے یعنی صرف  
لذت ہی مقصد نہ ہو بلکہ یہ نیت رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کوئی نیک اولاد دے کہ وہ دین کی  
خادم بنے اور آنحضرت ﷺ راضی ہوں۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تَزَوَّجُوا  
الْوُلُودَ الْوُدُودَ فَإِنِّي مُكَاثِّرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ”ایسے خاندان کی

عورتوں سے نکاح کرو جن کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور محبت کرنے والیاں ہوں کیوں کہ قیامت والے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا کہ میری امت زیادہ ہے۔“

وَ اتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَ اعْلَمُوا اور جان لو تم کہ اَنْتُمْ مُلْكُوهُ بے شک تم اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہو۔ اَنْتُمْ بِنْدُ هُوَ کے بعد تمہاری رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے جو کرو گے سو بھرو گے وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ اور ہمارے حکموں کو جو مانتے ہیں ان کو خوش خبری سنا دو کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

### قسم کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو قسم اٹھاتے تھے مثلاً: کسی سے ناراض ہوئے تو قسم اٹھالی کہ اللہ کی قسم میں فلاں سے نہیں بولوں گا، میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا، میں اُس سے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس طرح کی قسمیں لوگ اس وقت بھی اٹھاتے تھے اور آج کل بھی اٹھاتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً حِيلَہ بہانہ لَا يَمَانِكُمْ اپنی قسموں کا۔ وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا کر یہ آڑ بناؤ کہ میں رب کی قسم کھا بیٹھا ہوں لہذا اب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ کس چیز کے بارے میں قسم نہ کھاؤ۔ تو فرمایا اَنْ تَبَرُّوا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَ تَتَّقُوا اور یہ کہ تم تقویٰ اختیار نہیں کرو گے وَ تُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم لوگوں کے درمیان صلح نہیں کراؤ گے۔ اب مثال کے طور پر کوئی شخص یہ قسم اٹھاتا ہے کہ خدا کی قسم میں نماز نہیں پڑھوں گا، خدا کی قسم میں روزہ نہیں رکھوں گا، خدا کی قسم میں

مسجد میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی قسم میں نیکی نہیں کروں گا، اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے نہیں بولوں گا۔ یہ قسمیں اس کی صحیح نہیں ہیں۔ اس کو ان قسموں کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ ان قسموں پر اس کا اصرار بالکل جائز نہیں ہے۔ وہ اس طرح بہانہ نہ بنائے کہ میں چوں کہ قسم اٹھا بیٹھا ہوں اس واسطے میں مجبور ہوں، معذور ہوں۔ نیکی سے رکنے کے لیے قسم صحیح نہیں ہے۔ یہ قسم توڑنی پڑے گی اور کفارہ دینا پڑے گا۔ اور کفارے کا ذکر یہاں نہیں ہوا اس کا بیان ساتویں پارے میں ہے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو لباس پہنا دے اور لباس ایسا کہ جس میں نماز جائز ہو۔ یعنی چادر یا شلواری اور کرتا اور ٹوپی۔ بس یہ تین کپڑے کافی ہیں۔ یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا کہ ان دس مسکینوں کے لیے کچھ پابندیاں ہیں:

① یہ سارے مسلمان ہوں ان میں کوئی کافر نہ ہو۔ ایک تو کھلے کافر ہیں ان کو تو ساری دنیا جانتی ہے۔ دوسرے وہ کافر ہیں جو شریعت کی رو سے تو کافر ہیں مگر وہ اپنے آپ کو کافر نہیں کہتے۔ جیسے قادیانی کافر ہیں، بابی اور بہائی کافر ہیں، رافضی کافر ہیں، شرک کرنے والے کافر ہیں۔ بڑے فتنے ہیں اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے بڑھیں گے۔ کل ہی میرے پاس ایک رسالہ آیا، عربی لغت میں کینیڈا سے شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں اُن کو میرے نام کا کیسے پتا چل گیا۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سے سچا مذہب صرف بہائی ہے۔ مرزا محمد حسین بہاء اللہ، اللہ کا پیغمبر تھا تم اس کو مانو، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

یہ بہائی کراچی میں موجود ہیں، کوئٹہ میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں

موجود ہیں۔ یہاں تو علماء چیختے چلاتے رہتے ہیں اور باطل فرقوں کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں اس واسطے لوگ کچھ نہ کچھ آگاہ ہیں۔ اور یہ فرقے بڑے مدہم طریقے سے چلتے ہیں۔ پہلے قطعاً نہیں بتاتے کہ ہمارا فلاں فرقہ سے تعلق ہے۔ پہلے تمہارے دوست بھائی بنیں گے پھر کچھ عرصہ کے بعد تمہارے عقیدے بگاڑیں گے۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ ان مساکین میں سے کوئی سید نہ ہو۔ کیوں کہ قسم کے کفارے کا، عشر کا، زکوٰۃ کا، فطرانے کا، نذر و منت کا سید بمصرف نہیں ہے۔

سید میں کون کون آتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کی اولاد۔ اگرچہ حارث خود مسلمان نہیں ہوئے مگر اولاد مسلمان تھی۔ ان پانچ بزرگ ہستیوں کی اولاد کو شریعت سادات کہتی ہے۔ اور وہ مساکین صاحب نصاب نہ ہو۔ اور یہ بات کئی مرتبہ آپ لوگ سن چکے ہیں کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جس کی قیمت اس وقت ساڑھے چار ہزار بنتی ہے وہ صاحب نصاب ہے۔

③ دو وقت کا کھانا کھانا ہے۔

④ ان دس مسکینوں میں نابالغ بچہ کوئی نہ ہو۔

⑤ ان میں سے کوئی بیمار نہ ہو۔

⑥ ان میں کوئی اتنا بوڑھا نہ ہو جو کھانی نہ سکے۔

جو مسکین صبح کھائیں وہی شام کو کھائیں۔

یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے۔ اس دور میں غلام تو موجود نہیں ہیں، اگر ہو تو وہ آزاد کر دیں فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ اور جس کو یہ توفیق نہ ہو وہ تین دن کے

روزے رکھے۔ اگر مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی پر قدرت ہیں رکھتا تو پھر تین روزے رکھے۔ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے، جانتا بھی ہے۔

## قسم کی اقسام :

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْْمَانِكُمْ نہیں مواخذہ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ تمہارا لغو قسم کی قسموں میں۔ قسمیں تین قسم کی ہوتی ہیں :

✽ ایک یہ بے ساختہ غیر اختیاری طور پر زبان سے نکل جائے۔ تو ایسی قسم کا نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ اسی طرح گزشتہ کسی چیز پر قسم اٹھائی اور قسم اٹھاتے وقت اپنے آپ کو سچا سمجھ رہا ہے۔ مثلاً: کسی کام کے بارے میں قسم اٹھاتا ہے کہ وہ کام میں نے نہیں کیا حالانکہ وہ کام کیا ہوتا ہے مگر اس وقت بھول گیا ہے اس کو بھی یمین لغو کہتے ہیں۔

✽ دوسری یمین غموس ہے۔ وہ یہ کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا۔ حالانکہ کر چکا ہے۔ تو اس میں کفارہ نہیں ہے مگر قسم اٹھانے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ آخرت میں قابل مواخذہ ہے۔

✽ تیسری قسم ہے منعقدہ۔ وہ یہ کہ کوئی شخص آنے والے زمانہ کے لیے قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کام کروں گا یا فلاں کام نہیں کروں گا پھر اس کے خلاف کرتا ہے تو اس پر کفارہ آئے گا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْْمَانِكُمْ تمہاری لغو قسم کی قسموں پر وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمُ اور لیکن اللہ تعالیٰ تمہارا مواخذہ کرے گا بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ان قسموں میں کہ جن پر دل

نے گرہ لگائی ہے وہ قسمیں جو ارادۂ اٹھائی ہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے اور تحمل کرنے والا بھی ہے۔ اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ بیچ گئے ہو۔





لِّلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ  
 تَرْبُصُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَاَوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٨﴾  
 وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾ وَالْمُطَلَّقَاتُ  
 يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ وَلَا يَحِلُّ لِهِنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ  
 مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ  
 الْاٰخِرِ وَاَبْعُوْا لَهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا صِلٰحًا  
 وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ  
 دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٠﴾

لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ جو قسم اٹھاتے ہیں مِنْ  
 نِّسَائِهِمْ اپنی بیویوں کے بارے میں تَرْبُصُ انتظار کرنا ہے  
 اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَاَوْ پس اگر وہ لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ  
 پس بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ  
 عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر وہ ارادہ کر لیں طلاق کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک  
 اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سنے والا عَلِيْمٌ جاننے والا ہے وَالْمُطَلَّقَاتُ  
 اور وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ روکے رکھیں اپنی  
 جانوں کو ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ تین حیض وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اور نہیں حلال ان  
 کے لیے اَنْ يَّكْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ جو

پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے فِيْ اَرْحَامِهِنَّ اِنَّ كُنَّ  
 اگر ہیں وہ يُؤْمِنَنَّ بِاللّٰهِ ایمان لانے والی اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
 اور آخرت کے دن پر وَبَعُولَتُهُنَّ اور ان کے شوہر اَحَقُّ زیادہ حق  
 دار ہیں بِرَدِّهِنَّ اِن كُلوْثَانِے كے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر اِنْ  
 اَرَادُوْا اِصْلَاحًا اگر ارادہ کریں وہ اصلاح کرنے کا وَلَهُنَّ اور اُن  
 عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِيْ اِن حَقُّوْكَ كَے مِثْلِ عَلَيِهِنَّ  
 جو ان عورتوں کے ذمہ ہیں مردوں کے لیے بِالْمَعْرُوفِ عمدگی کے ساتھ  
 وَلِلرِّجَالِ عَلَيِهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کے لیے عورتوں پر درجہ ہے وَاللّٰهُ  
 عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

دین کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ متعلق ہے۔ جیسے: نمازیں، روزے  
 ہیں۔ حج، زکوٰۃ، قربانی اور عشر، فطرانہ وغیرہ اور دین کا ایک حصہ حقوق العباد کے ساتھ تعلق  
 رکھتا ہے۔ مثلاً: نکاح، طلاق ہے، خرید و فروخت ہے۔ آپس میں زندگی کس طرح بسر کرنا  
 ہے؟ اس کے متعلق جو قانون ہے یہ بھی دین کا حصہ ہے۔ تو اس سلسلہ میں قسموں کا ذکر تھا  
 کہ اگر بے ساختہ غیر اختیاری طور پر قسم زبان سے نکل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ  
 نہیں فرمائیں گے اور اگر قصداً قسم اٹھائے گا تو اس پر گرفت ہوگی۔ اب ان آیات میں  
 ایک قسم کی قسم کا ذکر ہے۔

ایلاء کا حکم :

لِّلَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ - يُؤْتُوْنَ اِیْلًا سے ہے اور اس کا مجرد ہے اِلَیَّةٌ اور

إِلَيَّۃٌ کا معنی ہے قسم۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں اِیْلَاء کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو کر یہ قسم اٹھالے کہ میں تیرے نزدیک نہیں آؤں گا۔ تو اس کے لیے رب تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ہے میں چار مہینے تیرے قریب نہیں آؤں گا۔ اگر یہ شخص چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا اور اِیْلَاء کا حکم ختم ہو جائے گا اور اگر چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ گیا تو قسم پوری ہو گئی کفارہ نہیں آئے گا البتہ ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس حالت میں اس عورت پر ایک طلاق بائنہ خود بہ خود واقع ہو جائے گی۔ اور بائنہ کا مطلب یہ ہے کہ بیوی الگ ہو گئی تجدید نکاح کے بغیر رجوع نہیں کر سکتا۔ اگر یہ اکٹھا رہنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح ہوگا۔ اور اگر چار ماہ سے کم قسم اٹھائی ہے تو وہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔ مثلاً: کوئی شخص ایک ماہ کی قسم اٹھاتا ہے یا دو ماہ یا تین ماہ کی تو یہ مدت گزرنے کے بعد خود بہ خود طلاق واقع نہیں گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ قسم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری زندگی تیرے قریب نہیں آؤں گا۔ یعنی چار ماہ کا ذکر نہیں کرتا تو بھی ایلاء ہو جائے گا۔ یا چار ماہ سے زیادہ کا ذکر کرتا ہے، پانچ ماہ یا سات ماہ یا دس ماہ وغیرہ کا تو بھی ایلاء ہو جائے گا۔

توفرمایا لِلَّذِیْنَ اِنْ لَوْکُوْنَ کے لیے یُوْلُوْنَ مِنْ نِّسَابِهِمْ جو قسم اٹھاتے ہیں بیویوں کے پاس نہ جانے کی تَرَبُّص انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَإِنْ فَاَءَوْا پس اگر وہ چار ماہ کے دوران لوٹ آئیں فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ نکاح برقرار رہے گا اور قسم کا کفارہ ادا

کرنا پڑے گا وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر انھوں نے ارادہ کر لیا ہے طلاق کا تو چار ماہ گزرنے کے بعد ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ باتیں بھی سنتا ہے اور علیم ہے نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

## طلاق کے احکام :

آگے طلاق کے حکم بتاتے ہیں۔ یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللَّهِ الطَّلَاقَ وہ چیزیں جو جائز ہیں ان میں بُری چیز طلاق ہے کہ بے شک جائز چیزوں میں سے جس پر اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض ہوتے ہیں وہ طلاق ہے۔ اسی طرح ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہ جس عورت نے اشد ضرورت کے بغیر خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت حرام ہے۔ دیکھو! گھروں میں ناراضگیاں ہوتی رہتی ہیں، نوک جھوک ہوتی رہتی ہے۔ تو ان چیزوں سے اُکتا کر طلاق کا مطالبہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ہاں! اگر خاوند نامرد ہے یا اس کا نان نفقہ نہیں دیتا یا بلا وجہ اکثر مارتا رہتا ہے تو طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ تو مجبوری کی حالت میں شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے جس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی۔ ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو بیان کریں گے۔

اگر کسی شخص نے صریح الفاظ کے ساتھ کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی ہے۔ تو یہ طلاق رجعی ہوگی۔ رجعی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عدت کے دوران بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ بغیر تجدید نکاح کے یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو یہ بھی طلاق رجعی ہے یعنی دورانِ عدت رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گزر گئی تو یہی طلاق رجعی بائنہ ہو جائے گی اور نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا، مہر بھی مقرر کرنا پڑے گا۔ ذود شرعی گواہ

ہوں گے۔ اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو پھر اس کے بعد دھکے شاہی ہے۔ شرعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے جس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تو فرمایا: وَالْمُطَلَّقَاتُ ۖ اُور وہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ۖ وہ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلَاثَةَ قُرُوۡنٍ تین حیض۔ تو یہاں سے عدت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ وہ عورت جس کو طلاق ملی ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔ یعنی جب اس کو طلاق ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی۔ اس کی عدت ہے بچے کی پیدائش تک۔ مثلاً: اس کو حاملہ ہوئے ایک ماہ گزرا اور طلاق ہو گئی (کیوں کہ حمل کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔) اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی یہ بات بالکل غلط ہے۔ تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ اور بچہ چاہے چھ ماہ بعد پیدا ہو یا دس ماہ بعد۔ کیوں کہ بعض بچے دس ماہ سے زائد عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ دو، دو سال، چار، چار سال بچے ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔

چنانچہ ضحاک ابن مزاحم رحمہ اللہ علیہ یہ تابعی ہیں۔ یہ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے سارے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اور جب پیدا ہوئے تو ٹھاٹھ ٹھاٹھ کر کے ہنسا شروع کر دیا بجائے رونے کے تو گھر والوں نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ مگر ایسی مثالیں نادر ہیں عموماً بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتا ہے۔ اور اگر مطلقہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین حیض گزرنے کے بعد اس کی عدت ختم ہوگی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ شریعت نے طلاق کا بہتر طریقہ یہ بتایا ہے کہ طلاق

ان دنوں میں دی جائے کہ جن دنوں میں عورت پاک ہوتی ہے۔ حیض کی حالت میں طلاق دینا اچھی بات نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی نے اس حالت میں دے دی تو ہو جائے گی۔ اور اگر مطلقہ ایسی ہے کہ اس کو ماہواری نہیں آتی بڑھاپے کی وجہ سے یا صغیر سنی کی وجہ سے کہ ابھی نابالغ تھی اور نکاح ہو گیا تھا اور اس کو طلاق مل گئی تو ان کی عدت ہے تین ماہ۔ ان عدتوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ تین مہینوں والی عدت کا ذکر سورۃ الطلاق کے اندر ہے اور مطلقہ حاملہ کی عدت کا ذکر بھی سورۃ طلاق میں ہے۔ اور یہاں اس کی عدت کا ذکر ہے جس کو حیض آتا ہے اور طلاق ہوئی ہے رخصتی کے بعد تو اس کی عدت ہے تین حیض۔ اور اگر نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی یعنی میاں بیوی کا ملاپ نہیں ہوا تو اس کا حکم بایسویں پارے میں ہے **فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا** [الاحزاب: ۴۹] کہ اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ وہ طلاق کے دو منٹ بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

### عساکر عالمی قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد :

صدر ایوب خان کے زمانے میں جب عالمی قوانین کے ذریعے کچھ چیزیں خلاف شرع نافذ ہوئیں جواب تک نافذ ہیں ان میں ایک شق یہ بھی تھی کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے۔ تو ہم نے ملاقات کی کوشش کی۔ علماء کا وفد تیار ہوا کہ اس کو بتائیں کہ یہ جو تمہارا حکم ہے اس کی ایک شق قرآن کے خلاف ہے اور ایک شق اجماع کے خلاف ہے۔ تو اسلامی ملک میں ایسا کام کرنا جو قرآن اور اجماع امت کے خلاف ہو صحیح نہیں ہے۔ لیکن اقتدار اقتدار ہوتا ہے اس کا نشہ بہت بُرا ہوتا ہے۔ ایوب نے کہا میرے پاس وقت نہیں ہے۔ دو دن کے بعد جاپان سے ناچنے والوں کا ایک طائفہ آیا تھا جس میں کچھ

عورتیں اور کچھ مرد تھے۔ ان کو ایوب نے وقت دے دیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جرأت مند آدمی تھے۔ اُنھوں نے ایوب کو کھڑکا دیا کہ علماء کے لیے تو تیرے پاس وقت نہیں ہے اور ان ناچنے والوں کے لیے تیرے پاس وقت ہے۔ تو اس وقت ایوب نے مُلاں کا لفظ استعمال کیا حقارت سے۔ تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مسٹر کرشنا کا لفظ استعمال کیا جو کافی دیر تک چلتا رہا لیکن وقت نہ ملا۔ پھر ہم نے دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے حاجی اللہ دتہ بٹ صاحب مرحوم، حاجی ملک اقبال صاحب مرحوم اور صوفی نذیر احمد صاحب مرحوم اور میر محمد شفیع صاحب اور ہم نے ایک وفد تیار کیا اس وقت چوہدری صلاح الدین صاحب (حامد ناصر چٹھہ کے والد) قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ ہم وفد کی شکل میں ان کے پاس گئے اور ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ دیکھو! ہماری براہِ راست ایوب خان تک رسائی نہیں ہوئی اور ایک غلط کام ہو اور اس کی تردید کوئی نہ کرے تو ساری قوم گناہ گار ہوتی ہے۔ اور آپ ہمارے حلقے کے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں یہ ہماری بات وہاں تک پہنچا دیں تاکہ ہم بھی گناہ گار نہ ہوں اور ہماری پبلک بھی گناہ گار نہ ہو۔

کیوں کہ غلط چیز کی تردید فرض کفایہ ہے۔ جس طرح تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ تبلیغ کریں تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سارے گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح اگر باطل چیز کی تردید نہ کی جائے تو سب گناہ گار ہوں گے۔ ہم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو! عائلی قوانین کی ایک شق یہ ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے اور قرآن پاک میں ایسی مطلقہ کا ذکر بھی ہے کہ جس کی عدت سرے سے ہی نہیں۔ مثلاً: ایک بچی کا نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی تو اس پر عدت

نہیں ہے۔ پھر ہم نے اس مسئلے سے بھی آگاہ کیا کہ فقہی مسئلہ ہے کہ بعض عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کہ کسی کو حیض چھ ماہ بعد آتا ہے۔ تو شرعی طور پر اس عورت کی عدت اٹھارہ ماہ بعد مکمل ہوگی جب کہ تمہارا قانون یہ کہتا ہے کہ اس کی عدت بھی نوے دن ہے۔ پھر میں نے یہ سمجھایا کہ وہ عورتیں جن کو ہر ماہ حیض آتا ہے اور امکان کے درجے میں ان کی عدت نوے دن بن سکتی ہے یہ بھی ممکن نہیں کیوں کہ تین مہینے مسلسل تیس تیس دن کے ہوتے ہی نہیں۔ لہذا یہ قانون قرآن اور فقہ کے بالکل خلاف ہے۔ تو چودھری صلاح الدین مرحوم نے ہماری بات سمجھی سمجھ دار وکیل تھے۔ ہماری گفتگو کو انھوں نے نوٹ کیا پھر معلوم نہیں کہ انھوں نے ہماری بات ایوب تک پہنچائی یا نہ پہنچائی۔ یہ صاحب اقتدار لوگ جو من مانیاں کرتے ہیں خلاف شرع احکام جاری کرتے ہیں یہی تباہی کا سبب ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک حد کے جاری کرنے سے اتنی برکت ہوتی ہے کہ چالیس دن وقفے وقفے سے بارش ہو ضرورت کے مطابق موسم میں تو اس بارش سے اتنی برکت نہیں ہوتی جتنی برکت ایک حد جاری کرنے سے ہوتی ہے۔ اب ہم کس طرف چل پڑے ہیں۔ کوئی سود کو حلال کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهَاۤنَّ اور ان عورتوں کے لیے حلال نہیں ہے اَنْ يَّكْتُمَنَّ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ فِيْ اَرْحَامِهِنَّ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے ان کے رحموں میں۔ یعنی اگر رحم میں بچہ ہے تو بتادیں اور اگر حیض ہے تو وہ بتادیں کیوں کہ اس مسئلے کا انحصار ان پر ہے اِنْ كُنَّ يُّؤْمِنَنَّ بِاللّٰهِ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور اس کے لیے کوئی ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کے کسی فرد کو بتادے کہ میں حاملہ ہوں یا



حالت حیض میں ہوں تاکہ اس کی عدت کا تعین ہو سکے۔ کیوں کہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اگر دورانِ عدت نکاح کیا گیا تو جو لوگ مجلسِ نکاح میں شریک ہوں گے اور انھیں معلوم بھی ہو کہ ابھی تک عدت ختم نہیں ہوتی تو ان سب شریک ہونے والوں کے نکاح خود بہ خود ٹوٹ جائیں گے۔ اگر علم نہیں ہے اور دھوکے سے ایسا کرایا گیا ہے تو وہ مسئلہ جدا ہے۔ اور اگر سب کو علم ہے کہ بچی کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو پھر نکاح پڑھانے والا بھی کافر اور مرتد اور اس میں جو شریک ہیں سب کافر اور مرتد ہو گئے، سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔

وَبُعُولَتُهُنَّ - بُعُولٌ بُعْلٌ کی جمع ہے اور بُعْلٌ کا معنی ہے خاوند۔ اور یہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے ان کے خاوند اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ زیادہ حق دار ہیں ان کو لوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر۔ اور اگر عدت کے دوران میں رجوع نہیں کیا اور تین حیض گزر گئے تو اب یہ رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ ایک ہی طلاق کیوں نہ دی ہو۔ اب وہ بائٹہ ہو گئی ہے اور اب اس کو عورت کے روکنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ از سر نو نکاح کریں تو اکٹھے ہونے کی گنجائش ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ یہ جو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں اور رجوع کر لیا ہے۔ یہ باقاعدہ حساب میں رہیں گی۔ مثلاً: ایک طلاق دی ہے تو باقی اس کے پاس دو کا حق ہے۔ اور اگر دو طلاقیں دی ہیں تو اس کے پاس باقی صرف ایک طلاق کا حق ہے۔ تو طلاقِ رجعی میں عدت کے دوران خاوند لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں مگر اس کے واسطے شرط ہے اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا اگر یہ ارادہ کریں اصلاح کا کہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے مقصود اصلاح ہو ان کو تنگ کرنا نہ ہو۔ اگر تنگ کرنے کی نیت ہوگی تو رب تعالیٰ معاف نہیں کریں گے وَلَهُنَّ اور ان عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِيْنَ عَلَيْنَهُنَّ

بِالْمَعْرُوفِ ان حقوق کے مثل جوان عورتوں کے اُوپر ہیں عمدگی کے ساتھ۔ کچھ حق عورتوں کے ذمے ہیں کہ خاوند کا حق ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے اس کے حق کی حفاظت کرے، اپنی عزت و عصمت کو محفوظ رکھے، گھر کی حفاظت کرے، بچوں کی نگرانی کرے۔ اور عورتوں کے حق خاوند کے ذمہ ہیں کہ وہ ان کو نان نفقہ مہیا کرے، رہائش کے لیے مکان دے، لباس دے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچہ برداشت کرے۔ تو دستور کے مطابق عورتوں کا مردوں پر حق ہے اور مردوں کا عورتوں پر حق ہے۔

وَاللِّرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور درجہ میں مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے۔ ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے۔ وہ اس طرح کہ مرد عورتوں پر نگران ہیں جیسا کہ سورہ نساء میں بیان فرمایا کہ **الرِّجَالُ قَوِّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ** [النساء: ۳۴] مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔ اور یہ ایک فطری امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اور پھر مردوں کی برتری کی دلیل بھی بیان فرمائی **وَبِمَا آتَفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ** کہ مرد اپنی کمائی عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، ان کے کفیل ہیں۔ اور مشقت کے کام مرد کے سپرد کیے ہیں۔ عورت کا کام گھر کی ذمہ داریاں پوری کرنا ہے۔ اسی طرح طلاق کا حق بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے۔ فرمایا **بِإِذْنِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ** مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ تو نکاح کی گرہ جب مرد کے ہاتھ میں ہے تو اُس کو کھولنے کا اختیار بھی مرد کو حاصل ہے عورت کو حاصل نہیں ہے **وَاللَّهُ عَزِيزٌ** اور اللہ تعالیٰ غالب ہے **حَكِيمٌ** حکیم ہے۔ جو اس نے حکمت پر مبنی احکام دیئے ہیں وہ حق ہیں ان سے بھاگنا بے دینی ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔



## الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَاَمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ

اَوْ تَسْرِیْهِ بِاِحْسَانٍ وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا بِاٰیٰتِیْمُوْهُنَّ  
 شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّخَافَاْ اَلْاِیْقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلْاِیْقِیْمَا  
 حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ  
 حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ  
 هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِ حَتّٰی  
 تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ۝۱۱ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا  
 اِنْ ظَنَّا اَنْ یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُہَا  
 لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ  
 فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ  
 خِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ وَلَا  
 تَنْخِذُ وَاٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۝۱۳ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَمَا اَنْزَلَ  
 عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَةِ یُعِظْکُمْ بِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا  
 اَنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۴

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴

الطَّلَاقُ وہ طلاقیں جن کے بعد رجوع صحیح ہے مَرَّتَيْنِ دو دفعہ  
 ہیں فَاَمْسَاكِ پس روکنا ہے بیوی کو بِمَعْرُوفٍ اچھے طریقے سے  
 اَوْ تَسْرِیْجُ یا الگ کر دینا ہے بِاِحْسَانٍ عمدگی کے ساتھ وَلَا یَحِلُّ

لَكُمْ اور نہیں ہے حلال تمہارے لیے . اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لو تم مِمَّا وہ چیز اَتَيْتُمُوْهُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دی ہے شَيْئًا کچھ بھی اِلَّا اَنْ يَّخَافَا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں خوف کھائیں اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم خوف کرو (وارثو اور رشتہ دارو!) اَلَّا يُقِيْمَا یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے حُدُوْدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی حدود کو فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا پس کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر فَيِمَّا افْتَدَتْ بِہ اس چیز کے بارے میں جو عورت نے فدیہ کے طور پر دی تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم حدود سے تجاوز نہ کرو وَ مَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ اور جس نے تجاوز کیا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ پس وہی لوگ ظالم ہیں فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَہُ پس نہیں ہے حلال اس کے لیے مِنْۢ بَعْدُ اس کے بعد حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہُ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے کسی اور مرد کے ساتھ فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس اور مرد نے بھی اسے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا پس کوئی گناہ نہیں ہے ان پہلے دونوں پر اَنْ يَّتَرَاجَعَا یہ کہ (نئے نکاح کے ساتھ) رجوع کریں اِنْ ظَنَّا اگر وہ دونوں یقین کرتے ہیں کہ اَنْ يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ یہ قائم

رکھیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں یَبَيِّنُهَا بیان کرتا ہے ان کو لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ اور جس وقت تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ پس وہ قریب پہنچیں اپنی عدت کو فَأَمْسِكُوهُنَّ پس تم ان کو روکو بِمَعْرُوفٍ عمدگی کے ساتھ أَوْسَرِّحُوهُنَّ یا الگ کر دو ان کو بِمَعْرُوفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضَرَارًا تکلیف دینے کے لیے لِتَعْتَدُوا تاکہ تم تجاوز کرو وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ اور جس نے یہ کارروائی کی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا وَلَا تَتَّخِذُوا اور نہ بناؤ تم آيَاتِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی آیات کو هُزُؤًا ہنسی (اور کھیل) وَادْكُرُوا اور یاد کرو تم نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر مِنَ الْكِتَابِ کتاب وَالْحِكْمَةِ اور سنت اور حدیث يَعِظُكُمْ بِهِ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوا اور تم جان لو أَنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ہر چیز کو جانتا ہے۔

طلاق کا مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الطَّلَاقُ (تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں) کہ طلاق رجعی مَرَّتَيْنِ دو دفعہ ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی

بیوی کو صریح الفاظ میں یہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔ یہ ایک طلاق ہو گئی ہے اس کے بعد وہ رجوع کر سکتا ہے بغیر نکاح کے۔ عدت کے اندر میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو اس طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، میں نے تجھے طلاق دے دی۔ عدت ختم ہونے سے پہلے میاں بیوی آپس میں مل گئے تو ان طلاقوں کا اثر ختم ہو گیا۔ لیکن بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ آئندہ اس کو صرف ایک طلاق کا حق ہے، گنتی میں یہ دو طلاقیں محفوظ رہیں گی۔ اور اگر عدت ختم ہو گئی تو عدت ختم ہونے کے بعد خود بہ خود علیحدگی ہو جائے گی۔ اب اگر یہ دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ عورت کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، آزاد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ رجعی طلاقیں دو ہیں۔ ان دو کے بعد حق ہے فَاِمْسَاكِ بِمَعْرِوْفٍ پس روکنا ہے عہدگی کے ساتھ کہ تم عورت کو روکو یعنی نکاح میں رکھو عہدگی سے اَوْ تَسْرِیْحُ بِاِحْسَانٍ یا چھوڑ دو الگ کر دو عہدگی کے ساتھ۔ یعنی اگر تم نہیں رکھنا چاہتے تو اس کو عہدگی کے ساتھ الگ کر دو۔ درمیان میں خلع کا مسئلہ ہے اس کو میں بعد میں بیان کروں گا۔ اس کے بعد والی آیت سمجھ لو۔

فرمایا فَاِنْ طَلَّقَهَا پھر اگر اس نے طلاق دے دی اس عورت کو (تیسری) یعنی اگر خاوند نے دو طلاقیں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنْ بَعْدُ ان تین طلاقیں کے بعد حَتّٰی تَسْرِیْحُ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے اُس مرد کے علاوہ کسی اور مرد سے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ ایک طلاق کے بعد، دو طلاقیں کے بعد دورانِ عدت رجوع کا حق تھا۔ اور عدت

کے بعد نکاح کا حق۔ جب تیسری طلاق دے دی تو اب یہ سارے حق ختم ہو گئے۔ نہ تو اس کو رجوع کا حق ہے اور نہ ہی نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔

### مسئلہ طلاق ثلاثہ :

اور یہ بات اچھی طرح سمجھنا کہ قرآن بھی یہی حکم دیتا ہے اور احادیث بھی کثرت کے ساتھ ہیں جن سے یہی حکم واضح ہوتا ہے۔ اور چاروں ائمہ (یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) بھی اس بات پر متفق ہیں اور سو فیصد محدثین بھی متفق ہیں یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ (اور وہ حضرات جو تقلید کے قائل نہیں ہیں غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں ان میں دو گروہ ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ اور روپڑی پارٹی ہے۔ یہ بھی تین کو تین ہی کہتے ہیں۔ اور دوسرا گروہ ثنائی پارٹی ہے۔ جن کا ان علاقوں میں زیادہ اثر و رسوخ ہے۔ وہ تین کو ایک کہتے ہیں۔)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے: ”بَابُ مَنْ أَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ“ جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں۔ پھر آگے احادیث پیش کی ہیں۔ تو یہ حلال اور حرام کا مسئلہ ہے ضد کی بات نہیں ہے۔ اس واسطے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ وہ لوگ جو تین کو ایک شمار کرتے ہیں ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ہاں! اگر وہ ضد اور تعصب کو چھوڑ دیں تو بات کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

## فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ :

مثلاً: ایک حدیث آتی ہے لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کہ جس شخص نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ کس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے مقتدی اس کا مصداق نہیں ہے۔ یعنی یہ حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ (صحابی ہیں) فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ اور یہ روایت ترمذی شریف میں ہے اور اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور محدثین کے استاد حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ یہ بات ابو داؤد شریف میں موجود ہے۔ اور مقتدی کا کیا فریضہ ہے؟ اس کا حکم مسلم شریف وغیرہ کی روایت میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا کہ امام جب قرأت شروع کرے تو (تمہارا فریضہ ہے) تم نے خاموش رہنا ہے (قرآن تمہیں سنائی دے یا نہ دے) لیکن ضدی نہیں مانتے۔

اسی طرح طلاق کے بارے میں بھی ایک روایت مسلم شریف میں ہے اور روایت صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک



ہی ہوتی تھیں۔ (مسلم ص ۲۷۷، ج ۱) لیکن اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ چنانچہ امام نسائی نے نسائی شریف میں باب قائم کیا ہے طَلَاقُ الثَّلَاثِ الْمُتَّفَرِّقَةِ قَبْلَ الدُّخُولِ بِالزَّوْجَةِ (صفحہ ۸۳، جلد ۲)

تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ غیر مدخولہ بھا کو یعنی ایسی عورت کو جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے لیکن میاں بیوی نے ہم بستری نہیں کی اور خاوند نے اسے طلاق دے دی اور کہا اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ تین طلاقیں دے دیں تو طلاق پہلی ہی ہوئی ہے دوسری کا محل ہی نہیں رہا۔

تو امام نسائی رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے کہ یہ حدیث غیر مدخولہ بھا کے واسطے ہے۔ اسی طرح ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ تین طلاقیں ایک اس عورت کے بارے میں ہیں کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور خاوند نے ہم بستری نہیں کی اور یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دے دیں تو پہلی ہوگئی، دوسری، تیسری کا محل ہی نہیں ہے۔ تو اس روایت کو تمام مطلقات پر فٹ کرانا تو صرف ضد ہے۔ تو دین کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر میرا ایک مستقل رسالہ ہے ”عُمْدَةُ الْاَثَابِ فِي حُكْمِ طَلَقَاتِ الثَّلَاثِ“ جس میں قرآن پاک، احادیث، فقہائے کرام رحمہم کے بڑے دلائل میں نے پیش کیے ہیں اور بڑی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور الحمد للہ! اسی آیت کے تحت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں میرا نام لے کر میری کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ اگر تمہیں اس مسئلہ میں علمی طور پر زیادہ ضرورت ہے تو اس کی کتاب دیکھو۔

تو حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ نہیں ہے جو غیر مقلد حضرات سمجھتے پھرتے

ہیں۔ جس طرح قرآن پاک میں مومنوں سے خطاب ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ ”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔“ تو زکوٰۃ ہر آدمی تو دینے والا نہیں ہے۔ زکوٰۃ تو وہ دے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔ تو اگر کوئی مسئلے کو سمجھنا تو اس کے لیے کوئی دقت نہیں ہے۔ البتہ ضد اور تعصب کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَإِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے طلاق دے دی اُس عورت کو تیسری بھی تو فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس وہ عورت اب اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنْ بَعْدُ تیسری طلاق کے بعد۔ (سنت اور مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ طلاق طہر میں دے کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔ لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیں یا ایک کلمے کے ساتھ دے دیں تو بھی تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ ایک مجلس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ اور ایک کلمے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کہے تجھے تین طلاقیں ہیں۔ تو دونوں صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔)

حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرے فَإِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس دوسرے خاوند نے بھی طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر یعنی اس عورت کا جو پہلا خاوند تھا اس پر اور اس عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے اَنْ يَّتَرَاجَعَا یہ کہ یہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں یعنی عدت گزرنے کے بعد نئے سرے سے نکاح کر لیں مگر شرط ہے کہ اِنْ ظَنَّا اَنْ يَّقِيْمَا حُدُودَ اللّٰهِ اگر وہ دونوں یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔ چونکہ پہلے بھی اختلاف ہوا تھا اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی تھی۔ اب اگر وہ نکاح کرنا چاہتے

ہیں تو انھیں اس بات کو ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

## خلع کے مسائل :

درمیان میں خلع کا مسئلہ بیان ہوا ہے جو اوپر چھوڑ آئے ہیں۔ وہ کیا ہے؟ فرمایا وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ (اے مردو!) تمہارے واسطے حلال نہیں ہے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لوتم مِمَّا اس چیز سے اَتَيْتُمُوْهُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دیا ہے شَيْئًا کچھ بھی۔ یعنی مہر دیا ہے یا ہدیے کے طور پر کوئی چیز دی ہے تو طلاق کے بعد تم ان سے کچھ نہیں لے سکتے اِلَّا اَنْ يَّخَافَا مگر یہ کہ میاں بیوی خوف کریں اَلَّا يَقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ آپس میں ان کا مزاج نہیں ملتا یا کسی اور وجہ سے ان کا نباہ نہیں ہو سکتا فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر اے دونوں کے وارثو (اور رشتہ دارو!) تمہیں خوف ہو اَلَّا يَقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا پس نہیں ہے گناہ ان دونوں پر فَيَمَّا افْتَدَتْ بِہ اس چیز میں کہ عورت نے فدیہ (رقم) دے کر مرد سے طلاق لے لے۔

اب مسئلہ سمجھنا۔ اگر بیوی خاوند کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً: مزاج نہیں ملتا کیوں کہ مزاج کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی واسطے شریعت کفو کے اندر نکاح کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور کفو کا معنی ہے برادری۔ اور برادری میں مزاج اور ذہن ملتے جلتے ہوں گے تو گڑبڑ نہیں ہوگی اور غیر کفو میں مزاج نہ ملنے کی وجہ سے مشکل پیدا ہوگی۔ باقی نکاح غیر کفو میں بھی جائز ہے حرام نہیں ہے۔ تو اگر میاں بیوی کا مزاج نہیں ملتا یا کوئی اور ایسی وجہ ہے کہ نباہ نہیں ہو سکتا تو شریعت نے خلع کی اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خرابی بیوی کی طرف سے ہے کہ وہ رہنا نہیں چاہتی اور خاوند رکھنا چاہتا ہے تو ایسے موقع

پر خاوند عورت کو کہہ دے تو مجھے پیسے دے دے تو میں تجھے طلاق دے دیتا ہوں کیوں میرا شادی پر خرچہ ہوا ہے اور اگر بیوی رہنا چاہتی ہے اور شرارت خاوند کی طرف سے ہو تو ایسی صورت میں خلع کا مال حرام تو نہیں ہے مگر مکروہ ہے کہ شرارت بھی اسی کی ہے اور رقم بھی وہی ہتھیا لے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ مرد نے جتنا مہر دیا ہے اتنے پر ہی خلع ہو یا حق مہر سے زیادہ رقم لے سکتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جتنا مہر دیا تھا اس سے زیادہ پر بھی خلع ہو سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مہر سے زیادہ رقم نہ لے کیوں کہ حضرت ثابت بن قیس صحابی ہیں یہ بڑے ذہین اور مقرر تھے۔ قد چھوٹا تھا اور رنگ سیاہ تھا۔ ان کی بیوی بڑی خوب صورت تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ حضرت! میرا خاوند ویسے تو بڑا اچھا ہے خرچہ بھی دیتا ہے، اخلاق بھی اچھا ہے مگر میں جب دیکھتی ہوں تو مجھے کراہت آتی ہے جس سے میرے ایمان پر زرد پڑے گی لہذا مجھے طلاق دلوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ جو اس نے تجھے مہر میں دیا تھا واپس کر دے گی۔ تو حضرت ثابت کی بیوی نے کہا کہ حضرت! میں وہ باغ بھی دے دوں گی اور کچھ مزید بھی دے دوں گی۔ تو مسند احمد کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَمَّا الزِّيَادَةُ فَلَا بہر حال زیادہ دینا درست نہیں ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امام ابو حنیفہ کا موقف یہ ہے کہ جو مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لے۔

فرمایا تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم ان سے آگے نہ بڑھو وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کیا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ یہ پہلے میں نے عرض کر دیا ہے۔ دو کے بعد اگر اس نے تیسری طلاق دے دی تو یہ بیو اس خاوند کے لیے حلال نہیں

ہے۔ یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی شرط ہے۔  
اگر صرف نکاح کر کے بغیر ہم بستری کے طلاق دے دی تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ  
ہوگی۔ اس پر بخاری اور مسلم کی روایات شاہد ہیں۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا پس اگر دوسرے خاوند نے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهَا  
پس کوئی حرج نہیں ان پہلوں پر أَنْ يَتَرَاجَعَا یہ کہ نکاح کے لیے آپس میں رجوع  
کریں لیکن شرط یہ ہے کہ إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ اگر ان کو یقین ہے کہ اللہ  
تعالیٰ کی حدوں کو قائم کریں گے وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں  
يَبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ان کو بیان کرتا ہے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے وَإِذَا  
طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ پس قریب  
پہنچیں وہ اپنی عدت کو فَأَمْسِكُوهُنَّ پس تم ان کو روکو۔ یعنی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی  
تو دورانِ عدت تم انہیں روک بھی سکتے ہو بِمَعْرُوفٍ عمدہ طریقے سے أَوْ  
سَرِّحُوهُنَّ یا چھوڑ دو ان کو بِمَعْرُوفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ اور نہ  
روکو تم ان کو ضَرَارًا تکلیف دینے کے لیے یعنی ان کو اس واسطے نہ روکو کہ میں ان کو  
مارو گا پیٹوں گا اور تنگ کروں گا لِيَتَّخِذُوا تاکہ تم تجاوز کرو اس واسطے نہ روکو وَمَنْ  
يَفْعَلْ ذَلِكَ اور جس نے کی یہ کارروائی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ پس تحقیق اس نے اپنی  
جان پر ظلم کیا۔

وَلَا تَتَّخِذُوا إِلَيْهِ حُزْرًا اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی اور کھیل۔ جو  
حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ  
تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اس نے تم پر کی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی، روحانی

نعمتیں بھی اور جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔ ان کو یاد کرو یعنی ان کا شکر ادا کرو۔ اور یہ نعمت بھی ہے وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ اور وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب یعنی قرآن کریم۔ اور قرآن کریم کی قدر وہی کرے گا جو اس کو سمجھے گا اور جس نے قسم اٹھانے کے لیے رکھا ہا ہے وہ کیا سمجھے گا۔ یاد رکھو! قرآن پاک بہت بڑی دولت ہے وَالْحِكْمَةُ اور حکمت نازل فرمائی۔ تو حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔

قرآن پاک کی تشریح حدیث ہے۔ حدیث کے بغیر تشریح کرنے پر بھی ہمارا ایمان نہیں ہے يَعِظُكُمْ بِهِ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھو۔ قرآن کریم کو پڑھو، حدیث شریف پڑھو وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوا اور تم جان لو أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمہارا ظاہر، باطن، نیت، ارادہ سب اس کے علم میں ہے۔



وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ

أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا  
بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ  
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ  
كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ  
رِشْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا  
لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بَوْلًا مَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بَوْلًا ۝ وَعَلَى  
الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَ  
تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا  
أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ  
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ اور جب تم طلاق دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پس  
وہ پہنچ جائیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ پس نہ روکو تم  
ان کو أَنْ يَنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کریں أَزْوَاجَهُنَّ اپنے خاوندوں  
سے إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جس وقت راضی ہو جائیں آپس میں  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ عہدگی کے ساتھ ذَلِكَ اس چیز کی يُوعَظُ بِهِ نصیحت  
کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ

بِاللّٰهِ اِيْمَانٌ لَا تَاۡتِيهِ الْاِلٰهَۃُ ۚ وَالْيَوْمُ الْاٰخِرِ ۚ اَوۡرَاۡخِرَتِ كَے دِنِ پَر  
 ذِكْمُ يٰہِي چيز . اَزۡكٰى لَكُمۡ بڑی پاكيزہ ہے (قلبي اعتبار سے) وَ  
 اَظْهَرُ اور زيادہ پاكيزہ ہے (بدن كے اعتبار سے) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور  
 اللّٰهُ تَعَالٰى جانتا ہے وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہيں جانتے وَالْوَالِدٰتُ  
 اور مائیں يَرْضَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ دودھ پلائیں اپنی اولاد كو حَوْلَيْنِ  
 كَامِلَيْنِ دو سال كمل لِمَنْ اَرَادَ يہ اس كے ليے ہے جو ارادہ كرتا ہے  
 اَنْ يَّتِمَّ الرِّضَاعَ يہ كہ كمل كر لے دودھ پلانے كى مدت كو وَعَلَى الْمَوْلُودِ  
 لَہ اور جس كى طرف بچے كى نسبت كى جاتى ہے (يعنى باپ پَر) رِزْقُهُنَّ  
 ان عورتوں كا رزق ہے وَ كِسْوَتُهُنَّ اور ان كا لباس بھى ہے بِالْمَعْرُوفِ  
 اچھے طريقے كے ساتھ . لَا تُكَلِّفُ نَفْسٌ نَفْسًا نھیں تكليف دى جائے كى كسى  
 نَفْسٍ كو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس كى طاقت كے مطابق لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ  
 بِوَلَدِهَا نہ نقصان پہنچا يا جائے ماں كو اس كے بچے كى وجہ سے وَلَا مَوْلُودٌ  
 لَہ اور نہ باپ كو بِوَلَدِهِ اس كے بچے كى وجہ سے وَعَلَى الْوَارِثِ  
 مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پَر بھى اتنا ہى خرچہ آئے گا . فَاِنْ اَرَادَا پس اگر وہ  
 دونوں ارادہ كر لیں فَصَالًا دودھ چھڑانے كا عَنْ تَرَاۡضٍ مِنْهُمَا  
 آپس كى مرضى سے وَ تَشَاوُرٍ اور باہمی مشورہ سے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا  
 پس كوئى حرج نہيں ہے ان دونوں پَر وَ اِنْ اَرَدْتُمۡ اور اگر تم ارادہ كرو



اَنْ تَنْتَرِضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ يَه كہ كسى اور سے اپنى اولاد كو دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ پس كوئى گناہ نہی ہے تم پر اِذَا سَلَّمْتُمْ جب دے دو تم مَّا وہ چیز اَتَيْتُمْ جو تم نے مقرر كى ہے بِالْمَعْرُوفِ اچھے طریقے كے ساتھ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شك اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُونَ جو تم عمل كرتے ہو بَصِيْرٌ ديكھ رہا ہے۔

### حتى الوسع طلاق سے گریز كرنا چاہیے :

اس سے پہلے بھی طلاق اور عدت كا ذكر تھا۔ اسلام كى یہ خوبی ہے كہ انسانوں كو جو بھی ضرورتیں پیش آئى ہيں ان سب كو حل كیا ہے۔ ایسا نہیں ہے كہ كسى مقام پر اسلام كو ماننے والا پریشان ہو۔

انسانى زندگی میں نکاح اور طلاق بھی اہم مسائل ہيں۔ چوں كہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانى كو برقرار ركھنا ہے اس ليے مرد پیدا فرمائے، عورتیں پیدا فرمائیں۔ پھر جائز طریقے سے خواہشات كى تکمیل كا راستہ بھی بتلایا۔ ان كو حسن سلوك كا سبق دیا اور گھر كے معاملات كو درست ركھنے كا حكم دیا لیكن اگر مجبوری سے طلاق كى نوبت آئے تو طلاق كى بھی اجازت ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقِ ”بے شك جائز چیزوں میں سے بُرى چیز اللہ تعالیٰ كے ہاں طلاق ہے۔“ یعنی ہے جائز مگر بہت بُرى ہے۔ حتى الوسع طلاق كا نام نہیں لینا چاہیے۔ اور حدیث پہلے بیان ہو چكى ہے كہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت بغیر اشد مجبوری کے خاوند سے طلاق مانگتی ہے اس پر جنت حرام ہے۔ صرف مطالبے کی بات ہے یہ نہیں کہ ڈنڈے کے زور سے طلاق لے، بلکہ مطالبہ بھی حرام ہے۔ تو یہاں ایک واقعہ پیش آیا۔

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ ان کی ہمیشہ تھی۔ بعض تفسیروں میں اس کا نام جمیلہ اور بعض میں جمیلہ آیا ہے رضی اللہ عنہا۔ ابوالبداح رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے ان کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد اکٹھے زندگی گزارتے رہے ابھی اولاد نہیں ہوئی تھی اور گھریلو معاملات میں ہوتا ہے کبھی بگاڑ خاوند کی طرف سے ہوتا ہے کبھی عورت کی طرف سے اور کبھی دونوں کی طرف سے۔ دنیا میں کوئی ایسا گھر نہیں بتایا جاسکتا جس میں کچھ نہ کچھ بگاڑ نہ ہو۔ تو حضرت ابوالبداح رضی اللہ عنہ نے طیش اور غصے میں آکر بیوی کو طلاق دے دی مگر طلاق رجعی تھی۔ (تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اگر ایک دفعہ خاوند بیوی کو کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے یا دو مرتبہ کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو ان دونوں صورتوں میں خاوند کو حق حاصل ہے کہ درانِ عدت رجوع کر لے۔ اس سے طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور اگر عدت ختم ہوگئی تو پھر نکاح ہوگا یعنی آپس میں پھر نکاح کر سکتے ہیں۔ اور اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

تو حضرت ابوالبداح رضی اللہ عنہ کی طلاق رجعی تھی اور عدت گزر گئی۔ عدت گزرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی نکاح کے پیغام بھیجے اور پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی میں دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہوں اور بیوی دلی طور پر راضی تھی پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے۔ لیکن ان کے بھائی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں



لحاظ سے بھی بڑی پاکیزہ ہے۔ عورت کوئی بکاؤ مال تو نہیں کہ آج اس منڈی میں اور کل اُس منڈی میں۔ آج اس کی بیوی اور کل اُس کی بیوی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ عزت انسانی کا مسئلہ ہے۔ تو بدن بھی اس میں صاف رہے گا اور دل بھی صاف رہے گا۔ کیوں اگر عورت کا دل پہلے خاوند کی طرف مائل تھا اور رشتہ داروں نے نکاح نہیں کرنے دیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اس سابقہ تعارف کی وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو جائے لہذا دل بھی پاک رہے گا اسی صورت میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور تم نہیں جانتے۔ لہذا اس کے احکام صحیح ہیں۔

### رضاعت کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے کہ جس وقت عورت نکاح میں ہو تو بچے کو دودھ پلانا اس کے ذمہ ہے اور بغیر کسی اشد مجبوری کے بچے کو دودھ پلانے سے انکار نہیں کر سکتی۔ اگر انکار کرے گی عند اللہ مجرم ہوگی اور گناہ گار ہوگی۔ کیوں کہ بچے کی خوراک رب تعالیٰ نے اس کے پستانوں میں رکھی ہے اس واسطے جب وہ نکاح میں ہے تو دودھ پلانے کا خرچہ خاوند سے نہیں لے سکتی۔ کیوں کہ اس عورت کو باقاعدہ رہائش بھی خاوند نے دی ہوئی ہے اور اس کو کھانے پینے کا خرچہ بھی ملتا ہے اور لباس بھی ملتا ہے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچہ بھی خاوند کے ذمہ ہے تو بچے کو دودھ پلانے کا خرچہ نہیں مانگ سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْوَالِدَتُ اور مائیں يُرْضَعْنَ دودھ پلائیں أَوْلَادَهُنَّ اپنی اولاد کو حَوْلَيْنِ دو سال كَامِلَيْنِ مکمل۔ لیکن یہ دو سال کس کے لیے ہیں لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ اس شخص کے لیے ہیں جو ارادہ کرے اس بات کا کہ وہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرے۔ آگے آ رہا ہے اگر ماں باپ پہلے دودھ

چھڑانا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ کیوں کہ بعض بچے بڑے صحت مند ہوتے ہیں کہ سال، سوا سال، ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد وہ کھانا پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے دو سال مکمل کرنے ضروری نہیں ہیں۔ اور اگر بچہ ماں کے دودھ کے بغیر کچھ نہیں پیتا تو دو سال آخری مدت ہے۔ اس کے بعد ماں اس کو دودھ نہیں پلا سکتی۔ بعض عورتیں پیار اور محبت کی وجہ سے دو سال کے بعد بھی دودھ پلاتی رہتی ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ اُور اور اس شخص پر جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے یعنی بچے کا باپ۔ اس کے ذمہ ہے رِزْقُهُنَّ اُن کا کھانا وَكِسْوَتَهُنَّ اور ان کا لباس بھی ان کے خاوندوں کے ذمہ ہے۔ کون سا لباس؟ تو فرمایا بِالْمَعْرُوفِ جو قاعدے کے مطابق ہو۔ وہ قاعدہ کیا ہے؟ فرمایا لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا نہیں تکلیف دی جاسکتی کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اگر خاوند امیر ہے تو عورت کا خرچہ امیرانہ ہوگا یعنی اس کا لباس وہ ہوگا جو امیر عورتیں پہنتی ہیں۔ اگر خاوند درمیانے قسم کا ہے مالی اعتبار سے تو اس کے ذمہ خرچہ بھی درمیانے درجے کا ہوگا۔ لباس بھی درمیانہ، رہائش بھی درمیانے درجہ کی۔ اگر خاوند غریب ہے تو خاوند پر غربت کے اعتبار سے خرچہ ہوگا جو غریب لوگ کھاتے پیتے، پہنتے ہیں اور رہائش بھی اسی طرح کم ہوگی کہ جیسی رہائش میں غریب لوگ رہتے ہیں۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کیوں کہ جب ایک آدمی غریب ہے تو وہ کہاں سے امیرانہ خرچہ لا کر دے۔

فرمایا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا نہ تکلیف دی جائے والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت بیمار ہے۔ اس کو دودھ ہی نہیں اُترتا یا اس کا دودھ طبی اعتبار سے مضر

ہے مگر خاوند کہتا ہے کہ دودھ تو نے ہی پلانا ہے۔ تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ تو بیمار ہے لہذا بچے کی وجہ سے اُس کو تکلیف نہ دی جائے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورتیں مختلف قسم کی چیزیں کھاتی ہیں اور دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور وہ بچہ خود دودھ نہیں پیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت دی اور رب تعالیٰ کا نظام ہے کہ بچہ پستان کو منہ لگا کر چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی صورت میں فوراً دودھ کا ٹیسٹ کرانا چاہیے۔ اگر ماں کا دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہے تو دھکا شاہی نہ کرو۔ عورت کی خوراک بدلو۔ اس کا علاج کرو تاکہ دودھ کی خرابی دور ہو جائے۔

تو فرمایا کہ اگر عورت مجبور ہے اور دودھ نہیں پلا سکتی تو اس ک مجبور نہ کیا جائے وَلَا مَوْلُوْذَلَّهٖ يُوْلٰہِمْ اور نہ باپ کو تکلیف دی جائے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت صحت مند ہے، دودھ بھی اس کا وافر ہے مگر وہ کہتی ہے کہ میں نے دودھ پلانا کیوں کہ اگر میں دودھ پلاؤں گی تو میرے پستان ڈھیلے ہو جائیں گے اور میرے حسن و جمال میں کمی آجائے گی۔ کیوں کہ ایسی عورتیں بھی ہیں۔ تو اب وہ بے چارہ خاوند کیا کرے۔ اس لیے اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تو فرمایا خاوند کو بھی بچے کے دودھ کی وجہ سے مجبور نہ کیا جائے۔ (طبی نقطہ نگاہ سے اگر صحت مند عورت بچے کو دودھ نہیں پلائے گی تو اس صورت میں اسے ٹی، بی اور کینسر ہو سکتا ہے۔)

یاد رکھو! جو رب کے نظام کو بدلتا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ تو جب عورت صحت مند ہے تو کیوں دودھ نہیں پلاتی؟ بے مقصد نخرے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی چھاتی میں دودھ پیدا فرمایا ہے وہ نکلے گا تو تندرست رہے گی۔ آج کل عورتوں کو چھاتی کا کینسر ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ رب تعالیٰ کا نظام جس طرح اس

نے بنایا ہے اسی طرح رہنا چاہیے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ اور وارث پر بھی اسی طرح خرچہ لازم ہے۔ مثال کے طور پر باپ فوت ہو چکا ہے تو بچے کے دودھ کا کیا سلسلہ ہوگا کہ عورت کے پاس خرچہ بھی کوئی نہیں ہے اور خاوند کچھ چھوڑ کر بھی نہیں گیا۔ اب وہ جو شرعی وارث ہیں خرچہ ان کے ذمہ ہوگا اس مرنے والے کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے۔ وراثت میں بھائی کو دُہرا حصہ ملتا ہے اور بہن کو ایک تو حصے کے مطابق خرچہ بھائی کے ذمہ ہے یعنی جس کو تم چچا کہتے ہو اور ایک حصہ خرچہ اس کی پھوپھی کے ذمہ ہے۔ جس نسبت سے ان کو وراثت ملنی تھی اسی نسبت سے ان پر بچے کا خرچہ آئے گا۔ یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ بچے کا خرچہ خود مانگتے پھریں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خرچہ وارثوں کے ذمہ لگایا ہے۔

فَإِنْ أَرَادَا پس اگر وہ میاں بیوی دونوں ارادہ کر لیں فَصَالًا دودھ چھڑانے کا دو سال سے پہلے عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا آپس کی رضا مندی سے یعنی دونوں اس پر راضی ہوں وَتَشَاوِيرٍ اور دونوں کا مشورہ بھی ہے کہ اس بچے کا دودھ اب چھڑا دینا چاہیے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ دونوں کی رضا اور دونوں کا مشورہ اس واسطے ضروری ہے کہ خدا نخواستہ عورت نے اپنی مرضی سے دودھ چھڑا دیا خاوند کی مرضی کے بغیر اور بچہ بیمار ہو گیا تو خاوند لڑے گا کہ تو نے دودھ چھڑایا ہے اس لیے بچہ بیمار ہوا ہے۔ اسی طرح خاوند نے اگر دودھ چھڑانے پر مجبور کیا ہے اور عورت اس پر راضی نہیں تھی اور بچے کو کچھ ہو گیا تو عورت کا گلہ ہوگا اور لڑائی ہوگی اور جب دونوں کا مشورہ اور دونوں کی رضا ہوگی تو بچے کے لیے بھی اسی میں خیریت ہے تو پھر جھگڑا کس چیز کا؟ کیوں کہ جھگڑے کا کوئی بھی سبب ہو شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔





## وَالَّذِينَ

يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ  
أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا  
فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۷﴾  
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ  
أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ  
لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْرِمُوا  
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ  
مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۸﴾

وَالَّذِينَ اور وہ لوگ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جو تم میں سے وفات پا  
جاتے ہیں وَيَذَرُونَ اور چھوڑ جاتے ہیں أَزْوَاجًا بیویاں  
يَتَرَبَّصْنَ وہ روکے رکھیں بِأَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ  
وَعَشْرًا چار مہینے اور دس دن فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ پس جب وہ پوری کر  
چکیں اپنی عدت فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِيمَا  
فَعَلْنَ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ کریں فِي أَنْفُسِهِنَّ اپنی  
جانوں کے بارے میں بِالْمَعْرُوفِ عمدگی کے ساتھ وَاللَّهُ اور اللہ  
تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُونَ جو تم عمل کرتے ہو خَبِيرٌ اس سے خبردار ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَوْ رَكُوعِيْ غَنَاهُ لَا هِيَ تَمَّ بِرَ قِيَمًا اِسْ حِيْزٍ مِّسْ  
 عَزَّضْتُمْ بِهِ جَوْتُمْ اِشَارَهٗ كَرُوْا سَ كَ سَاتِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ عَوْرَتُوْنَ  
 كِيْ مَنَگْنِيْ كَا اَوْ اَكُنْتُمْ يَ اَتَمَّ مَخْفِيْ رَهْوُ فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِپْنِيْ جَانُوْنَ مِيسْ  
 لِيْعْنِيْ دِلُوْنَ مِيسْ عَلِمَ اللّٰهُ جَانَتَا هِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْتُمْ بَ شَكِّ تَمَّ  
 سَتَذَكَّرُوْنَ هُنَّ عَنْ قَرِيْبٍ تَمَّ ذَكَرُ كَرُوْا كَ اِنْ عَوْرَتُوْنَ كَا وَلٰكِنْ لَا  
 تُوَاْعِدُوْهُنَّ اَوْ لِيْكِنْ نَهْ وَعْدَهٗ كَرُوْا تَمَّ اِنْ كَ سَاتِهٖ سِرًّا پُوشِيْدَهٗ اِلَّا  
 اَنْ تَقُوْلُوْا مَگْرِيْهٖ كَهْوْتُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بَاتِ بَهْلِيْ وَلَا تَعْزِمُوْا  
 اَوْ رَهٗ اِرَادَهٗ كَرُوْا تَمَّ مَعْقِدَةُ النِّكَاحِ نِكَاحِ كِيْ كَرَهٗ كَا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ  
 يِهَا سَ تَكْ كَهٗ بَهْنَجْ جَا تَ تَحْرِيرِ اللّٰهُ تَعَالٰى كِيْ طَرَفِ سَ اَجَلَهٗ اِپْنِيْ مِيْعَادُ كُو  
 وَاَعْلَمُوْا اَوْ رَجَانِ لَوْتُمْ اَنَّ اللّٰهُ بَ شَكِّ اللّٰهُ تَعَالٰى يَعْلَمُ جَانَتَا  
 هِيَ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ جَوْتُمْ هَارَ دِلُوْنَ مِيسْ هِيَ فَاَحْذَرُوْهُ پَسْ تَمَّ  
 اللّٰهُ تَعَالٰى كِيْ مَخَالِفَتِ سَ بِجُوْ وَاَعْلَمُوْا اَوْ رَتَمَّ جَانِ لُوْ اَنَّ اللّٰهُ غَفُوْرٌ  
 حَلِيْمٌ بَ شَكِّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَشْنَةِ وَاَلَا تَحْلُ كَرْنِ وَاَلَا بُرْدُ بَارِ هِيَ۔

## عدت کے مسائل :

پہلے مطلقہ عورتوں کا ذکر تھا کہ اگر ان کو طلاق ملے تو ان کی کیا عدت ہے جس کی تفصیل تم سن چکے ہو۔ اور اب اس عورت کی عدت کا ذکر ہے کہ جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ اگر کاوند کے فوت ہونے کے وقت عورت کے پیٹ میں بچہ ہے تو جب بچہ پیدا ہوگا اس کی عدت اس وقت ختم ہو جائے گی۔ فرض کرو خاوند کی وفات کے دو دن یا تین دن

بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ یا اس کی وفات کے چھ یا سات، آٹھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی عدت اُسی وقت ختم ہوگی جب بچہ پیدا ہوگا۔ اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ نہیں ہے تو اس کی عدت ہے چار مہینے دس دن اور یہ چار مہینے دس دن چاند کے اعتبار سے مکمل ہوں گے۔ تو جابطہ یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر چار مہینے دس دن ہے۔

توفرمایا وَالَّذِينَ يَتَوَقَّوْنَ اور وہ لوگ جو فوت ہو جاتے ہیں مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں عورتیں يَتَرَبَّصْنَ روکے رکھیں وہ عورتیں بِأَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا چار مہینے اور دس دن (جب کہ وہ حاملہ نہ ہوں۔)

### عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتاہت :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فے کے گورنر تھے۔ ان کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے لیکن نکاح کے وقت مہر یاد نہیں رہا اور خاوند فوت ہو گیا۔ اور یاد رکھنا کہ نکاح مہر پر موقوف نہیں ہے۔ نکاح کی دو بنیادی شرطیں ہیں :

(۱) شرعی طور پر دو گواہ ہوں (۲) ایجاب و قبول ہو جائے۔

نکاح ہو جائے گا۔ باقی چیزیں موقوف علیہ نہیں ہیں۔ اگر اس وقت مہر مقرر نہیں ہوا تو بعد میں مہر مثلی یا جو آپس میں طے ہو جائے دینا پڑے گا۔ اور عورت کی رخصتی بھی نہیں ہوئی اور خاوند فوت ہو گیا ہے۔

حضرت! آپ سے تین شقوں کا سوال ہے: ☆ پہلی شق یہ ہے کہ اس عورت کی عدت ہے یا نہیں؟

☆ دوسری شق یہ ہے کہ اس عورت کو خاوند کی جائیداد میں سے وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں ملے گا۔

☆ تیسری شق یہ ہے کہ اس عورت کے لیے مہر ہے یا نہیں؟ کیوں کہ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس مسئلے پر کوئی حدیث بھی یاد نہیں اور قرآن پاک میں بھی اس پر کوئی صریح حکم نہیں ہے لہذا مجھے کچھ مہلت دو، میں سوچوں گا۔ اُمت میں سب سے زیادہ فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ اور ساری اُمت میں سب سے بڑے مفسر بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے مہلت دو۔ تو ان لوگوں نے کہا حضرت ٹھیک ہے آپ غور فرمالیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی دن اس مسئلے پر غور کیا اور ان کو طلب فرمایا کہ فلاں دن آنا عدالت میں تمہیں مسئلے کا جواب اور فتویٰ ملے گا۔ لوگ اچھے خاصے اکٹھے ہو کر آ گئے۔ مسئلہ پیچیدہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق قرآن پاک میں بھی اس کا حکم نہیں ہے اور جو احادیث مجھے معلوم ہیں ان میں بھی اس کا صریح حکم نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اجتہاد اور قیاس کیا ہے اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے فیصلہ کرتا ہوں کہ اُس عورت کو مہر مثل ملے گا۔

مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی ماں کا، خالائوں کا، اس کی بہنوں کا یعنی ماں کی طرف سے جو رشتہ دار عورتیں ہیں ان کا جو مہر تھا اتنا ہی اُس عورت کو بھی ملے گا اور

اس عورت کو خاوند کی وراثت بھی ملے گی کیوں کہ نکاح صحیح ہے اور عورت کو عدت بھی گزارنا پڑے گی، چار مہینے دس دن۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ مسئلہ سنایا تو وہاں حضرت معقل رضی اللہ عنہ موجود تھے جو کہ صحابی ہیں۔ انھوں نے کہا اے ابن مسعود! یہ فیصلہ تو نے اپنے اجتہاد اور قیاس سے کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے جواب سنے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہماری برادری میں ایک عورت تھی بروہ بنت واشق اس کا نام تھا۔ بعینہ یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا کہ نکاح ہوا تھا اور مہر کا ذکر نہ کیا گیا اور بغیر ملاپ کے خاوند فوت ہو گیا۔ بروہ بنت واشق کے رشتہ داروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسئلہ پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو مہر مثل ملے گا اور اس عورت کو چار ماہ دس دن عدت گزارنا پڑے گی اور اس کو باقاعدہ وراثت کا حق بھی ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا یہ باتیں تو نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ! میرے سارے فتوے کی شقیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گئیں، اگرچہ مجھے علم نہیں تھا اور میں نے قیاس سے جواب دیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فتاہت اور ان کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا تھا رَضِيتُ لَكُمْ مَا رَضِيَ لَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ ”میں تمہارے لیے ہر اس مسئلے پر راضی ہوں جس مسئلے پر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راضی ہے وَ سَخَطْتُ لَكُمْ مَا سَخَطَ لَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ اور میں تمہارے لیے

اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتا۔“ اتنا اعتماد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ یہ کوفے میں رہتے تھے ان کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ۔ جو اپنے دور کے چوٹی کے فقیہ تھے اور ان کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کامل استادوں کے کامل شاگرد۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چار اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

النَّاسُ عِيَالُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ ”تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے کوشہ چمن ہیں۔“

تو مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نکاح ہو گیا اور رخصتی نہیں ہوئی یا خاوند فوت ہو جائے تو عورت کو عدت گزارنا پڑے گی۔ اب یہاں ہماری عقل کچھ نہیں کرتی۔ کیوں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْأُمَّتِ ”اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔“ اب تم اس کے مقابلے میں دیکھو کہ قرآن کریم کے بایمسویں پارے میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو جائے اور ان کا آپس میں ملاپ نہیں ہوا اور طلاق کی نوبت آگئی ہے تو فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ پس نہیں ہے تمہارے لیے ان پر کوئی عدت تَعْتَدُونَهَا کہ تم ان عورتوں سے پورا کراؤ۔ یعنی اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ یہ عورت طلاق کے دو منٹ بعد نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اور پہلی صورت میں ہے کہ عدت گزارنا پڑے گی۔ تو یہاں ہماری عقل قاصر ہے کیوں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دونوں جگہ عدت ہونی چاہیے یا دونوں جگہ پر عدت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ مسئلہ قرآن کا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان سے نکلا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جو کہ ترمذی شریف اور

ابوداؤد شریف میں موجود ہے اور اُمت کا اجماع ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کی صورت میں عدت بیان فرمائی کہ وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُونَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں يَتَرَبِّصْنَ وہ عورتیں روکے رکھیں بِأَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا چار مہینے دس دن فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ پس وہ عورتیں جس وقت اپنی عدت پوری کر چکیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنے بارے میں کریں لیکن کریں بِالْمَعْرُوفِ اچھے طریقے کے ساتھ یہ کہ خفیہ طریقہ نہ ہو بُرائی نہ ہو۔ اگر ایسا کریں تو تم پر فرض ہے کہ تم روکو۔ ہاں عدت ختم ہو گئی ہے اور وہ عورت اپنے نکاح کے لیے کہیں پیغام بھیجتی ہے، ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو ان سب سے خبردار ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ اس کارروائی میں کہ تم اس کا اشارہ کرتے ہو مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ عورتوں کی منگنی کا أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ یا تم مخفی رکھتے ہو دلوں میں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت عدت گزار رہی ہے تو دورانِ عدت صریح الفاظ میں اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ مثلاً: کہے کہ جب تیری عدت ختم ہوگی تو میں تیرے ساتھ نکاح کر لوں گا۔ وہ عورت بھی عدت کے دوران میں صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام نہیں دے سکتی۔ مثلاً: یہ نہیں کہہ سکتی کہ عدت کے بعد میں تیرے ساتھ نکاح کر لوں گی یہ حرام ہے۔ ہاں اشارہ و کنایہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً: کوئی شخص اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا

ہے تو یوں کہے کہ میں طلب گار ہوں کوئی نیک عورت مل جائے تو ان شاء اللہ نکاح کر لوں گا۔ یہ نہ کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کوئی انتظام کر دے گا اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یا دل میں مخفی رکھے کہ عدت ختم ہونے کے بعد میں اُس سے نکاح کر لوں گا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَلِمَ اللَّهُ رَبَّ جَانِتَا هِ اَنْكُمُ سَتَذْكُرُوْنَهِنَّ بے شک تم ان کا عنقریب ذکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ مرد عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا اور عورت مرد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کا سلسلہ جاری رکھنا ہے اس واسطے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ اس واسطے شریعت نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے تو بلا کسی اشد مجبوری کے اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اور جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو ماں باپ کی گردن پر ہوگا۔ اس پر صحیح حدیث ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ اگر کسی عورت کی دیر تک شادی نہ ہو تو رحم کا جو نظام ہے اس میں گڑبڑ ہو جاتی ہے تو عورت اولاد جننے کے قابل نہیں رہتی وَلَيْسَ لَهَا تَوَاعِدُوْهُنَّ اور لیکن تم ان سے وعدہ نہ کرو سِرًّا مخفی طریقے سے۔ یعنی وعدہ نہ کرو کہ تو عدت کے بعد میرے ساتھ نکاح کرنا میں تیرے ساتھ نکاح کروں گا اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا مگر یہ کہ تم بات کہو معقول۔ وہ یہ کہ اشارہ جنابہ سے اس کو سمجھا دو وَلَا تَحْزَمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ اور نہ تم ارادہ کرو نکاح کی گرہ کا حَتّٰی يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے کتاب اپنی مدت تک۔



## دورانِ عدت نکاح حرام ہے :

عدت کے اندر نکاح کرنا بڑا سنگین مسئلہ ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی چاہے طلاق کی عدت ہو یا وفات کی اور نکاح خواں کو علم ہو کہ اس کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی اور اس کا آگے کسی کے ساتھ نکاح پڑھا دیا تو نکاح خواں مرتد ہو گیا اور اس کا اپنا نکاح بھی خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ اور جو گواہ اس مجلس میں موجود ہیں اور اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور وہ مرتد ہو گئے اور پہلی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں۔ از سر نو کلمہ پڑھیں اور دوبارہ اپنے نکاح پڑھائیں۔

[www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

اور اس مجلس میں جتنے لوگ شریک ہیں اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی اور اس کے باوجود اپنی رضا سے اس مجلس میں بیٹھے ہیں تو ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔ اس واسطے کہ عدت کے دوران نکاح کرنا حرام ہے اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ہاں اگر علم نہیں ہے تو پھر نکاح نہیں ٹوٹا کیوں کہ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ عورت اغواء کی اور کہتے ہیں کہ نکاح پڑھا دو، نکاح خواں کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے نکاح کا اقدام نہ کرے وَاعْلَمُوا اور تم جان لو کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْهُ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو، ڈرو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے وَاعْلَمُوا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے جو گناہ کر کے معافی مانگے رب بخشنے گا حَلِيْمٌ تحمل والا ہے کہ اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا اس لیے کہ بڑا

حوصلے والا ہے۔ اس کے تحمل سے دھوکا نہ کھانا کہ ہم بچ گئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری زندگی کے احکام بتائے ہیں لہذا سب مسلمانوں کو سمجھنے چاہئیں اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔



لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ  
تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ  
وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹﴾  
وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ  
لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا  
الَّذِي بَيْنَهُمَا عُقْدَةٌ الزَّكَاءُ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَ  
لَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۰﴾  
حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿۲۱﴾  
فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا  
عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۲﴾

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ نہیں ہے کوئی گناہ تم پر إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ  
اگر طلاق دو تم عورتوں کو مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ اس زمانے میں جس میں تم نے  
ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ یا تم نے مقرر نہیں کیا ان کے لیے  
فَرِيضَةً مہر وَمَتَّعُوهُنَّ اور ان کو تم جوڑا دو عَلَى الْمَوْسِعِ  
قدرت والے پر قَدَرُهُ اس کے اندازے کا جوڑا ہے وَعَلَى الْمُقْتَرِ  
اور تنگ دست پر قَدَرُهُ اس کے اندازے کا جوڑا ہے مَتَاعًا  
بِالْمَعْرُوفِ یہ جوڑا ہے عمدگی کے ساتھ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ یہ حق  
ہے نیکو کاروں پر وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی ان عورتوں کو

مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ ۖ پهلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ ۚ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ  
اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے فَرِيضَةً مہر فِصْفُ مَا  
فَرَضْتُمْ پس آدھا ہے وہ جو تم مقرر کر چکے ہو إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ مگر یہ کہ  
وہ عورتیں معاف کر دیں أَوْ يَا يَعْفُوا وہ معاف کر دے الَّذِي  
بِيَدِهِ جس کے ہاتھ میں ہے عَقْدَةُ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ وَأَنْ تَعْفُوا  
اور یہ کہ اے مردو! تم معاف کرو أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى یہ تقویٰ کے زیادہ  
قریب ہے وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں  
إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُونَ جو کچھ تم کرتے ہو بَصِيرٌ  
دیکھتا ہے حَفِظُوا حفاظت کرو عَلَى الصَّلَوَاتِ نمازوں کی وَ  
الصَّلَاةِ الْوُسْطَى خاص کردر میانی نماز کی وَقُومُوا اور کھڑے ہو جاؤ  
لِلَّهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے قَتِّينَ عاجزی کرتے ہوئے فَإِنْ خِفْتُمْ  
پس اگر تم کو خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے تم پڑھ لو أَوْ رُكْبَانًا  
یا سواری پر فَإِذَا أَمِنْتُمْ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَادْكُرُوا اللَّهَ  
پس تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَمَا عَلَّمَكُم جیسے تمہیں رب نے تعلیم دی مَّا  
ان چیزوں کی لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

نکاح، طلاق، عدت اور مہر کے مسائل کا بیان چلا آ رہا ہے۔ اب اس عورت کا ذکر  
ہے کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی اور نکاح کے وقت مہر بھی  
مقرر نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

نہیں ہے تم پر کوئی گناہ **اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ** اگر تم طلاق دے دو عورتوں کو **مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ** اس زمانے میں جب کہ تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا **اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً** یا تم نے ان کے لیے مہر مقرر نہیں کیا۔ یعنی ایسی عورت کہ تم نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے تم نے طلاق دے دی اور جب نکاح ہوا تھا اس وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہ بھی کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر بعد میں طے کر لیا جاتا ہے۔ میاں بیوی خود طے کر لیں۔ اگر طے میں جھگڑا ہو جائے تو مہر مثلی ہوگا۔ کیوں کہ نکاح کے لیے مہر ضروری ہے۔ مگر ایسی عورت جس کے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم یہ ہے کہ **وَمَتَّعُوهُنَّ** اور فائدہ پہنچاؤ تم ان کو اور وہ فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ تم ان کو ایک جوڑا کپڑوں کا دے دو۔ اور اس کو **مَتْعَةُ النِّكَاحِ** کہتے ہیں۔

### متعہ حرام ہے :

اور ایک متعہ ہے رافضیوں کا، شیعوں کا کہ کوئی مرد سی عورت سے مقرر وقت کے لیے مثلاً: گھنٹہ دو گھنٹے، ایک دن، ایک سال۔ اور بغیر گواہوں کے معین رقم پر جو دونوں میں طے ہو جائے نکاح کر لے اس کو متعہ کہتے ہیں۔

(اصل بات یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ وقت مقررہ کے لیے نکاح ہوتا تھا اور وہ وقت ایک گھنٹہ بھی ہو سکتا تھا اور ایک سال کے لیے بھی، لیکن اسلام نے اسے ختم کر دیا۔ اور رافضیوں کے ہاں ابھی تک جاری ہے اور اس کے بڑے فضائل بیان کرتے ہیں۔ منہج الصادقین میں ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ متعہ

کرے اس کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو تین مرتبہ کرے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ملے گا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ اگر زنا سے یہ درجے ملتے ہیں تو پھر کنجر تو سب سے بڑے نیک ہیں۔

پھر یہ خرافات بھی انھوں نے برہان المتعہ میں لکھی ہیں کہ امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے، پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعہ کرنے والے شخص کے لیے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔)

اور ایک متعہ الحج ہے جس کو تمتع کہتے ہیں کہ عمرے کا احرام باندھا اور عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھا اور حج کیا۔ اس میں ایک قربانی دینا پڑے گی۔ اور یہاں جس کا ذکر ہے وہ ہے متعہ النکاح۔ وہ یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی ہے اس کو طلاق کے ساتھ ایک جوڑا کپڑے کا بھی دینا پڑے گا۔ اگر اس کا مہر مقرر شدہ ہے تو اس کو مہر بھی دینا پڑے گا اور ایک جوڑا بھی دینا پڑے گا اور یہ مستحب ہے۔ اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تو پھر جوڑا دینا واجب ہے۔ اور اس مقام پر مِتَّعُوْهُنَّ میں اسی کا ذکر ہے کہ تم طلاق کے بعد عورت کو ایک جوڑا دو۔ وہ جوڑا کیسا ہو؟ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرُهُ وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ اور فقیر اور تنگ دست پر اس کے اندازے کے مطابق۔ اور ظاہر بات ہے کہ گھروں میں عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مال داروں کے گھروں میں امیرانہ لباس ہے اور درمیانے گھروں میں درمیانہ لباس ہے اور غریب گھروں میں غریبوں والا لباس ہے۔ تو جس کی جو حیثیت ہے اسی کے مطابق

خوراک ہے اور اسی کے مطابق لباس ہے۔ لہذا امیر آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق ریشمی لباس جو عمدہ ہوتا ہے وہ دینا پڑے گا۔ اور غریب آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق یہ جوڑا دینا پڑے گا مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ یہ جوڑا خندہ پیشانی کے ساتھ دینا ہے، عمدگی کے ساتھ دینا ہے ماتھے پر بل نہ پڑیں حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ لازم ہے نیکوکاروں پر یعنی رب تعالیٰ نے یہ نیکوکاروں پر لازم کیا ہوا ہے۔

### مہر کے بعض احکام :

اور مسئلہ: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ أَوْ طَلَّقَتْهُنَّ عَوْرَتُوهُنَّ قَبْلَ أَنْ تَمْسُوهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے مہر فَنَصْفُ مَا فَرَضْتُمْ پس آدھا مہر ہے جو تم نے مقرر کیا ہے۔ مثال کے طور پر نکاح ہو چکا ہے اور نکاح کے موقع پر ایک ہزار مہر مقرر ہوا ہے (اور طریقہ یہی رائج ہے اب بھی اور پہلے بھی اسی طرح کرتے تھے کہ مہر اسی وقت دے دیتے تھے۔) اور وہ عورت کے وارثوں اور متولیوں کو دے دیا اور انھوں نے منکوحہ کو دے دیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی مگر ایسی صورت پیش آگئی کہ طلاق کی نوبت آگئی تو اس نفس نکاح کے ساتھ آدھا مہر تو عورت کا ہے اور آدھا اس کو واپس کرنا پڑے گا إِلَّا أَنْ يَعْفُوَاں مگر وہ عورتیں آدھا بھی معاف کر دیں کیوں کہ یہ ان کا حق ہے أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ یا معاف کر دے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے نکاح کی گرہ۔ یعنی ایک ہزار مہر دیا تھا لیکن رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی۔ اب پانچ سو اس نے لینا ہے کیوں کہ وہ اس کا حق ہے۔ مگر یہ کہتا ہے کہ معاف کرتا ہوں میں نہیں لیتا تو یہ بھی جائز ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَأَنْ تَعْفُوا اور یہ کہ تم معاف کر دو اقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَتَّبِعُوا الْفُضْلَ بَيْنَكُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں یعنی اس طلاق کی وجہ سے آپس میں مہربانی کو نہ بھولو۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق عموماً جھگڑے کے بعد ہوتی ہے خوشی کے ساتھ کوئی طلاق نہیں دیتا۔ اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور بڑا طیش آجاتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس طیش کے وقت بھی رب کے حکم کو نہ بھولو۔ مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر شاعر بھی تھا۔ اس کا شعر ہے: ع

ظفر آدمی اس کو نہ جانے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

اس کو آدمی نہ سمجھو کہ جسے عیش میں خدا کی یاد بھول گئی اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو گیا۔ ہر حال میں رب سے ڈرو۔

إِنَّ اللَّهَ مَبْشُورٌ شُكْرًا لِّلَّهِ تَعَالَىٰ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرَةً جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

## نماز عصر کی خصوصی اہمیت :

اس سے قبل نکاح، طلاق اور عدت کے مسائل تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہی چیزوں میں نہ الجھ جانا بلکہ نمازوں کا بھی خیال رکھنا حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ حفاظت کرو نمازوں کی۔ عموماً لوگ نکاح کے موقع پر نماز کی پروا نہیں کرتے۔ اسی طرح طلاق کے مسئلے پر اکٹھے ہوں تو نماز نہیں پڑھتے اور کئی مقامات میں نمازوں کی پروا نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مسائل ہی میں نہ الجھے رہو میرے حقوق کا بھی



خیال کرو۔ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰی خاص طور پر درمیانی (وسطی) نماز کی اور نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر اپنی زور کی لڑائی تھی، مصروفیت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز نہ پڑھ سکے، نہ عصر کی اور نہ شام کی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 ”مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا اشْغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰی“  
 ”اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو آگ کے شعلوں سے بھر دے  
 اُنھوں نے ہماری نمازیں قضا کرادی ہیں۔ خاص طور پر صلوٰۃ الوسطیٰ، عصر کی نماز۔“  
 تمام نمازوں کا بڑا درجہ ہے لیکن عصر کی نماز کے بارے میں آتا ہے:

مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ أَوْ كَمَا قَالَ ﷺ

”کہ جس سے عصر کی نماز رہ گئی پس اس طرح سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد بھی مر گئے اور گھر کا مال بھی لوٹ لیا گیا ہو۔“ تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ گھر کے افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ایک مرد مر جائے تو لوگ صدمے کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سارا گھر لوٹ لیا جائے تو اس کا کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ تو عصر کی نماز فوت ہو جانے کا اتنا نقصان ہوتا ہے۔

وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَتِيْنَيْنِ اور کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے

ہوئے۔ اور ظاہری عاجزی بھی ہونی چاہیے اور باطنی عاجزی بھی۔ ظاہری عاجزی یہ ہے کہ آدمی جب نماز میں کھڑا ہو تو نگاہ سجدے کے مقام پر رکھے ادھر ادھر نہ دیکھے۔ اور ہاتھ سنت کے مطابق ناف کے نیچے باندھ کر کھڑا ہو اور ایسا نہ کرے کہ کبھی تو ڈاڑھی سے کھیلے اور کبھی کانوں میں انگلیاں ڈالے اور بلا ضرورت کبھی کسی اور جگہ پر خارش کرتا رہے۔ ہاں

اگر مجبور ہے تو مجبوری کا حکم الگ ہے۔ اور باطنی عاجزی یہ ہے کہ نماز میں پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ گویا کہ رب تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ درجہ حاصل نہیں ہے تو پھر یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ ۖ فَرِجَالًا ۖ أَوْ كَهْزِهْزَاهُ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ  
لو۔ امام بخاری رحمہ اللہ فَرِجَالًا کا ترجمہ کرتے ہیں پاؤں پر کھڑے کھڑے اور یہی معنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ یعنی اگر خطرہ ہے اور تم رکوع و سجود نہیں کر سکتے تو تم کھڑے کھڑے نماز پڑھ لو۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ معنی کرتے ہیں کہ دوڑتے ہوئے نماز پڑھ لو أَوْ رُكْبَانًا یا سواری پر۔ مثال کے طور پر دشمن پچھلی طرف سے دوڑتا ہوا آ رہا ہے تم آگے جنگی حکمت عملی کی وجہ سے دوڑے جا رہے ہو تو اشارے کے ساتھ نماز پڑھ لو یا شیر تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے اور نماز کا وقت ہے کیوں کہ نماز کی کسی حالت میں بھی معافی نہیں ہے۔ تو تم دوڑتے ہوئے اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ اسی طرح سمجھو کہ پانی کا سیلاب پیچھے آ رہا ہے تم بھاگے جا رہے ہو نماز کی معافی نہیں ہے اشاروں کے ساتھ پڑھ لو۔ یا تم اپنی سواری پر ہو تو سواری ہی پر پڑھ لو اور یاد رکھنا آدمی اگر سولی پر لٹکا ہوا اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی ہوئی ہوں اور خون کے قوارے نکل رہے ہوں، نماز اس وقت بھی معاف نہیں ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ ہو، تیمم بھی نہ ہو پھر بھی پڑھنی ہے۔ اس نیت کے ساتھ کہ اگر بچ گیا تو دوبارہ پڑھ لوں گا۔ ہر حال میں نماز معاف نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو رہا ہو اور ابھی سر باہر آیا ہو باقی جسم بچے کا اندر ہی ہو اس وقت بھی نماز عورت کو معاف نہیں ہے۔

فقہائے کرام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آگے گڑھا کھودے اور بچے کا سر گڑھے میں کر کے نماز پڑھے۔ یا ہانڈی میں اس کا سر ڈال لے اور نماز پڑھے۔ وضو کر سکتی ہے تو نبھا ورنہ تیمم کر لے اور اس وقت عورت کو جو خون آتا ہے اس کو دم استحاضہ کہتے ہیں اس میں نماز معاف نہیں اور نفاس کا خون اس وقت شروع ہوگا جب بچہ پیدا ہو جائے گا۔

## عورت کی نماز :

آج تو لوگوں نے نماز کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ خاص کر وہ عورتیں جو نمازوں میں لاپرواہی کرتی ہیں، ناک میں کوکے ڈالے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ جب وضو کرتی ہیں کوکے کو ہلا کر ناک کے سوراخ میں پانی ڈالتی ہیں۔ کیوں کہ یہ فرض ہے۔ اگر کوکے والے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو وضو نہیں ہوگا۔ اسی طرح کان میں کانٹا پہنتی ہیں تو غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔ اگر کان کے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو غسل نہ ہوگا۔ مگر جب ان سے پوچھا جاتا ہے غسل کرتے وقت ان میں پانی جاتا ہے یا نہیں؟ تو کہتی ہیں باباجی! معلوم نہیں کہ جاتا ہے یا نہیں۔ تو اگر وضو میں ناک کے سوراخ میں اور غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی نہ گیا وضو اور غسل نہ ہوگا اور نماز قطعاً نہ ہوگی۔

اسی طرح ناخن پالش لگی ہو تو وضو نہیں ہوتا، نماز بھی نہیں ہوتی۔ لمبے لمبے ناخن ہوں تو بھی نہ وضو نہ نماز۔ کیوں کہ ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے۔ جو اس جگہ کے دھلنے کے لیے رکاوٹ بنتی ہے۔ اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی سن لیں کہ عورتوں کے بازو کہنیوں تک ننگے ہوتے ہیں۔ ایسے لباس میں عورت کی نماز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ عورت کے بازو کلائی تک ڈھانپنا فرض ہیں۔ اگر کلائی سے آگے ایک انگشت بھی بازو ننگا ہوا تو

نماز نہیں ہوگی۔ پڑھی ہوئی نماز بھی اس کی گردن پر ہے۔ اس کا خاوند بھی گناہ گار، اس کا باپ بھی گناہ گار اور جتنے بھی بڑے ہیں سب گناہ گار۔ کیوں کہ ان کا فرض تھا اس کو سمجھانا۔ یقین جانو! ہم نے نمازوں کو سمجھا ہے اور نہ نمازوں کی شرائط کو سمجھا ہے۔ گھروں کی دیکھ بھال کرو۔ اور بہشتی زیور جیسے کتاب کو گھر میں رکھو اور نماز کے باب ان ک پڑھاؤ اور سمجھاؤ ورنہ گرفت ہوگی۔

فَإِذَا آمَنْتُمْ ۖ پس جب تم امن میں ہو جاؤ ۖ فَادْكُرُوا اللَّهَ ۖ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو ۖ كَمَا عَلَّمَكُم ۖ جیسے تمہیں رب نے تعلیم دی ہے کہ اطمینان کے ساتھ رکوع و سجود کرو۔ تعلیم تمہیں ۖ مَا ۖ ان چیزوں کی لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۖ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہماری نمازوں کو صحیح معنوں میں نمازیں بنا دے اور ہمیں گھر کی نگرانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

يَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَدًا خَرَجًا  
فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ  
مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ١٠ وَلِلْمُطَلَّقاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا  
عَلَى الْمُتَّقِينَ ١١ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ١٢  
ثُمَّ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ  
لَهُمُ اللَّهُ مَوْتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ١٣ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا  
أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ١٤ مَنْ ذَٰلِ الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا  
فِيضِعِفَهُ لَهٗ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ١٥ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصِطُ وَإِلَيْهِ  
تُرْجَعُونَ ١٦

وَالَّذِينَ اور وہ لوگ یَتَوَفَّوْنَ جن کو وفات دی جاتی ہے

مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُونَ اور چھوڑ جاتے ہیں أَزْوَاجًا  
بیویاں وَصِيَّةً وہ وصیت کر جائیں لِأَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویوں کے  
حق میں مَتَاعًا فائدہ إِلَى الْحَوْلِ ایک سال تک غَيْرَ اخْرَاج  
کہ ان کو نہ نکالا جائے گھر سے فَإِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ نکلیں فَلَا جُنَاحَ  
عَلَيْكُمْ تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِي مَا فَعَلْنَ اس کا ردوائی میں جو وہ  
کرتی ہیں فِي أَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں مِنْ مَعْرُوفٍ

اچھے طریقے سے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے  
 حکمت والا ہے وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی  
 ہے مَتَّاعٌ جوڑا ہے بِالْمَعْرُوفِ اچھے طریقے کے ساتھ حَقًّا  
 عَلَی الْمُتَّقِيْنَ یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر مِثْلُكَ اسی طرح یَبِيْنٌ  
 اللہ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمْ تمہارے واسطے اٰیٰتِہ اپنی  
 آیات لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَعْقِلُوْنَ سمجھو اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم  
 نہیں ہے اِلَی الَّذِيْنَ ان لوگوں کا خَرَجُوا جو نکلے ہیں مِنْ  
 دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے وَهُمْ اَلْوَفٰی اور وہ ہزاروں کی تعداد میں  
 تھے حَذَرَ الْمَوْتِ موت سے ڈرتے ہوئے فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ پس  
 فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مَوْتُوْا مرجأوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ پھر رب تعالیٰ  
 نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ  
 البتہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور  
 لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو اللہ تعالیٰ  
 کے راستے میں وَاعْلَمُوْا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ  
 سَمِيْعٌ سنے والا ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ کون  
 ہے وہ شخص یُقْرِضُ اللّٰهَ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا  
 قرض اچھا فَيُضْعِفْهُ لَہٗ پس بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے

أَضْعَافًا كَثِيرَةً کئی گنا زیادہ وَاللَّهُ يَقْبِضُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے وَيَبْصُطُ اور رزق کشادہ کرتا ہے وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

## وفات کی عدت :

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنْكُمْ کرام بیتہم نے دو تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ نازل ہونے کے اعتبار سے یہ آیت پہلے ہے اور جو تم پڑھ چکے ہو کہ وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے وہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ جوں جوں قرآن کریم کی آیات نازل ہوتی تھیں، آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد جوڑ دو۔ چوں کہ قرآن کریم اکٹھا نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے تو پہلے عدت تھی ایک سال۔ یعنی اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو شروع میں اس کی عدت ایک سال تھی۔ اس کے بعد پھر وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حکم ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت ہے چار ماہ دس دن۔ تو اس تفسیر کی رو سے یہ آیت پہلے نازل ہوئی اور پڑھنے میں بعد میں ہے اور اب اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

دوسری تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ اس میں الگ حکم بیان ہوا ہے۔ (اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ دورانِ عدت نکاح کا پیغام دینا حرام اور نکاح پڑھنا بھی حرام ہے، عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی ہو۔) اور اس

آیت میں حکم یہ ہے کہ جو آدمی مر جائے وہ اپنے رشتہ داروں کو وصیت کر جائے کہ میری بیوی کو ایک سال تک گھر سے نہیں نکالنا۔ کیوں کہ ضروری تو نہیں کہ چار ماہ دس دن گزرنے کے فوراً بعد رشتہ مل جائے۔ اس واسطے ایک سال اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔ ہمارے ہاں رواج کچھ اور ہے۔ اسلام اس رواج سے سختی کے ساتھ انکار کرتا ہے۔ وہ رواج یہ ہے کہ مثال کے طور پر کوئی عورت بیوہ ہو جائے کم عمری میں تو بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ اس کا آگے رشتہ ہو جائے۔ حالانکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس وقت کسی عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے اور عدت گزر جائے تو اس کو اس طرح گھر رہنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کی آگے شادی ہو جائے۔ کیوں کہ انسان انسان ہے اور طرح طرح کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ لہذا اسلام نے غلطی سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے کہ نکاح کر لے۔ ہاں اگر کوئی عورت بہت بوڑھی ہے کہ وہ نکاح کی حد سے گزر گئی ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِينَ اور وہ مرد يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جن کو وفات دی جاتی ہے تم میں سے وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں وَصِيَّةً لَا زَوْجَهُنَّ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ ان کو فائدہ پہنچایا جائے سال تک غَيْرِ اخْرَاجِ ایک سال تک ان کو گھر سے نہ نکالا جائے عدت ختم ہونے کے بعد فَإِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ اپنی مرضی سے نکل جائیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر۔ یعنی عدت ختم ہونے کے بعد اگر وہ عورت کہیں اور جانا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے تم ان کو نہ روکو فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ اس کا ردوائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنی جان کے بارے میں کریں۔



یعنی اگر وہ کسی جگہ رشتے کا سلسلہ جوڑتی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مِنْ مَّعْرُوفٍ بھلائی سے قاعدے کے مطابق۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو تعلق جوڑیں وہ بھلائی کا ہو بُرائی کا نہ ہو۔ اور اگر غلط تعلق جوڑیں تو تمہیں حق ہے تم روک سکتے ہو۔ یہ اس واسطے کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جس نے تم میں سے کوئی بُرائی دیکھی۔ ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر زبان سے روکے۔ اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پھر دل سے بُرا سمجھے۔ یہ تو عام قانون ہے اور اگر رشتہ داری ہو تو پھر بُرائی سے روکنا زیادہ اہم ہے۔

مثلاً: کسی کی بھابھی ہے یا کسی کی بہو بیٹی ہے اور وہ کسی کے ساتھ ناجائز تعلق بناتی ہے تو تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اس کو روکو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف کی قید لگائی ہے کہ عدت گزارنے کے بعد وہ کہیں اپنا تعلق جوڑنا چاہیں تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں ہے مگر وہ جائز، صحیح اور معقول طریقے سے ہو وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دینے پر بھی قادر ہے اور اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو اس واسطے کہ حلیم بھی ہے اور اس کے جتنے احکامات ہیں حکمت کے مطابق ہیں۔

وَالْمُطَلَّقَاتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی ہے مَتَّاعٌ ایک جوڑا ہے بِالْمَعْرُوفِ اچھے طریقے سے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی اور اس کا مہر بھی مقرر تھا تو ایسی عورت کو ایک جوڑا دینا مستحب ہے۔ اور وہ عورت جس کا حق مہر مقرر نہیں ہوا اس کو ایک جوڑا دینا واجب ہے۔ اور کل کے درس میں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ وہ جوڑا امیر آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور غریب آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق

ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یہ پرہیزگاروں کے ذمے لازم ہے رب کی طرف سے  
كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنی آیات  
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ تاکہ تم مسائل سمجھ جاؤ۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بھی پڑھا تھا فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا پس  
اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو دشمن تمہارے پیچھے دوڑا آرہا ہے اور تم آگے آگے دوڑے  
جارہے ہو، نماز کی معافی نہیں ہے، اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو نماز اتنی اہم ہے کہ  
دشمن تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے تو اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ سوار ہو تب بھی  
تم اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ تَجْعَلُ لِمَنْ يَشَاءُ  
کے معنی دل کے ساتھ جاننے کے بھی آتے ہیں۔ اس مقام پر تفاسیر میں تصریح ہے اَلَمْ  
تَعْلَمْ يَا مُحَمَّدٌ ﷺ بِأَعْلَامِهِ إِيَّاكَ ”اے محمد ﷺ! کیا آپ نہیں جانتے جو ہم  
نے تجھے بتایا ہے واقعہ۔“ یہاں پر آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے دل سے جاننا مراد  
ہے۔ یعنی کیا ہمارے بتانے کے بعد تجھے اس کا علم نہیں ہے اِلَى الَّذِينَ ان لوگوں کے  
واقعہ کا خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے۔

### اسرائیل کے قیام کا پس منظر :

بنی اسرائیل مشہور خاندان تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت  
یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ ان بیٹوں کی آگے نسل چلی۔ ان  
بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام تک اس خاندان میں تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تین مشہور آسمانی

کتابیں ان کو ملی ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی ہے۔ یہ سب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجے گئے۔ یہ واقعہ حضرت حزقیل علیہ السلام کا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ لبنان اور اردن کے جس رقبے پر یہود نے قبضہ کیا ہے یہ سارا اس میں شامل تھا۔ اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے۔ اسی طرح شام، کنعان وغیرہ یہ ارض مقدس کہلاتا تھا، یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا۔ یہ پہلے ترکوں کے پاس تھا پانچ سو سال تک تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو آگے لگایا ہوا تھا۔ حالانکہ اس وقت ان کی تعداد بھی بہت کم تھی مگر ایمان قوی تھا۔ انگریزوں، فرانسیسیوں اور جرمن خبیثوں نے سوچا کہ جب تک مسلمان قوم کا ذہن نہ بگاڑا جائے اور ان کی آپس میں نفرت نہیں پھیلانی جائے گی اس وقت تک یہ ہمیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ ان خبیثوں کی پالیسی سے یہ مسلمان سب علیحدہ علیحدہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

آج حالت یہ ہے کہ اردن، شام، لبنان کے اتنے ذہن بگاڑ دیئے گئے کہ وہ آپس میں نہیں مل سکتے، کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ تو یہ سارا علاقہ شام کہلاتا تھا اور حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ ان کے مقابلہ میں عمالقہ قوم تھی۔ عملیق ابن عاض ابن عاد بن شداد ابن ارم۔ یہ بڑے قد و قامت والے، لڑاکے اور سخت جان لوگ تھے۔ ان کے ساتھ لڑنے کے لیے حضرت حزقیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تیاری کرو۔ قوم نے کہا کہ حضرت وہ بڑے زور آور لوگ ہیں ہمیں وہیں مار دیں گے۔ کئی ہزار لوگ تھے۔ قرآن پاک میں اَلْقَوْا کے لفظ ہیں۔ تفسیروں میں چار ہزار کا ذکر بھی ہے، آٹھ ہزار کا ذکر بھی ہے، دس ہزار کا ذکر بھی ہے، بیس ہزار، چالیس ہزار، ستر ہزار تک کا ذکر ہے۔ تو جب حضرت

حز قیل ﷺ نے ان کو جہاد کا فرمایا تو یہ گھروں سے نکل کر جنگلوں میں کی طرف بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط فرمادی ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے اور مسلسل آٹھ دن مرے رہے۔ حضرت حز قیل ﷺ کی برکت سے پھر زندہ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جہاد کرنے سے موت نہیں آتی اور بھاگنے سے آدمی موت سے نہیں بچ سکتا۔

### حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وفات :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام کے ملک میں حمص نامی ایک شہر ہے وہاں ان کی قبر ہے۔ جس وقت وہ بیمار ہوئے اور ساتھی ان کی ملاقات کے لیے آئے تو وہ بہت رئے۔ ساتھی کہتے حضرت کُلُّ نَفْسٍ ذَا آفَةٍ الْمَوْتِ موت تو سب نے چکھنی ہے اس سے چارہ نہیں ہے تم کیوں اتنے پریشان ہو؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ موت سے نہیں ڈرتا اور مجھے معلوم ہے کہ موت آئے گی۔ مگر میں اپنی کمزور قسمت پر رو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے سر سے لڑ کر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافروں کا نیزہ، تیر، تلوار نہ لگی ہو لیکن میں شہادت کی موت سے محروم رہا ہوں اَمُوتُ كَمُوتِ الْحِمَارِ جس طرح گدھا اپنے بکلے پر مرتا ہے میں اس طرح اپنی چار پائی پر مر رہا ہوں۔ تو دیکھو جس کو میدان میں موت نہیں آتی تھی اس کو سر سے پاؤں تک زخم آئے مگر موت نہیں آئی۔

بخاری شریف میں ایک روایت آتی ہے کہ مدغم نامی ایک غلام تھا، بڑا پھرتیلا، چست، چالاک، اس کی ڈیوٹی تھی کہ آپ ﷺ کے کجاوے پر سامان رکھنا، باندھنا، اتارنا، خیبر کی لڑائی جب ختم ہوئی اور واپس آرہے تھے راستے میں ایک باغ تھا وہاں پر

انھوں نے پڑاؤ ڈالا۔ اچانک ان کو ایک تیر لگا اور مدغم فوت ہو گیا۔ لوگوں نے کہا  
 هَيْئَتًا لَهُ الشَّهَادَةُ اس کو شہادت مبارک ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر گزیہ  
 شہید نہیں ہے كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے  
 میں میری جان ہے۔ اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کبل چرایا تھا۔ وہ آگ کے  
 شعلے بن کر اس کو لپٹے گا۔

لوگوں نے کہا حضرت! غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے ہم نے کچھ چیزیں  
 لی ہیں۔ فرمایا شَرَاكَ فِي النَّارِ أَوْ شَرَاكَ كَيْنِ فِي النَّارِ اگر کسی نے ایک تسمہ  
 جوتے کا لیا ہے تو وہ جہنم میں رہ جائے گا اور اگر کسی نے دو تسمے لیے ہیں تو وہ بھی دوزخ  
 میں رہ جائے گا۔ حالانکہ یہ وہ شخص تھا جو آپ ﷺ کی سواری کو اٹھاتا، بٹھاتا، باندھتا،  
 کجاوہ رکھتا، سامان رکھتا اور اتارتا تھا۔ اور یہاں تو کارخانے بھی غائب ہو جاتے ہیں،  
 دکانیں غائب ہو جاتی ہیں، جائیدادیں غائب ہو جاتی ہیں اور ہم اس بات کو کچھ نہیں  
 سمجھتے۔

یاد رکھنا! حقوق العباد کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اگر کسی نے ایک سوئی بھی کسی کی رکھ  
 لی تو وہ بھی جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گی۔ جب تک مالک کو مل نہیں جائے  
 گی۔

### بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ جَعَلْنَا لِبَنِي إِسْرَءِيلَ آيَاتٍ فَكَفَرُوا  
 لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے وَهُمْ أَلُوفٌ  
 اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اور نکلے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے فَقَالَ

لَهُمَّ اللَّهُ مُؤْتُوا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مر جاؤ (وہ مر گئے) ثُمَّ أَخِيَاكُمْ پھر رب تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ البتہ مہربانی کرتا ہے لوگوں پر وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور فرمایا اے مجاہدو! وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور لڑو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَاعْلَمُوا اور جان لو تم أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنا بھی ہے اور تمام کارروائی کو جانتا بھی ہے۔

جہاد میں مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے کیوں کہ اسلحہ بغیر رقم کے تو نہیں ملتا۔ اور بعض مجاہد غریب ہوتے ہیں۔ وہ سفر خرچ بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِي كُونِ ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے یعنی جو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا۔ یوں سمجھو کہ رب کو قرض دیا ہے اور قرض واپس ضرور آتا ہے لہذا جو خرچ کرو گے اس کا تمہیں بدلہ ضرور ملے گا فَيُضْعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑھائے گا بڑھانا۔ کئی گنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ ہے سات سو وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔

دیکھو! ایک آدمی گھر میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اسی طرح گھر سے نکلا راستے میں کوئی آدمی ملا اس نے کہا السلام علیکم! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں وعلیکم السلام کہا تو دس نیکیاں ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا ہے اور کسی کو کہتا ہے السلام علیکم! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور کسی کو سلام کا

جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! تو ادنیٰ ترین سات سونکیاں ہیں وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ  
یاد رکھنا! نیکی کی مددات تو بہت ہیں لیکن ہمارے اندر کمی ہے۔ رب کی رحمت بڑی  
وسیع ہے اور اس کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ اور اللہ  
تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔ سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ  
نے یہ اختیار کسی کو نہیں دیا نہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مال گھٹتا ہے اور نہ  
ہاتھ کھینچ لینے سے مال بڑھ جائے گا وَإِنْ يَتَرَجَّعُونَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ  
گے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو تا کہ شرمندگی نہ ہو۔



أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَهُمْ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ  
 هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا  
 لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أَخْرَجَنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ  
 أَبْنَانِنَا فَلَنَا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَ  
 اللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ  
 لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ  
 بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ  
 عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكًا  
 مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ  
 أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ  
 آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم  
 إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

اَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے اِلَى الْمَلَا اس جماعت کا اسم  
 بَنِي إِسْرَءِيل جو بنی اسرائیل میں سے تھے مِنْ بَعْدِ مُوسَى موسیٰ علیہ السلام  
 کے بعد إِذْ قَالُوا جب کہا ان لوگوں نے لِنَبِيِّ لَهُمْ اپنے نبی کو  
 ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کر ہمارے واسطے کوئی جرنیل لُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ



تاکہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا  
 هَلْ عَسَيْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے امید ہے اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ  
 اگر لکھ دیا جائے تم پر لڑنا اَلَا تَقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہیں لڑو گے قَالُوْا کہنے  
 لگے وَمَا نَا اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَا تَقَاتِلُ یہ کہ ہم نہیں لڑیں  
 گے فِی سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اَخْرَجْنَا اور تحقیق  
 ہم نکالے گئے مِنْ دِيَارِنَا اپنے گھروں سے وَابْنَاهُنَا اور اپنے  
 بیٹوں سے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب لکھا گیا ان پر لڑنا (جہاد)  
 تَوَلَّوْا پھر گئے اِلَّا قَلِيْلًا مِنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے وَ  
 اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو وَقَالَ لَهُمْ  
 نَبِيُّهُمْ اور کہا ان کو ان کے نبی نے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے  
 قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ تحقیق مقرر کیا ہے تمہارے واسطے طالوت کو  
 مَلِكًا جرنیل قَالُوْا کہنے لگے اَلَيْ يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا کس  
 طرح ہوگا اس کے لیے اقتدار ہم پر وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ  
 حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُوْثِقْ سَعَةَ مِنَ الْمَالِ اور نہیں دیا گیا  
 وہ وسعت مال سے قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ  
 بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے چن لیا ہے عَلَيْنَكُمْ تم پر وَزَادَهُ اور  
 اس کو زیادہ کیا ہے بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ علم کے پھیلاؤ میں وَالْجِسْمِ

اور جسم میں وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكًا اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اپنا ملک مَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا، جاننے والا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور کہا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر نے إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس صندوق فِيهِ سَكِينَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی مِنْ دَرَبِكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٍ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى ان میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں وَآلُ هَارُونَ اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں تَحِيْلَةُ الْمَلِكَةِ اس صندوق کو اٹھائے ہوئے ہوں گے فرشتے إِنَّ فِي ذَلِكَ بے شک اس میں لَآيَةً نشانی ہوگی لَكُمْ تمہارے واسطے إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اگر ہو تم ایمان والے۔

### حضرت طالوت علیہ السلام کا جہاد :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا خاندان مصر اور فلسطین کے درمیان بحر رم کے کنارے پر آباد تھا۔ وہ علاقہ خاصا زرخیز تھا اور یہ لوگ بھی محنتی تھے۔ مالی اعتبار سے ان لوگوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ بنی اسرائیل کے مقابلے میں ایک عمالقہ قوم تھی وہ ان سے زیادہ طاقتور تھی۔ قد کاٹھ کے اعتبار سے بھی اور مالی اعتبار سے بھی اور تعداد کے لحاظ سے بھی۔ وہ ان پر حملہ کر کے ان کو قتل بھی کرتے تھے مال بھی چھین لیتے اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوان لڑکیوں کو اٹھا کر بھی لے جاتے تھے۔ اس وقت پیغمبر تھے شمویل علیہ السلام

اور ہمزہ کے ساتھ اِثْمُوۡیْل بھی لکھتے ہیں۔ ان کی عمر مبارک خاصی تھی، بوڑھے اور کمزور تھے۔ بسا اوقات خود اٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ لوگوں نے کہا حضرت! یہ عمالِقہ ہم پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں گھروں سے نکال دیتے ہیں ہمارے بچے قتل کر دیتے ہیں، ہمارے بچے بچیاں اٹھا کر لے جاتے ہیں یہ ظلم ہم کب تک برداشت کریں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں۔ کیوں کہ ان پر جہاد نہیں تھا۔ اور ہمارے لیے کوئی جرنیل منتخب کریں تاکہ ہم اس جرنیل کی سرکردگی میں عمالِقہ قوم کے خلاف جہاد کریں۔

مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر کی موجودگی میں کسی اور کو قیادت کا حق نہیں ہوتا، مگر وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ حضرت شمویل علیہ السلام خاصے بوڑھے ہیں اور اس عمر میں وہ مجاہدین کی قیادت نہیں کر سکتے۔ اس واسطے انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ سے جہاد کی اجازت طلب کریں اور جرنیل بھی مقرر فرمائیں۔ اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

الْحَزَنَۃُ کیا آپ کو علم نہیں ہے اِلَی الْمَلَاۤئِکَۃِ اس جماعت کا مِنْۢ بَنِیۡۤیۡۤ اِسْرَآءِیْلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھی مِنْۢۢ بَعْدِ مُوۡسٰی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ تھا اِذْ قَالُوۡا النَّبِیُّ لَہُمْۢ جس وقت ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو کہا اَبْعَثْ لَنَا مَلِیْکًا مقرر کرو ہمارے واسطے کمانڈر، جرنیل تُقَاتِلْ فِیۡ سَبِیْلِ اللّٰہِ تاکہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے دشمنوں کے ساتھ قَالَ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا هَلْ عَسَیْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے یہ بھی توقع ہے اِنْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ اگر لکھا جائے یعنی فرض کیا جائے تم پر لڑنا یعنی جہاد کرنا اَلَا تَقَاتِلُوۡا یہ کہ تم نہ لڑو۔ یعنی باتیں تو تم کرتے ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے اور تم نہ لڑو۔ تو اس کے جواب میں قَالُوۡا کہنے لگے وَمَا لَنَا اَلَّا تَقَاتِلَ فِیۡ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم نہیں لڑیں گے

اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ أَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا اور تحقیق ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں وَأَبْنَانَا اور ہمارے بیٹوں سے ہمیں الگ کر دیا گیا ہے۔ یعنی کچھ مار دیئے اور کچھ بیگار لینے کے لیے ساتھ لئے۔

اور یہ بات تفسیروں میں ہے کہ تقریباً تیس ہزار لڑکیاں اٹھا کر لے گئے۔ تو ہماری لڑائی کے ظاہری اسباب سارے موجود ہیں اس لیے ضرور لڑیں گے فَلَمَّا كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب ان پر لڑنا فرض کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم آیا تَوَلَّوْا پھر گئے وہ جہاد سے إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ وہ تھوڑے کتنے تھے؟ اس کا ذکر کل کے درس میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے ظالموں کو۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اُنْ كُوْنُ كَے پیغمبر اشمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لیے جہاد کی اجازت بھی ہو گئی ہے اور تمہاری خواہش کے مطابق تمہارا جرنیل بھی رب تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا بے شک تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جرنیل اور کمانڈر مقرر فرمایا ہے۔

یہ حضرت طالوت علیہ السلام بڑے غریب خاندان کے آدمی تھے۔ مالی اعتبار سے کمزور تھے اور ان کا خاندان بھی غیر معروف تھا۔ اس لیے لوگوں نے کج بخشی شروع کی قَالُوا کہنے لگے اَلَيْ يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا اس کا اقتدار ہم پر کیسے ہو سکتا ہے؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے۔ کیوں کہہ طالوت علیہ السلام نہ تو زمانہ قریب میں پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے کہ کسی پیغمبر کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے ہوتے تو بھی لوگ یہ کہہ کر قبول کر لیتے کہ پیغمبر کی نسل سے ہے۔ نہ کسی

بادشاہ کی نسل میں سے تھے کیوں کہ اگر کسی بادشاہ کی نسل میں سے ہوتے تو کہتے چلو بادشاہ کی نسل میں سے ہے ان کے باپ دادا بادشاہ ہوئے ہیں۔ اگر ان کی نسل میں سے کسی کو اقتدار ملتا تو اچھی بات ہے۔ اور مالی طور پر بھی بڑے کمزور تھے۔ اُن کے بارے میں تفسیروں میں تین لفظ آتے ہیں۔ ایک یہ کہ كَانَ دَبَّاحًا رنگ ریز تھے۔ لوگوں کے کپڑے رنگتے تھے۔ تو عوام کی اصطلاح میں کمی ہوئے۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے كَانَ سَاقِيًا کہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں پہنچاتے تھے، یعنی ماشکی تھے۔ تو دیکھو عوام کی نگاہ میں ماشکیوں کی قدر نہیں ہے۔ عوام کی بات کر رہا ہوں، رب کے ہاں کی بات نہیں کر رہا۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے كَانَ رَاعِيًا چرواہے تھے یعنی مزدوری پر لوگوں کی بھیڑ، بکریاں، اونٹ وغیرہ چراتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مزدور پیشہ تھے اور مزدور کو جو بھی مزدوری مل جائے کرتا ہے۔ کبھی کپڑے رنگ لیتے ہوں گے، کبھی لوگوں کے گھروں میں مشکوں سے پانی بھر کر مزدوری لیتے ہوں گے۔ اور یاد رکھنا! جائز قسم کی جو بھی مزدوری ہو شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔

حضور ﷺ نے بکریاں چرائیں :

آنحضرت ﷺ ایک سفر پر تھے۔ (اور یہ جو دتر کے درخت کی مسواکیں ہوتی ہیں اس درخت کو جھنگ، بھکر، ملتان کی زبان میں جال کہتے ہیں اور یہ مسواک اس کی جڑ کی ہوتی ہے اور یہ درخت انہی علاقوں میں کافی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دانے لگتے ہیں (پھل) وہ شروع میں سرخ ہوتے ہیں پھر سیاہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ کالے ہو جائیں تو بہت میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں۔) کچھ لوگ وہ پھل اُتار کے لائے سرخ دانے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کالے کالے دانے کیوں نہیں چنے فَإِنَّهُ آيَطَبُ

اس لیے کہ جو کالے دانے ہوتے ہیں وہ بڑے لذیذ اور میٹھے ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا حضرت یہ تجربہ تو ان کو ہوتا ہے جو اونٹ، بکریاں چراتے ہیں کیوں کہ ان کو ان درختوں کے ساتھ زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ تو کیا حضرت! آپ نے جانور بھی چرائے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: كُنْتُ اُرْعِي لِاهْلٍ مَكَّةَ عَلَى قَرَارِيْطٍ "میں مکے والوں کی بکریاں، بھیڑیں مکے پر چراتا رہا۔" فی بکری مجھے دو پیسے ملتے تھے۔ آپ ﷺ نے اونٹ بھی چرائے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ بکری اس وجہ سے فرمایا کہ اونٹ بڑا جانور ہے وہ اگر مالک کی مرضی سے نہ چلے وہ اسے ڈنڈے مارے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اور یہ جو بھیڑ ہے جدھر ایک جائے گی سب اس کے پیچھے جائیں گی۔ اس وجہ سے بھیڑ چال کا مقولہ مشہور ہے۔ اور بکری ایک ایسا شرارتی جانور ہے کہ ایک ادھر بھاگے گا دوسرا ادھر بھاگے گا، تیسرا تیسری طرف بھاگے گا۔ چوں کہ وہ کمزور جانور ہوتا ہے اس لیے مارنے سے بھی نقصان ہوتا ہے، ٹانگ ٹوٹنے کا، سینگ ٹوٹنے کا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے اس لیے پہلے بکریاں چرواتے ہیں کہ امتیوں کا حال بھی ایسا ہوگا کہ ایک کا منہ ایک طرف اور دوسرے کا دوسری طرف، تیسرے کا تیسری طرف، کوئی ادھر بھاگے گا کوئی ادھر کو بھاگے گا اور عجیب عجیب قسم کے سوالات ہوں گے۔

غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے :

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے اور دین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص آیا اور سوال کیا آین ناقعی میری اونٹنی کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے

فرمایا لَا أُخْرِجِيْ اَيْنَ نَاقَتِكَ مجھے نہیں معلوم تیری اونٹنی کہاں ہے؟ وہ گڑگڑ کرتا ہوا باہر چلا گیا ار کہنے لگا يُخْبِرُنَا بِخَبْرِ السَّمَاءِ وَلَا يَنْدِرِيْ اَيْنَ نَاقَتِيْ ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ مطلب اس کا یہ تھا کہ ویسے ہی اس نے لوگوں کو (نعوذ باللہ) ٹھگی (دھوکا دے رکھا ہے) لگائی ہے اور کہتا ہے کہ آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے تمہارے ساتھ یہ ہوگا، پھر یہ ہوگا اور یہ نہیں جانتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین میں سے بعض کو فرمایا یہ آدمی جو سوال کرتا ہوا گیا ہے اس کو تلاش کر کے لاؤ (اس کا نام تھا ابن بسط، یہ منافق تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے، فوراً گئے اور اُسے لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَيْفَ قُلْتَ کہ تو نے کیا سوال کیا تھا؟ کہنے لگا میں نے دال کیا تھا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ اور تم نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تیری اونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيْدِهِ اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے کوئی علم نہیں تھا جَاءَنِيْ جَبْرِئِلُ فَاخْبَرَ فِيْهَا اِنْفَا ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے ہیں پس انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ تیری اونٹنی فلاں جگہ پر جھاڑیاں ہیں ان میں سے ایک ٹہنی کے ساتھ اس کے گلے کا پٹا اٹکا ہوا ہے۔ ٹہنی بھی مضبوط تھی اور پٹا بھی مضبوط تھا، یہ زور لگاتی رہی مگر نہ ٹہنی ٹوٹی اور نہ پٹا۔ (تو کیسا نادانی والا سوال کیا۔)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک نوجوان کہنے لگا مَا فِيْ بَطْنِ نَاقَتِيْ ”میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے لیکن صحابہ

میں سے ایک جذباتی صحابی تھے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ۔ وہ کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہ کر میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو نے اونٹنی کے ساتھ بدی کی ہے تیرا نطفہ اس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اب ذرا بات سمجھنا، بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ پیغمبر پیٹ کی بات نہیں جانتے یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی جواب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا **يَا سَلَامَةُ بْنَ وَقْشٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُحِبُّ التَّفَحُّشَ** ”بے شک اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں کرتا **وَقَدْ تَفَحَّشْتَ بِرَجُلٍ** تو نے اس آدمی کو جواب دینے میں فحش گوئی سے کام لیا ہے۔“ صحابی کی یہ بات اس کا جواب نہیں تھا بلکہ تردید کرتے ہوئے طعنہ دیا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی مجھ سے سوال کرے کہ تم نے رات کو کیا کھایا؟ اور میں کہوں کہ میں نے تیرا سر کھایا ہے۔ اب یہ کوئی جواب تو نہیں ہے۔ جواب تو یہ ہے کہ میں نے جو رات کو کھایا ہے تیرا اس کے بارے میں بے موقع سوال کرنے کا مطلب کیا ہے۔ تو اس صحابی کا جواب اس رنگ میں تھا۔ اور یہ مسئلہ اُن ہے کہ کوئی نہیں جانتا **مَا فِي الْاَرْحَامِ** کہ رحموں میں کیا ہے سوائے رب تعالیٰ کی ذات کے۔

آج کل نو جوان کہتے ہیں کہ جی اٹر اسائنڈ (کمپیوٹر) نکلا ہوا ہے اس کے ذریعہ پتا چل جاتا ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ یہ کمپیوٹروں کا قصہ تو اخبارات میں پڑھتے ہوں گے کہ ایک آدمی بے چارے نے گھر فون لگوا دیا ہوا تھا اس کو ایک ماہ کا بل ایک لاکھ اٹھاسی ہزار آیا۔ اس نے کہا کہ کیا ہوا میں کارخانے دار بھی نہیں، دکان دار بھی نہیں، فون گھر میں لگا ہوا ہے۔ جب اس نے درخواست دی تو جواب ملا کہ یہ کمپیوٹر کی غلطی ہے۔ اصل بل اس کا ڈیڑھ سو یا دو سو نکلا۔ تو تم کمپیوٹر پر یقین کرتے ہو۔ اتنا کچا عقیدہ مسلمان کا نہیں ہونا



چاہیے۔ کمپیوٹر کی بات کوئی صحیح ہوگی کوئی غلط ہوگی لیکن جو بات بذریعہ وحی ہوتی ہے وہ قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ تو بہر حال پیغمبروں نے بکریاں بھی چرائیں، بھیڑیں بھی اور اونٹ بھی چرائے۔

تو بات ہو رہی تھی طاقتِ رحمت اللہ علیہ کی قَائِلُوا لوگوں نے کہا اَلَىٰ يَكُونُ لَكَ الْمُلْكُ عَلَيْنَا ان کو ہم پر اقتدار کس طرح حاصل ہوگا؟ وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتِ سَعَةً مِنَ الْمَالِ اور اس کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں ہے۔ بے چارہ مزدور آدمی ہے۔

قَالَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب فرمایا ہے تمہارے اوپر وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور زیادہ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے پھیلاؤ میں اور جسم کے پھیلاؤ میں۔ علم بھی اس وقت لوگوں میں سے اس کا زیادہ تھا اور جسم کے اعتبار سے بھی خوب پہلوان تھا۔ اور ظاہری بات ہے کہ لڑائی کے واسطے ایسا ہی آدمی چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی معلوم ہو کہ میرے مقابلے میں کوئی کھڑا ہے۔ اور اگر ہو ہی چڑیا کے برابر تو دوسروں کی تو نظر بھی نہیں پڑتی وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَ اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔

### بنی اسرائیل کے تبرکات :

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور فرمایا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی بھی ہے أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق فِيهِ سَكِينَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی

قِنْ زَبَنُكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے  
 وَمِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ ان میں سے جو چھوڑے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون  
 علیہ السلام کے خاندان نے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پگڑیاں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کا جوتا  
 تھا۔ اُس وقت تورات تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ ایک تختی ٹوٹی ہوئی جس پر تورات کے کچھ  
 الفاظ تھے وہ بھی تھی اور رومال تھا۔ غرضیکہ اس طرح کی کچھ چیزیں تھیں تَخِمْهُ الْمَلَكُۃُ  
 اس صندوق کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے اور لوگوں کی موجودگی میں حضرت کے سامنے رکھیں  
 گے۔

چنانچہ سب لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے صندوق  
 اٹھایا ہوا ہے اور سب کی موجودگی میں طالوت رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ اب اس  
 سے زیادہ تسلی کیا ہو سکتی تھی کہ ایک تو اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا  
 جرنیل مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے کرامت کے طود پر صندوق اٹھا کر  
 لائے اور طالوت رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةًۭ بِّے شک اس میں ان کی  
 صداقت کی نشانی ہوگی لَكُمۡ تمہارے واسطے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم  
 مومن۔



فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ  
 مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ  
 فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا  
 مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا  
 الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا  
 اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ  
 الصَّابِرِينَ ۝ وَلَمَّا بَرَرْنَا وَالْجَالُوتَ وَجُنُودَهُ قَالُوا بِئْسَ جَلُودُكُمْ عَلَى  
 صَبْرٍ أَوْثَقَتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ  
 بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَاتَّهَ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ  
 عَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ  
 لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝  
 تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالنُّفُوسِ وَالْأَلْسِنِ الْمُرْسَلِينَ ۝

فَلَمَّا پس جس وقت فَصَلَ طَالُوتُ جدا ہوئے طالوت رحمۃ اللہ علیہ  
 بِالْجُنُودِ لشکروں کو لے کر قَالَ فرمایا إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ  
 مُبْتَلِيكُمْ تمہارا امتحان لینے والا ہے بِنَهَرٍ ایک نہر پر فَمَنْ شَرِبَ  
 مِنْهُ پس جس نے پانی پی لیا اس نہر کا فَلَيْسَ مِنِّي پس وہ میرے  
 ساتھیوں میں سے نہیں ہے وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ اور جس نے نہ چکھا اس کا پانی

فَإِنَّهُ مَيَّيَّ پس بے شک وہ میرے ساتھ ہے إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ مَكْرُوهُ  
 شخص جس نے بھرا غُرْفَةً ایک چلو بِيدِهِ صرف ایک ہاتھ سے  
 فَشَرِبُوا مِنْهُ پس پیا انھوں نے اس نہر کے پانی سے إِلَّا قَلِيلًا مگر  
 بہت تھوڑوں نے مِنْهُمْ ان میں سے فَلَمَّا جَاوَزَهُ پس جب پار  
 کر گئے اس نہر کو هُوَ وہ طاووت رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور وہ جو  
 ایمان لائے تھے ان کے ساتھ قَالُوا کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ  
 نہیں طاقت ہمارے لیے آج کے دن بِجَالُوتَ جالوت کے مقابلہ میں  
 وَجُنُودِهِ اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں قَالَ الَّذِينَ كَانُوا لَوْ كُنُوا  
 نے يَظُنُّونَ جو یقین رکھتے تھے أَنَّهُمْ مَلَقُوا اللَّهَ بے شک وہ اللہ  
 تعالیٰ سے ملنے والے ہیں كَمَ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں  
 غَلَبَتْ غالب آجاتی ہیں فِتْنَةٌ كَثِيرَةٌ بہت ساری جماعتوں پر  
 بِإِذْنِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ اور اللہ تعالیٰ  
 صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَلَمَّا بَرَزُوا اور جس وقت سامنے ہوئے  
 لِبِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ جالوت اور اس کے لشکروں کے قَالُوا کہا مومنوں  
 نے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار أَفْرِغْ عَلَيْنَا دَالِہِم پر صَبْرًا  
 صبر وَثَبَّتْ أَقْدَامُنَا اور ثابت رکھ ہمارے قدموں کو وَانْصَرْنَا اور  
 ہماری مدد کر عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ کافر قوم کے مقابلہ میں فَهَزَمُوهُمْ

پس ان مومنوں نے شکست دی ان کافروں کو بِإِذْنِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتْلَ دَاوُدَ اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جَاوَتْ جالوت کو وَ اللَّهُ الْمَلِكُ اور دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک وَالْحِكْمَةَ اور دانائی وَعَلَّمَهُ اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ان کو وَمَا يَشَاءُ ان چیزوں کی جو رب نے چاہا وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا مَالَنَا لَوُكُلُوا لَوُكُلُوا بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ تو البتہ خراب ہو جاتی زمین وَلَكِنَّ اللَّهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ مہربانی کرنے والا ہے جہاں والوں پر تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں تَتْلُوهَا ہم تلاوت کرتے ہیں عَلَيْكَ تجھ پر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَإِنَّكَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت اشمویل علیہ السلام پیغمبر تھے اور قوم نے عداوت کی کارستانیوں سے تنگ آکر ان سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں اور ہمارے اوپر کوئی جرنیل بھی مقرر کریں کیوں کہ وہ خود خاصے بوڑھے اور کمزور تھے۔ تفصیلاً بات کل کے سبق میں گزر چکی ہے کہ ان کو جہاد کی اجازت بھی مل گئی اور حضرت طالوت رضی اللہ عنہ کو جرنیل مقرر کر دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے خاصی قیل وقال کے بعد ان کو جرنیل تسلیم کر لیا تو حضرت طالوت رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جو تم میں سے جوان ہیں وہ تیاری کر لیں، کوئی بوڑھا، بچہ اور بیمار ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔ ان شاء اللہ ہم کل یا

پرسوں یہاں سے چلیں گے یا جو بھی انھوں نے وقت دیا۔ عمالۃ قوم بیت المقدس میں آباد تھی اور بیت المقدس کا شہر صیہون نامی پہاڑ کے اوپر ہے۔ بڑا پرانا شہر ہے۔ مسجد اقصیٰ بھی اسی شہر میں ہے اور اس وقت اس پر یہود کا قبضہ ہے۔ جب چاہیں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز ادا کرنے دیتے ہیں اور جب چاہیں روک دیتے ہیں اور بے غیرت مسلمان آج تک ان سے وہ قبلہ واگزار نہیں کرا سکے۔ حالانکہ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں بلکہ ایک ارب سے زائد ہیں مگر ہیں بے غیرت۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو غیرت عطا فرمائے۔

### مجاہدین کی آزمائش :

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ پس جب جدا ہوئے یعنی روانہ ہوئے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کی طرف بِالْجُنُودِ اپنے لشکروں کو لے کر۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ ستر ہزار نو جوان ان کے ساتھ چل پڑے۔ طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے سمجھ دار آدمی تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ تو اس طرح جا رہے ہیں کہ جس طرح انھوں نے کوئی میلہ دیکھنا ہے حالانکہ عمالۃ قوم جس کے ساتھ مقابلہ ہے وہ بڑی جنگجو ہے اور بڑی طاقت ور ہے۔ سارے توڑنے والے نہیں یہ تو تماشائی ہیں۔ لہذا ان کا امتحان لینا چاہیے اور جو امتحان میں کامیاب ہوں وہ جائیں اور جو ناکام ہوں وہ ہمارے ساتھ نہ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اشمویل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے امتحان کا طریقہ بتایا۔

قَالَ کہا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ تمہارا امتحان لینے والا ہے ایک نہر ہے۔ یہ نہر اردن اور فلسطین کے درمیان تھی اور اب بھی ہے۔ اس کا پانی صاف ستھرا اور ٹھنڈا تھا اور گرمی کا موسم تھا ان لوگوں کو پیاس بھی بڑی

لگی ہوئی تھی۔ تو جب اس نہر کے پاس پہنچے حضرت طالوت علیہ السلام نے فرمایا فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ پس جس نے اس نہر سے پانی پی لیا کافی مقدار میں فَلَيْسَ مِنِّي پس وہ میرے پیروکاروں میں سے نہیں ہے وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ اور وہ جس نے نہ چکھا اس کا پانی فَإِنَّهُ مِنِّي پس بے شک وہ میرے پیروکاروں میں سے ہے إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ مِغْرًا مِّنْهُ پس جس نے لیا پانی کا غُرْفَةٌ چلو بییدہ اپنے ایک ہاتھ سے دونوں ہاتھوں سے نہیں۔ یعنی تمہیں صرف ایک چلو پانی پینے کی اجازت ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ سخت پیاس لگی ہو اور پانی بڑا صاف ستھرا اور ٹھنڈا ہو تو انسان کیا کرتا ہے؟ بس یہی ہوا کہ وہ دیوانوں کی طرح پانی پر ٹوٹ پڑے اور پی پی کر پیٹ ان کے مشکلیں بن گئیں۔ صرف تین سوتیرہ آدمی ایسے تھے جنہوں نے صرف ایک چلو پانی پیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کہ ایک چلو سے ان کی پیاس بجھ گئی اور وہ مطمئن ہو گئے اور جو بھیڑیں تھیں ان سب کو چھٹی مل گئی کہ چلے جاؤ۔ حضرت طالوت علیہ السلام سمیت تین سوتیرہ رہ گئے۔ تو فرمایا فَشَرِبُوا مِنْهُ پس پیا انہوں نے پانی اس نہر سے إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے یعنی تین سوتیرہ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اَجَاوِزَهُمْ وَاَسْمَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُۥ اور ان کے مومن ساتھیوں نے بھی۔ جب آگے دیکھا تو جالوت کا بڑا لشکر تھا۔ یہ عمالقہ کا بڑا جرنیل تھا اور تفسیروں میں لکھا ہے مِائَتَةُ الْفِ کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر تھا۔ اب ایک طرف تین سو تیرہ ہیں اور دوسری طرف ایک لاکھ ہیں اور ہیں بھی جنگجو اور کڑیل جوان۔ یہ جو تین سو تیرہ تھے ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو تھے تو کامل الایمان مگر ان کی نگاہ ظاہری اسباب پر بھی تھی۔ ہم





اسی طرح موتہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار کو ایک لاکھ پر فتح عطا فرمائی اور قادیسیہ کے مقام پر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈر سے اجازت طلب کی کہ یہ ساٹھ ہزار آدمی دندناتے پھر رہے ہیں آپ مجھے اجازت دیں میں ان کا ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ متفکر ہوئے کہ نو جوان آدمی ہے اور جذبات میں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجاہدین جو ہمارے پاس رب کی امانت ہیں ضائع نہ ہو جائیں لیکن ان کا جذبہ دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ تاریخ بتاتی ہے: غَزَا سِثُّونَ هُمْ سِثُّونَ الْفَاوْ مَعَ هَذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ کہ ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ فتح کے بعد جب دیکھا گیا تو ساٹھ ہزار میں سے دس ہزار کی لاشیں میدان میں پڑی تھیں اور ساٹھ میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے اور پچاس فاتح ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مصر کا باقی سارا علاقہ فتح ہو گیا ہے لیکن قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا۔ مقوقس مصر کا بادشاہ اور بڑے بڑے جرنیل اور ماہر جنگ اس قلعہ میں ہیں اور ان کی فوج ہے اور میرے پاس صرف آٹھ ہزار فوج ہے اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے دو ماہ گزر گئے ہیں لیکن فتح نہیں ہو رہا لہذا ہمارے لیے دعا بھی کریں اور مزید فوج بھی بھیجیں اور طریقہ بھی سمجھائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو رو پڑے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت! خط کس محاذ سے آیا ہے؟ فرمایا مصر سے۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ مصر میں سارے مجاہد شہید ہو گئے ہیں تبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ لیکن تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایسی

کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لیے روئے کہ آٹھ ہزار مسلمان فوجی ہیں اور محاصرہ کیے ہوئے ہیں، دو ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے فتح کیوں نہیں ہو رہا؟ فرمایا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ **قَدْ تَرَكُوا سُنَّةَ مَنْ سَنَّ النَّبِيُّ ﷺ** ”تحقیق چھوڑ دی انھوں نے کوئی سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے۔“ تو دیکھیے کتنے متباض تھے۔ فرمایا ہم دعا بھی کرتے ہیں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتے ہیں۔ آٹھ ہزار تو پہلے ہے اور چار ہزار یہ گویا اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو وہ قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے بہ شرطے کہ کوئی اور وجہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ اس بات پر غور کرو کہ تم سے کون سی سنت رہ گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض ساتھیوں سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے فتح میں رکاوٹ ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مزید چار ہزار فوج روانہ فرمائی ان کے نام تم بھی سن لو۔ اور یاد رکھنا! وہ صرف چار آدمی تھے۔ عبادہ بن صامت خزرجی، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود اور خارجہ بن خزافہ رضی اللہ عنہم۔

فرمایا یہ چار ہزار ہیں۔ تو یاد رکھنا! مسلمان جب مسلمان ہوتا تھا تو ایک نہیں ہزار ہوتا تھا مگر آج کے مسلمان نے اپنے اسلام کے تقاضے چھوڑ دیئے ہیں اس لیے دنیا میں ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ جب مسلمان صحیح معنی میں مسلمان تھا اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی تھی۔

اسی طرح حدیقۃ الموت کا واقعہ مشہور ہے۔ وہاں بھی کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے مسلمان کذاب کے مقابلہ میں۔ وہاں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ وہ شہید ہو گئے مگر قلعہ فتح ہو گیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں یہ

ہمارے سامنے کی بات ہے۔ چونکہ ضلع سیالکوٹ یہ دنیا میں ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام ہے، پہلا مقام تھا عالمین، یہ غالباً جرمنی میں ہے۔ تو گویا ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام چونکہ ہے۔ اس محاذ پر کیپٹن ایس۔ اے زبیری تھا اور اس کے پاس ایک سو (۱۰۰) جوان (سپاہی) تھے۔ کیپٹن زبیری بڑا پاک مسلمان تھا۔ اس کے پاس چھوٹے چھوٹے تین ٹینک تھے اور مقابلے میں تین ہزار سے زیادہ ٹینک تھے۔ اُس نے اپنے مرکز سے رابطہ کیا کہ میرے پاس صرف تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلے میں تین ہزار سے زائد ٹینک ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فوج ہے۔ لہذا میرے لیے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اپنے جوانوں کو نہ مروا واپس آ جا۔ کیپٹن زبیری نے کہا کہ میں نے قرآن پاک میں پڑھا ہے

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔

پس تم چوبیس گھنٹے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ سو آدمیوں نے چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ تین ٹینکوں سے ہندوؤں کے تین ہزار ٹینکوں کے پرچے اڑا دیئے اور غالب آئے۔ تو قلت اور کثرت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصل چیز ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے ہندو نوے کروڑ عوام اور ہم چودہ کروڑ مگر وہ ڈرتے ہیں۔ اگر یہ ہمارے شرابی حکمران اللہ سے ڈریں اور اللہ ان کو ہدایت دے۔ اگر یہ انسان بن جائیں تو کوئی بات ہی نہیں، یوں ہوگا جیسے بھیڑوں پر بھیڑ یا حملہ کرتا ہے۔

تو جب طالوت رحمہ اللہ اپنے تین سوتیرہ کا لشکر لے کر جالوت کے مقابلہ میں آ گئے اس کا ذکر ہے وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ جس بنی اسرائیل جالوت کے لشکر کے سامنے ہوئے، جالوت کا لشکر دیکھا وہ کثیر تعداد یعنی ایک لاکھ آدمی، تو اس وقت اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی، یعنی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے قَالُوا اور کہا رَبَّنَا اے

ہمارے رب اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ہم پر صبر ڈال دے وَثَّيْتُ اَقْدَامَنَا اور ہمیں ثابت قدم رکھ وَاَنْصُرْنَا اور ہماری مدد فرما عَلٰی الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ کافر قوم کے مقابلے میں۔

### حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کا مقابلہ :

ادھر جالوت نے دیکھا کہ مقابلے میں معمولی سا لشکر ہے تو کہنے لگا میری ساری فوج کو لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس لشکر کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ اس زمانے میں جنگ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے دونوں طرف سے ایک ایک آدمی لڑتا پھر گھمسان کی جنگ شروع ہو جاتی۔ تو جالوت خود میدان میں آیا اور مبارزت کی دعوت دی۔

حضرت طالوت رضی اللہ عنہ کے لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام کے والد ایساع بن عموہد بھی شامل تھے۔ ان کے چھ بیٹے تھے۔ پانچ تو جنگ میں شریک تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں تھے بلکہ اپنے بھائیوں کو سامان پہنچانے کے لیے وہاں پہنچے تھے۔ لشکر اسلام میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اِسمٰوِیل علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جالوت کے مقابلے میں داؤد (علیہ السلام) کو نکالو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ کو بمع چھ بیٹوں کے طلب کیا اور فرمایا: داؤد جالوت کا مقابلہ کریں گے۔ انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جالوت کے مقابلے میں نکالا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام جب آرہے تھے راستے میں تین پتھر پڑے تھے وہ بولے کہ ہمیں اٹھا لو ہم جالوت کو قتل کریں گے۔ تو وہی پتھر فلاں پر رکھ کر مارے۔ جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور باقی تمام جسم لوہے میں بند تھا۔ تینوں پتھر ماتھے پر لگے اور پیچھے سے نکل گئے۔

جب یہ ہلاک ہوا تو اس کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کا ذکر ہے:

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ پس اہل ایمان نے ان کافروں کو شکست دی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ ۖ اور قتل کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو ۚ وَاللَّهُ الْمَلِكُ وَالْحَكِيمُ ۚ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت دی وَعَلَّمَهُ مَا يَشَاءُ ۚ اور ان کو سکھایا جو چاہا۔ آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا فلسفہ بیان فرمایا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمُ بِبَعْضٍ ۖ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض دوسروں کے ذریعے نہ ہٹاتے لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ ۖ البتہ زمین خراب ہو جاتی۔ یعنی جب کسی گروہ نے زمین پر بد امنی پھیلانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں دوسری جماعت کو بھیج کر مفسدین کا خاتمہ کر دیا وَلَئِكَ اللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۖ اور لیکن اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر۔ یعنی جب وہ کسی ظالم کی بیخ کنی کرتا ہے تو یہ صحیح معنوں میں دنیا والوں پ اس کا فضل ہوتا ہے۔

آگے فرمایا: تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ یہ تمام واقعات بنی اسرائیل کے اور وہ قصہ بنی اسرائیل کا جو اوپر گزرا یعنی ہزاروں کا ٹکنا اور دفعتاً مرنا اور زندہ ہونا اور طالوت کا بادشاہ ہونا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کو بتاتے ہیں وگرنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تاریخ نہیں پڑھی اور نہ کسی تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔ جو اس بات کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو فرمایا: وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ اور بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ کے رسولوں

میں سے ہیں۔ بلکہ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔  
اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔



تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ  
 كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ  
 الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ  
 مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا  
 فَبِهِمُ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا  
 وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا  
 رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا  
 شَفَاعَةٌ ۖ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ  
 وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ  
 مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ  
 عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ وَ  
 لَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝

تِلْكَ الرُّسُلُ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی

بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض کو عَلَى بَعْضٍ بعض پر مِنْهُمْ ان

میں سے بعض وہ ہیں مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اور بلند کیے رب تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے

درجات وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو

الْبَيْتِ وَاصْ نَشَانِتِ وَأَيَّدَهُ اور ہم نے تائید کی اُن کی بِرُوحِ  
 الْقُدُسِ پاکیزہ روح کے ساتھ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا  
 مَا قَتَلْنَا الَّذِينَ نَهْ لُڑتے وہ لوگ مِنْ بَعْدِهِمْ جو ان کے بعد ہوئے  
 مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ  
 چکیں وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا اور لیکن اُنھوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَنْ  
 آمَنَ پس بعضے ان میں سے وہ تھے جو ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ  
 اور کچھ ان میں سے وہ تھے جنھوں نے کفر اختیار کیا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ اور اگر  
 اللہ تعالیٰ چاہتا مَا قَتَلُوا وہ نہ لُڑ سکتے وَلَكِنَّ اللَّهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ  
 يَفْعَلُ مَا يَرِيدُ کرتا ہے جو چاہتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو!  
 جو ایمان لائے ہو أَنْفِقُوا خرچ کرو مِمَّا رَزَقْنَكُمْ اس چیز میں سے  
 جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ پہلے اس سے کہ آئے  
 وہ دن لَا بَيْعَ فِيهِ جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی وَلَا خِلَّةٌ اور نہ  
 دُوسِی وَلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ اور جو  
 کافر ہیں وہی ظالم ہیں اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اور اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے  
 جس کے سوا کوئی معبود نہیں الْحَيُّ زندہ رہنے والا ہے الْقَيُّومُ  
 قائم رکھنے والا ہے لَا تَأْخُذُهُ نہیں پکڑتی اس کو سِنَةٌ اُونُكْهُ وَلَا  
 نَوْمٌ اور نہ نیند لَهُ اسی کا ہے مَا فِي السَّمَوَاتِ جو کچھ ہے آسمانوں



میں وَمَا فِي الْأَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے مَنْ ذَا الَّذِي کون ہے وہ ذات يَشْفَعُ جو سفارش کرے عِنْدَهُ اس کے ہاں إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر اس کی اجازت سے يَعْلَمُ جانتا ہے مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يَحِيطُونَ اور نہیں احاطہ کر سکتے بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا إِلَّا بِمَا شَاءَ مگر وہ جو رب چاہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اس کی آسمانوں وَالْأَرْضِ اور زمین پر وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا اور نہیں تھکا تارب تعالیٰ کو آسمانوں اور زمینوں کا حفاظت کرنا وَهُوَ الْعَلِيُّ اور وہ بلند ذات ہے الْعَظِيمُ بڑی عظمت والا ہے۔

### رسولوں کے درجات :

اس سے پہلی آیت کے آخر میں یہ الفاظ تھے وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ”اور اے نبی کریم ﷺ! بے شک تو پیغمبروں میں سے ہے۔“ تو مرسلین کا لفظ تھا اور اب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ یہ جن رسولوں کا ذکر ہم نے کیا ہے ان رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سب برحق ہیں ہمیں تمام کی تعداد قطعی طور پر معلوم نہیں ہے۔ ہاں! پچیس پیغمبروں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں۔ باقی حضرات انبیاء کے نام نہیں ہیں۔ اُن کا ذکر الرُّسُلُ، الْمُرْسَلِينَ، مِّنَ النَّبِيِّينَ، أَنْبِيَآء کے الفاظ میں اجمالاً آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام اور احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں

کیا کہ سارے پیغمبروں کے نام اور ان کی تعداد ہمیں معلوم ہونی چاہیے۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہمارا سب پر ایمان ہے اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آخری پیغمبر جن کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملی نہ ہی مل سکتی ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو فرمایا کہ یہ پیغمبر ہیں فَطَلَّنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر مِنْهُمْ ان پیغمبروں میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهَ جن سے اللہ تعالیٰ نے براہ راست کلام کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں چھٹے پارے میں آتا ہے: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ کلام کیا۔ اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام فرمایا اور اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین تحفے عطا فرمائے۔

✽ ایک تحفہ یہ تھا کہ پہلے نمازیں پچاس تھیں پھر گھٹا کر پانچ کر دی گئیں۔

✽ دوسرا تحفہ سورہ بقرہ کی آخری آیات اَمِنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ سے لے کر آخر تک کی آیات اللہ تبارک و تعالیٰ نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ جبریل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر۔

✽ تیسرا تحفہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زبانی طور پر وعدہ فرمایا کہ میرا تیرے ساتھ وعدہ ہے کہ تیری امت میں سے وہ شخص مَن مَاتَ لَا يُشْرِكْ بِیْ شَيْئًا جو مرا اس حال میں کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا میں اس

کو بخش دوں گا۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے ہی قدم پر بخش دے یا کچھ سزا دے کر بخش دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ اور شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں میں سے بعض کے درجے بلند فرمائے۔ اس بَعْضَهُمْ سے حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے۔ تمام پیغمبروں کے امام، تمام پیغمبروں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلے نمبر کی شخصیت حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارے جیسے گناہ گاروں پر رب تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمارے جیسے گناہ گاروں کو آنحضرت ﷺ کا اُمتی بننے کا شرف عطا فرمایا اور دعا کرو ہمیں سچا اُمتی بنائے نام کا نہیں۔ ہمارا ظاہر بھی، باطن بھی، عقیدہ بھی، عمل بھی، اخلاق بھی اور کردار بھی اُمتیوں کی طرح ہو۔ ایسا نہ ہو آدھا تیرا آدھا بشیر کہ کلمہ نبی کا اور فرماں برداری غیر کی۔

آپ ﷺ کا اُمتی بننے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر آرزو کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبوت تو تو نے مجھے عطا کر دی ہے مجھے محمد رسول اللہ کے امتیوں میں سے اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، نازل ہوں گے۔ آپ ﷺ کے امتیوں کی طرح سارے کام کریں گے۔ چالیس سال دنیا میں رہیں گے وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيْتِ اور ہم نے دیں عیسیٰ بیٹے مریم علیہ السلام کو واضح دلیلیں جن کی تفصیل آگے اسی پارے میں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون کون سے معجزے عطا فرمائے۔

عیسیٰ کا لفظ اصل میں ایشوع تھا۔ یہ عبرانی لفظ ہے اس کے معنی مبارک کے بھی ہیں اور سردار کے بھی ہیں اور مریم ان کی والدہ ماجدہ تھیں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مریم کا لفظی معنی ہے عابدۃ عبادت کرنے والی۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا **وَآيٰذُنُهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ** روح القدس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ معنی ہے پاکیزہ روح۔ دراصل بنی اسرائیلیوں نے اپنی خواہشات کو اسلام میں داخل کر کے اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ جس طرح آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بدعات ان کے نزدیک اسلام ہیں اور اہل سنت والجماعت کی علامتیں ہیں۔

تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصلاح شروع فرمائی، مولوی، پیر، عوام سارے بگڑ گئے، مخالف ہو گئے۔ جس طرح آج تم کسی مقام پر بدعت کی تردید کرو تو بھڑوں کی طرح سارے تمہیں چمٹ جائیں گے۔ کیوں کہ برادری اور قوموں کے اعتبار سے جو بدعات ہیں وہ ان کا دین بنا ہوا ہے۔ آج تیجے، ساتویں، دسویں، عرس، میلاد کی تردید کرو تو نتیجہ تمہارے سامنے ہے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کرتے کیا ہیں۔ صرف وہ لوگ تمہارا ساتھ دیں گے جن کو رب تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔

## بدعات کی نحوست :

یاد رکھنا! بدعات دین کی مخالفت کا نام ہے۔ ان سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سو گناہ کبیرہ ایک طرف ہوں تو ان کا گناہ ہلکا ہے اور ایک بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ اس لیے کہ گناہ جتنے بھی ہیں ان سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا کیوں کہ کوئی ان کو دین نہیں سمجھتا۔ اور بدعت کے ذریعے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس لیے کہ بدعت کو دین سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے غلط کاموں کی تردید شروع فرمائی تو لوگ مخالف ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت

کے لیے جبریل علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ تفصیل تو تم پہلے سن چکے ہو کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی جالوت کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ تین سو تیرہ یہ تھے اور ایک لاکھ کا لشکر ان کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ قتال اور جہاد کا ذکر تھا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے مَا اقْتَتَلَ نہ لڑتے الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد آئے مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آچکی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ایمان پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ مرضی سے ایمان لاؤ، مرضی سے کفر کرو۔ اس لیے وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا اور لیکن لوگوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ تو بعضے ان میں سے وہ ہیں جو مرضی سے ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے مرضی سے کفر اختیار کیا۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا جیسے فرشتے سارے کے سارے معصوم ہیں۔ فرشتوں میں کوئی کافر نہیں ہے۔ نہ ہندو، نہ سکھ، نہ یہودی، نہ عیسائی۔ سارے کے سارے مومن ہیں تو وہ کر سکتا تھا کہ سارے کے سارے انسانوں کو اور سارے کے سارے جنات کو مومن بنا دیتا وہ قادر مطلق ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کے راستے بتا دیئے ہیں، ایمان اور کفر کے راستے بتا دیئے ہیں۔ پیغمبر بھیجے ہیں، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز کانوں تک پہنچانے والے آدمی رب نے کھڑے کیے ہیں اور اتمام حجت کر دی ہے۔

## اللہ کی راہ میں خرچ کرو :

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا اقْتَتَلُوا وہ نہ لڑتے۔ وہ اس طرح کہ سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا، وہ کر سکتا تھا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اور لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ فَحَنَ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر کرے۔ اس سے پہلے رکوع میں جہاد کا ذکر تھا اور جہاد کے لیے مال خرچ کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ بغیر مال کے اسلحہ اور جہاز مہیا نہیں ہو سکتے اور اسی طرح بعض مجاہد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جان تو پیش کر سکتے ہیں مگر مال نہیں پیش کر سکتے ان کو مالی امداد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.net

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا اس مال سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہے کہ یہ مال تم نے حاصل کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تم نے ہاتھ پیر مارے ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ محنت بہت زیادہ کرتے ہیں اور پیسے تھوڑے ملتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں ان کی محنت تھوڑی ہوتی ہے مگر پیسے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ کون دیتا ہے؟ تو اگر محنت پر موقوف ہوتا تو سب کچھ مزدور ہی لے جاتا اور جو پنکھے کے نیچے سکون سے بیٹھا ہے اس کو تنکا بھی نہ ملتا۔ تو رزق رب کے پاس ہے۔ ہاں اس نے یہ بتایا ہے کہ حلال طریقہ سے کماد، حرام طریقے سے حاصل نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر حرام کا ایک بھی لقمہ کھاؤ گے تو چالیس دن تک دعاؤں کی قبولیت سے محروم ہو جاؤ گے۔ تو فرمایا خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے دیا

ہے مِّنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاتِيْ يَوْمٌ لَا يَبِيْعُ فِيْهِ کہ آئے وہ دن کہ جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فرض کرو یہ ساری زمین مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کی سطح سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے (اب تم اندازہ لگاؤ کہ سونا کتنا قیمتی ہے۔) تو فرمایا اگر بالفرض کسی کے پاس ہو اور اس وقت ایمان حاصل کرنے کے لی وہ سارا سونا خرچ کر دے وَمِثْلَهُ مَعَهُ اور اتنی ہی زمین اور ہو، اور وہ زمین بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ اور مجرم اس بات کو پسند کرے کہ یہ دو زمینیں سونے کی بھری ہوئی اُس سے لے لی جائیں اور اُسے ایمان دے دیا جائے تو یہ سودا نہیں ہوگا۔

اور یہ سودا بھی نہیں ہوگا کہ مجرم کو کہا جائے گا کہ آج تیرے بدلے تیری ماں، تیرے باپ، تیری بیوی، تیرے بیٹے، تیرے بھائی، تیری بہن، تیرے دوست کو عزیز کو وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيْهِ اور تیری ساری برادری کو وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین میں ہیں سب کو تیرے بدلے میں دوزخ میں ڈال دیں اور تجھے دوزخ سے نکال دیں تو کیا تو اس سودے پر راضی ہے؟ يَوْمَ الدِّمْرِ مجرم پسند کرے گا کہے گا ہاں! اے پروردگار میری ماں، میرے باپ، میری اولاد، میرے بہن بھائیوں بلکہ سارے خاندان کو اور سب لوگوں کو دوزخ میں ڈال دے اور مجھے نکال دے۔ کَلَّا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سودا نہ ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا صرف اس کو بتانا مقصد ہوگا کہ آج تو کیا کچھ کرنے کے لیے تیار ہے۔

## دین داروں کی شفاعت :

تو فرمایا وہ دن ہے کہ لَا بَيْعَ فِيهِ کہ اس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی وَلَا خِلَّةٌ اور نہ خالی دوستی کام آئے گی۔ ہاں! اتنی بات یاد رکھنا! یہ قرآن پاک سے ثابت ہے اَلْاِخْلَافُ يَوْمَئِذٍ يَعْضُطُھُمْ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ ”دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔“ یعنی مومنوں کی دوستی برقرار رہے گی، وہ کام آئے گی اور کافر کو کفر کی حالت میں کسی کی دوستی کام نہیں آسکتی۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مجرم کو حکم ہوگا کہ اس کھدو زخ میں ڈال دو اس کے ساتھ جو نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ وہ دیکھیں گے کہ ہمارا وہ ساتھی جو ہمارے ساتھ نمازوں میں شرکت کرتا تھا، ہمارے ساتھ روزے رکھتا تھا وہ آج دوزخ میں جا رہا ہے۔ تو سارے پُر زور اپیل کریں گے کہ اے پروردگار! یہ تو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں اس کو دوزخ میں بھیجتے ہیں اپنی سزا بھگت کے آجائے گا، تم جنت میں چلے جاؤ یہ بھی کسی وقت تمہیں آ ملے گا۔ وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم تو اس کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس کو رب دوزخ میں ڈال دے گا۔ لیکن یہ پُر زور اپیل کریں گے، عاجزی کریں گے، منت کریں گے تو رب تعالیٰ فرمائیں گے تم دوزخ میں چلے جاؤ تمہارے لیے دوزخ جنت بنی ہوگی اپنے دوست کو بازو سے پکڑو اور جنت میں لے جاؤ۔ تو مومن کی دوستی کام آئے گی۔ اسی واسطے جماعت کی نماز کا بڑا اثر ہے جن کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھیں، اُٹھے بیٹھے اگر خود اتنے اعمال نہیں کہ سیدھا جنت میں چلا جائے بلکہ کمی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو ان کی سفارش سے پورا



فرمائیں گے۔

وَلَا شَفَاعَةُ اور نہ سفارش ہوگی۔ کافر کے لیے کوئی سفارش نہ ہوگی۔ مومن کے لیے سفارش حق ہے، پیغمبروں کی سفارش ہوگی، فرشتوں کی شفاعت ہوگی، قرآن پاک کے حافظوں کی ہوگی، اولیاء اللہ کی ہوگی، چھوٹے بچے جو فوت ہو گئے ان کی شفاعت ہوگی، درجہ بہ درجہ سب کی شفاعت حق ہے۔ اور کافروں کے لیے نہیں ہوگی اس لیے فرمایا وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ اور جو کافر ہیں وہ ظالم ہیں ان کے لیے کوئی سفارش نہیں ہے۔

### آیۃ الکرسی کی فضیلت :

قرآن کریم سارا ہی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر سارے قرآن کریم میں سب سے زیادہ فضیلت والی یہ آیت الکرسی ہے **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ** سے لے کر **وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ** تک۔ ایک آیت ہے اور یہ ہر مسلمان کو یاد ہونی چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص اس کو صبح پڑھے گا شام تک جنت اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ صبح تک جنات اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔ یہ خود بھی یاد کرو اور بچوں کو بھی یاد کراؤ، عورتوں کو بھی یاد کراؤ اور انھیں یہ سبق دو کہ صبح جس وقت اٹھیں تو یہ آیت کریمہ پڑھیں۔ اور رات کو جب سوئیں یہ آیت کریمہ پڑھ کے سوئیں۔ اس آیت کریمہ سے زیادہ درجہ والی اور کوئی آیت قرآن مجید میں نہیں ہے اور اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں۔

**اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اور دست گیر نہیں ہے **الْحَيُّ** ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر

موت نہیں آئے گی، نہ اس کی ابتداء، نہ انتہاء الْقَيُّومُ کے دو معنی کرتے ہیں۔ قائم رہنے والا کہ اس پر زوال نہیں ہے اور دوسرا معنی قائم رکھنے والا بھی کرتے ہیں اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ”اے پروردگار! تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔“ یعنی تیرے حکم سے یہ زمین اور آسمان کھڑے ہیں لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌۭۤ ۙ ۙ نہیں پکڑتی اللہ تعالیٰ کو اُونگھ۔ نیند سے پہلے جو غنودگی سی آتی ہے اللہ تعالیٰ کو وہ بھی نہیں آتی وَلَا نَوْمٌ اور نہ نیند لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ وہی خالق، وہی مالک، وہی متصرف، یہ سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ ۙ ۙ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرے اِلَّا بِاِذْنِہٖۤ ۙ مگر رب کے حکم کے ساتھ۔

قیامت والے دن جب ساری کائنات میدانِ محشر میں حساب کے انتظار میں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑیں گے ایک ہفتے کی مقدار کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کی مقدار کا سجدہ ہوگا۔ اور بخاری شریف کی روایت ہے یُلْہِیْہُمْنِیْ بِمَتَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْ اِنِّیْ اَلَا اَنْ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے ایسے کلمات سجدے میں القا فرمائیں گے جو مجھے اس وقت معلوم نہیں ہیں۔ ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا محمد (ﷺ) اِزْفَعْ رَاسَکَ اِشْفَعْ تُشْفَعُ اے محمد (ﷺ) سر اٹھاؤ، سفارش کرو تمہاری سفارش قبول ہوگی۔ اس کا نام ہے شفاعۃ الکبریٰ۔ تمام کائنات کے لیے سفارش ہوگی کہ ان کا حساب جلدی ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ جو انسانوں کے آگے ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَمَا خَلْفَہُمْ اور جو ان کے پیچھے

ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اور نہیں احاطہ کر سکتے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا إِلَّا بِمَا شَاءَ مگر جتنا رب تعالیٰ چاہے کسی کو دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنا علم دیا ہے وہ اور کسی کو عطا نہیں کیا۔ لیکن باوجود کثیر علم حاصل ہونے کے عالم الغیب صرف رب ہے اور عالم الغیب کا معنی یہ ہے کہ ایک رتی اور ایک ذرہ اس کے علم سے خارج نہ ہو اور وہ صرف رب ہے جس کی یہ صفت ہے۔ ہاں اخبار الغیب، انباء الغیب اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو بتائی گئی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی ہیں تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ”یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔“ کل غیب، یہ صرف رب کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں اور زمینوں پر۔ یہ سات آسمان ہیں ان کے اوپر کرسی ہے، اوپر عرش ہے۔ کرسی اور عرش کی نسبت دارقطنی کی روایت میں اس طرح آیا ہے جیسے ایک بڑا وسیع میدان ہو اور اس میں ایک ٹائر پرا ہو بس وغیرہ کا۔ تو بتاؤ اس ٹائر کی کیا حیثیت ہے اس میدان میں۔ اسی طرح سات آسمان اور سات زمینیں اس کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے وسیع میدان میں ٹائر پڑا ہو۔ اور پھر عرش اور کرسی کی نسبت فرمایا اس طرح سمجھو کہ عرش وہ میدان ہے اور کرسی اس کے مقابلے میں ایک ٹائر ہے جو پڑا ہے۔ جسم کے لحاظ سے عرش سے بڑا جسم کسی شے کا نہیں ہے اور درجے کے اعتبار سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑا کوئی نہیں ہے وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمانوں کی حفاظت نہیں تھکاتی۔ اس ذات کے سامنے ان کی حفاظت کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ اور وہ

بہت بلند ذات ہے الْعَظِيمُ اور بہت بڑی ذات ہے۔ تو آج سے شوق کے ساتھ صبح  
 کے وقت بھی آیۃ الکرسی پڑھو اور شام کو سوتے وقت پڑھو، عورتوں اور بچوں کو پڑھاؤ تاکہ  
 تم جنات اور شیاطین کے شر سے محفوظ ہو جاؤ۔ یہ قلعہ ہے قلعہ۔



## لَا اِكْرَاهَ فِي

الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ  
 وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ  
 لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥ اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا يَخْرِجُهُمْ  
 مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا اُولٰٓئِهِمُ الطَّاغُوتُ  
 يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ  
 فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٦ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حٰجَّجْنَا بَرٰهْمَ فِى رِيْءِهٖ اَنْ  
 اَتٰهُ اللّٰهُ الْمَلِكُ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّىُّ الَّذِىْ يُحٰى وَيُمِيتُ  
 قَالَ اَنَا اُحْيِىْ وَ اُمِيتُ ٧ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يٰٓاْتِى بِالشَّمْسِ  
 مِنَ الْمَشْرِقِ فَاَنْتَ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ قَبِهَتْ الَّذِىْ كَفَرَ  
 وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٨

لَا اِكْرَاهَ نہیں ہے کوئی جبر اور زور فی الدین دین کے بارے  
 میں قَدْ تحقیق کے ساتھ تَبَيَّنَ خوب واضح ہو چکی ہے الرُّشْدُ  
 بھلائی اور نیکی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے فَمَنْ يَكْفُرْ پس جس نے انکار  
 کیا بِالطَّاغُوتِ طاغوت کا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر  
 فَقَدْ اسْتَمْسَكَ پس تحقیق کے ساتھ اس نے پکڑ لیا بِالْعُرْوَةِ دستہ  
 الْوُثْقَى جو مضبوط کڑا یا رسی ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا نہیں ہے اس کے

واسطے ٹوٹنا، یعنی وہ ٹوٹے گا نہیں وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا  
 جاننے والا ہے اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ آقا اور سرپرست ہے ان  
 لوگوں کا جو ایمان لائے یُخْرِجُهُمْ ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ  
 اندھیروں سے اِلَی التَّوْرِ روشنی کی طرف وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ  
 لوگ جو کافر ہیں اَوَّلٰیئُھُمُ الظَّالِمُوْنَ ان کے ساتھی ہیں طاغوت  
 یُخْرِجُوْنَھُمْ ان کو نکالتے ہیں مِّنَ التَّوْرِ روشنی سے اِلَی الظُّلُمٰتِ  
 اندھیروں کی طرف اُولٰٓئِکَ وہ اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے ہیں  
 ھُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اَلَمْ تَرَ کیا تجھے  
 معلوم نہیں اِلَی الَّذِیْ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ جس نے جھگڑا کیا  
 اِبْرٰھِمَ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِی رَبِّہٖ اس کے رب کے بارے میں  
 اَنْ اس لیے جھگڑا کیا اِنَّہٗ اللّٰهُ الْمَلٰٓئِکَ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک دیا  
 تھَا اِذْ قَالَ اِبْرٰھِمَ جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّی الَّذِیْ میرا رب وہ  
 ہے یٰحٰی جو زندہ کرتا ہے وَیَمِیْتُ اور مارتا ہے قَالَ اس  
 شخص نے کہا اَنَا حٰی وَاَمِیْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں  
 قَالَ اِبْرٰھِمَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ  
 یٰتٰی لے آتا ہے بِالشَّمْسِ سورج کو مِّنَ الْمَشْرِقِ مشرق کی  
 طرف سے قَاتِلَہَا پس تو لے آس کو مِّنَ الْمَغْرِبِ مغرب کی

طرف سے فَبَهِتَ الَّذِي پس حیران کر دیا گیا وہ شخص كَفَرَ جو کافر  
تھا وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي نہیں ہدایت دیتا الْقَوْمَ  
الظَّالِمِينَ ظالم قوم کو۔

### یہودِ مدینہ کی حالت :

مدینہ منورہ میں مالی لحاظ سے اور علمی اور سیاسی لحاظ سے بھی یہود کا تسلط تھا۔ ابھی  
آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف نہیں لے گئے تھے۔ تو اس وقت مدینہ  
طیبہ میں یہود ہی کا اثر و رسوخ تھا۔ اور مشرکین کے دو خاندان تھے ایک اوس اور دوسرا  
خزرج اور یہ دونوں خاندان زمیندار تھے۔ ان کی زمینیں تھیں، باغات تھے یہود کے پاس  
بھی کافی زمینیں اور باغات تھے مگر تجارت پر ان کا غلبہ تھا۔ وہ لوگ جو غریب تھے ان میں  
سے ایسے بھی تھے جو اپنا خرچہ بھی پورا نہیں کر سکتے تھے انھوں نے اپنے بچے یہود کے  
حوالے کر دیئے تھے کہ ان کا خرچہ بھی تم برداشت کرو اور ان کو تعلیم بھی تم نے دینی ہے۔  
چونکہ وہ کھاتے پیتے لوگ تھے بچے بھی ان کے خوش رہتے۔

جب آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے، اسلام پھیلا وہ لوگ جن کے بچے  
یہودیوں کے قبضہ میں تھے انھیں فکر ہوئی کہ یہودیوں نے ہمارے بچوں پر یہودیت کا  
رنگ چڑھا دیا ہے اور ایک صحابی جن کا نام ابو الحصین تھا (ضاد کے ساتھ) رضی اللہ عنہ۔ ان کے  
دولہ کے عیسائی بھی ہو گئے، بالغ تھے، تجارت کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹوں پر سختی  
کی کہ میں مسلمان ہوں تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا ہم نے نہیں ہونا۔ باپ نے  
خاصا زور لگا، مارا پیٹا بڑا کچھ کیا مگر وہ بڑے پکے تھے مسلمان نہ ہوئے۔

اسی طرح جب مدینہ طیبہ سے یہود کو جلا وطن کیا گیا خیبر کی طرف تو ان کے ہاں جو

مسلمانوں کے بچے تھے وہ بھی ساتھ چلے گئے۔ ماں باپ نے خاصا زور لگایا کہ تم ہمارے بچے ہو۔ کہنے لگے نہیں ہم تمہارے نہیں ہیں اور وہ بچے بھی عاقل بالغ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت! اب ہم کیا کریں؟ ہمارے بچے ہیں، کوئی یہودی ہے، کوئی عیسائی ہے اور ہم بڑا زور لگاتے ہیں مگر وہ ایمان کی طرف نہیں آتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کہ دین میں جبر کوئی نہیں ہے۔ تبلیغ ہے، ترغیب ہے، دین کی خوبیاں بیان کرو ان کے عقیدے کی خرابیاں بیان کرو مگر ڈنڈے کے زور پر کسی کو منوانا یہ صحیح نہیں ہے۔ تبلیغ کرو جن کے دل صاف ہوں گے یقیناً حق کو قبول کریں گے اور جو ضدی ہیں انھوں نے خدا کے پیغمبروں کی بھی باتیں نہیں مانیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور جبر اس لیے نہیں ہے کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ تحقیق کے ساتھ واضح ہو چکی ہے بھلائی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے ذریعے، اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور پیغمبروں کے نائبین کے ذریعے حق اور ہدایت کو خوب واضح کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کفر ہے، گمراہی ہے، بدی ہے، یعنی نیکی اور بدی کی الگ الگ حقیقت بیان کر دی ہے۔

بعض لوگوں نے یہاں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو مرتد ہے اس کو سزا نہیں دینی چاہیے۔ شرعی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی کہ اپنے شکوک و شبہات پیش کرے۔ اگر ایک عالم حل نہیں کر سکے گا دوسرا کرے گا۔ دوسرا نہیں کر سکے گا تیسرا کرے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدائی تعلیم ہو اور اس پر اعتراضات ہو ان کے جوابات نہ ہو۔ تین دن کے بعد بھی اگر وہ اپنے کفر پر ڈٹا رہا



تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ لَا  
اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ دین میں کوئی جبر نہیں ہے لہذا اس کو کیوں قتل کیا جاتا ہے اور اس کو کیوں  
اسلام پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان نادانوں نے بات کو سمجھا نہیں۔

ابتداءً کسی کافر کو اسلام پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ تو مسلمان ہو جاوے نہ تجھے قتل کر دیا  
جائے گا، لیکن جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد پھر مرتد ہو جائے وہ باغی ہے اور باغی کا  
مسئلہ الگ ہے۔ آج کوئی بھی حکومت اپنے باغی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو جو  
شخص رب کا باغی ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا باغی ہو جائے اس کو کس  
طرح معاف کیا جاسکتا ہے اور اس کو کس طرح نجات مل سکتی ہے۔

### طاغوت کا معنی :

فرمایا فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ پس جس نے طاغوت کا انکار کیا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ  
اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ تو طاغوت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ طاغوت کا معنی شیطان  
بھی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کا معنی جادو بھی ہے اور صنم یعنی بت بھی ہے۔ اور طاغوت کا  
معنی ساحر جادو گر بھی ہے۔ اور طاغوت کا ہن، فال نکالنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ تو  
شیطان، بت، جادو اور جادو گر اور فال نکالنے والے یہ سب طاغوت ہیں۔ حضرت امام  
مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كُلُّ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ”اللہ تعالیٰ سے ورے  
ورے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ مثلاً: لات ہے، منات ہے، عزیٰ ہے، کوئی ہو وہ  
سب طاغوت ہیں۔“ اور مومن کا فریضہ ہے طاغوت کا انکار کرنا۔ شیطان کی اطاعت کا  
بتوں کی عبادت کا انکار کرنا، جادو گروں کے جادوؤں کا انکار کرنا۔ اسی طرح فال نکالنے  
والوں کے پاس جانے سے انکار کرنا۔

وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی پس تحقیق انھوں نے پکڑ لیا مضبوط کڑا یا دستہ۔ گاڑیوں کے سفر تم نے کیے ہوں گے۔ پائیدانوں کے قریب مضبوط دستے لگے ہوتے ہیں۔ جو شخص اس دستے کو پکڑ لے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ وہ محفوظ رہے گا، گرے گا نہیں۔ اور جس دستے کو مومن نے پکڑ لیا وہ ایسا ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا اس دستے کے لیے ٹوٹنا نہیں ہے۔ تو جس نے اس دستے کو پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ محفوظ رہے گا۔۔

### امیر شریعت کا دلچسپ واقعہ :

جو پرانے بزرگ ہیں انھوں نے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوگا اور ان کی تقریریں بھی سنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقریر کا بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پانچ پانچ، چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ گھنٹے تقریر فرماتے تھے۔ ہم نے ان کی تقریروں میں ہندوؤں اور سکھوں کو بھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔ گوجرانوالا میں ان کی تقریر تھی، بہت بڑا مجمع تھا تو کسی نے رقعہ دیا کہ تم لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہو حالانکہ تم خود کافر ہو۔

اُن دنوں بریلویت کا زور تھا اور دیوبندیوں کو کھلے طور پر کافر کہتے تھے، اپنی مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر کسی مسجد میں دیوبندی داخل ہوتا تو اُسے دھو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک دیوبندی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ لید ہو جاتی ہے اور اگر سوخنزیر داخل ہوں تو کچھ نہیں ہوتا۔

اب الحمد للہ! ملک میں وہ حالات نہیں ہیں۔ پہلے وہ اپنے جلسوں میں ان مسائل کا یعنی حاضر ناظر وغیرہ کا باقاعدہ عنوان رکھتے تھے۔ عالم الغیب کا عنوان رکھتے تھے، مختار

کل کا عنوان رکھتے تھے۔ اب الحمد للہ! وہ قہے نہیں رہے۔ ہماری کتابوں نے خاصا اثر کیا ہے۔ اب یہ عنوان نہیں رکھتے۔ ہاں ضمنی طور پر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے چٹ پکڑادی کہ تم تو کافر ہو۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے۔ یہاں جین والی کھوہی کے مقام پر جلسہ تھا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ اس مجمع میں حضرت نے جنت کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ جنت میں یہ ملے گا، یہ ملے گا۔ ایک بابا جی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ حضرت شاہ جی! یہ بتائیں کہ جنت میں حقہ بھی ملے گا؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! حقہ ملے گا لیکن آگ لینے کے لیے دوزخ میں جانا پڑے گا۔

تو حضرت نے رقعہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ میں کافر ہوں، کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ ہمارا اس وقت طالب علمی کا زمانہ تھا ہمیں بہت غصہ آیا کہ رقعہ والے نے بھی کہا ہے کہ تم کافر ہو اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاں میں کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ پھر حضرت نے اعوذ باللہ پڑھا اور بسم اللہ پڑھی اور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور قرآن شریف پڑھنے کا حضرت کا انداز نرالا ہوتا تھا۔ جی چاہتا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے رہیں اور آدمی سنتا رہے۔ تو حضرت نے یہ آیت پڑھی

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ - فرمایا: میں کافر ہوں مگر طاغوت کا کافر ہوں، اللہ کا کافر نہیں ہوں اور میرے ہاتھ میں مضبوط دستہ ہے۔ پھر انگریز پر چڑھ گئے، بے ٹکٹے اور چھ سات گھنٹے انگریز کے خلاف تقریر کی۔ یہ اس وقت کے طاغوت تھے انھوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے۔

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے اللہ وَلِیُّ الَّذِیْنَ

اللہ تعالیٰ آقا ہے، مددگار ہے ان لوگوں کا اٰمَنُوْا جو ایمان لائے یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے، کفر، شرک اور بُرائی کے اندھیروں سے نکالتا ہے اِلٰی النُّوْرِ نور کی طرف۔ یعنی نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام اور نورِ حق کی طرف وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَوَّلَیَّھُمْ الظُّلُمٰتُ ان کے ساتھی اور دوست طاغوت ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ ہے۔ جادوگر، بت، شیطان یہ سب ان کے ساتھی ہیں یُخْرِجُوْنِھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ وہ ان کو نکالتے ہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف۔ ایمان سے کفر کی طرف لے جاتے ہیں وہ کفر کی تبلیغ کرتے ہیں، عقیدے بگاڑتے ہیں، اخلاق بگاڑتے ہیں اَوَّلَیْکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ لوگ دوزخ والے ہیں ھُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

### حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں ایک قوم تھی عمالقہ، یہ عملیق کی نسل سے تھے۔ اس وقت ان کا اقتدار تھا۔ نمرود ابن کنعان یہ اس وقت بادشاہ تھا اور ملک عراق تھا۔ جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے وہ اس ملک کا دار الخلافہ تھا اور اس کا نام تھا کوسیٰ بروزن طوبیٰ۔ آج کے جغرافیہ میں اس شہر کا نام ہے اُر۔ آج وہ چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا ہے مگر اس زمانے میں وہ دار الخلافہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آزر تھا وہ اس وقت وزیر مذہبی امور تھے۔ جس جگہ بت خانہ بنانا ہوتا تھا یا جہاں کہیں بت رکھنے ہوتے تھے یا کہیں مجاور رکھنے ہوتے تھے، یہ ان کی ذمہ داری تھی یعنی یہ محکمہ ان کے سپرد تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی شان دیکھو کہ باپ بت بنانے

دالوں میں ہے اور بیٹا بت گرانے دالوں میں ہے۔ وہ بت ساز ہے اور یہ بت شکن ہے۔ باپ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، قوم کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، وقت کے بادشاہ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اس گفتگو کا ہے جو نمرود ابن کنعان کے ساتھ ہوئی۔

الْعَدُوِّ کیا تجھے معلوم نہیں ہے اِلٰی الَّذِی اس شخص کا واقعہ حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ جس نے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِی رَبِّہٖ اس کے رب کے بارے میں یہ جھگڑا کرنے والا نمرود ابن کنعان جو اس وقت کا بادشاہ تھا۔ اور جھگڑا اس بات پر ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی کہ تم رب تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اَنْ اُنۡشِئَ اللّٰهُ الْمُلۡکَ اس لیے اس نے جھگڑا کیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو ملک دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا نہ یہ کہ رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا شروع کرتا۔

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے مفسر ہیں، ان کی تفسیر خازن مشہور ہے۔ اپنی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے چار بادشاہ ہوئے ہیں۔ اِثْنَانِ کَافِرَانِ وَاِثْنَانِ مُسْلِمَانِ، دو کافر تھے جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک نمرود ابن کنعان اور ایک نُحْشَ اِیْرَانِی، یہ مجوسی کافر تھا۔ اور دو مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا واقعہ قرآن پاک کے سولہویں پارے میں آتا ہے۔ اسکندر ابن فیلقوس اس کا نام تھا۔ ان کی جائے پیدائش مقدونیہ ہے جو یونان کے ملک میں ایک جگہ ہے۔ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے قریب قریب تھا۔ جو بڑے مومن اور موحد تھے۔

تو نمرود ابن کنعان بڑی عمر کا تھا۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اتنی عمر ہو سکتی ہے۔ لیکن تھا بڑا ضدی اور ہٹ دھرم۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا تو اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا رَبِّیَ الَّذِیْ یُنٰحِیْ وَیَمِیْنُ کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ قَالَ اس نمرود نے کہا اَنَا اُخِیْ وَ اُمِیْنُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس نے اس طرح کیا کہ ایک مجرم جس کو ماتحت عدالتوں نے موت کی سزا دی تھی اور اب صرف بادشاہ کے پاس رحم کی اپیل باقی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ دیکھو جی عدالتیں اس کو موت کی سزا دے چکی ہیں۔ میں اس کو رہا کرتا ہوں لہذا میں نے مُردے کو زندہ کر دیا اور ایک بے چارہ بے گناہ سامنے آیا۔ اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حالانکہ اُخِیْ وَ اُمِیْنُ کا یہ مفہوم نہیں تھا۔ بلکہ مفہوم تو یہ تھا کہ ظاہری کوئی سبب نہ ہو پھر وہ مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ جس طرح اس نے سمجھا اس طرح تو گولی سے بھی آدمی مار دیتا ہے تو پھر معاذ اللہ یہ سارے خدا بن گئے۔ جیسے چور، ڈاکو، غنڈے یہ سب بد معاش آدمیوں کو مارتے ہیں تو یہ سارے خدا بن گئے؟ موت و حیات کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے مارنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نمرود اسباب کی طرف چلا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بجائے اس کے کہ اس کو موت و حیات کا معنی سمجھانے میں الجھتے بلکہ اس سے واضح دلیل کی طرف منتقل ہو گئے۔

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَإِنَّ اللّٰهَ یَاتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ پس بے شک اللہ تعالیٰ لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے اور مغرب کی طرف لے جاتا

ہے۔ تو اگر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو قَاتِلِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ پس تو لا مغرب کی طرف سے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عذر لنگ کا اس کو یہاں بھی موقع تھا کہ وہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سورج جو مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے یہ تو روزانہ میں کرتا ہوں۔ اے ابراہیم! اگر تیرا کوئی رب ہے تو اس کو کہو کہ مغرب کی طرف سے لائے۔ لیکن وہ اگر ایسا کہتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے لیے سورج مغرب کی طرف سے طلوع کر کے دکھا دیتا۔

اور ایک وقت آئے گا کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مطلع بالکل صاف ہوگا لوگ دیکھیں گے کہ صبح صادق نہیں ہو رہی۔ بڑے حیران ہوں گے کہ بادل بھی نہیں دھند بھی نہیں سورج طلوع نہیں ہو رہا۔ اس دوران سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس کے بعد اگر کوئی ایمان لائے گا تو اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ یہ سورج دو پہر تک آئے گا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تو پہلے کی طرح مشرق سے طلوع ہو کر اپنی تاخیر کو پورا کر لے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جتنا وقت درمیان میں گزرا ہوگا سورج اپنی تاخیر پوری کرے گا۔ اس کے بعد دنیا تقریباً ایک سو بیس سال رہے گی، پھر اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے۔

فَبِئْسَ الَّذِي كَفَرَ پس حیران ہو گیا وہ شخص جو کافر تھا۔ ہمارے حضرت مرحوم مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ ہمارے مرشد اور پیر ہیں اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، بہت بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے۔ وہ اپنی میانوالوی بولی میں ترجمہ فرمایا کرتے تھے فَبِئْسَ الَّذِي كَفَرَ ”پس کافر بھڑدی دا بچہ تھی گیا۔“

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو قوم  
کفر و شرک پر ڈٹی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔





## اَوْكَالِدْنِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ اِنِّي يُحْيِي هَذِهِ الْاَلِلَهُ بَعْدَ  
 مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللهُ مِائَةً عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ  
 قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةً عَامٍ  
 فَانْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ  
 وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا  
 ثُمَّ نَكْسُوهَا الْحَمَاءَ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ الْاِلَهَ عَلَى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيرٌ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى  
 قَالَ اَوْ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمِئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ  
 اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ  
 مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يٰ اٰتِيْنِكَ سَعِيًّا وَاَعْلَمُ اَنَّ الْاِلَهَ عَزِيْزٌ  
 حَكِيْمٌ

اَوْكَالِدْنِي یا اس شخص کی طرح ہے مَرَّ جو گزرا عَلَى قَرْيَةٍ  
 ایک بستی کے پاس سے وَهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ گری ہوئی تھی عَلَى  
 عُرُوشِهَا اپنی چھتوں کے بل قَالَ کہا اس نے اِنِّي کس طرح  
 يُحْيِي هَذِهِ الْاِلَهُ آباد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے تباہ ہو  
 جانے کے بعد فَاَمَاتَهُ اللهُ پس اس کو اللہ نے موت میں رکھا مِائَةً

عَامٍ سَوَالٍ ثُمَّ بَعَثَهُ پھر اس کو زندہ کیا قَالَ فرمایا كَمْ  
 لَيْثٌ كتنا عرصہ تم مرے رہے ہو قَالَ کہا اس نے لَيْثٌ يَوْمًا  
 أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ مرارہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا رب  
 تعالیٰ نے بَلْ لَيْثٌ بلکہ تو مرارہا مِائَةَ عَامٍ سَوَالٍ فَانْظُرْ اِلٰی  
 طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی طرف وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی  
 چیز کی طرف لَمْ يَتَسَنَّهْ وہ متغیر نہیں ہوئی وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ اور  
 دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَ اٰيَةً اور تاکہ بنائیں ہم تجھے نشانی  
 لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَانْظُرْ اِلٰی الْعِظَامِ اور دیکھ ہڈیوں کی طرف  
 كَيْفَ نُنشِزُهَا کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا پھر ہم  
 چڑھاتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ پس جب اچھی طرح  
 واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں  
 جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہر چیز پر  
 قادر ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جس وقت فرمایا ابراہیم ؑ نے رَبِّ  
 اٰرِنِيْ اے میرے رب تو مجھے دکھا كَيْفَ تُخَيِّ الْمَوْتٰی کس طرح تو  
 زندہ کرے گا مُرَدُّوْنَ کو قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ تُؤْمِنُ  
 کیا تو ایمان نہیں لایا قَالَ بَلٰی فرمایا ہاں ایمان لایا ہوں وَلٰكِنْ  
 لِّيُظْمِنَ قَلْبِيْ اور لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے قَالَ فرمایا

رب تعالیٰ نے فَخُذْ پس پکڑ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ چار پرندے  
فَصَرَّهُنَّ اِلَيْكَ پس ان کو مانوس کر لے اپنے ساتھ ثُمَّ اجْعَلْ پھر رکھ تو  
عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ ہر پہاڑ پر ان میں سے جُزْءًا حصہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ  
پھر تم ان کو بلاؤ یَا تِیْنٰکَ سَعِیًّا آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے  
وَاعْلَمُ اور تو جان لے اَنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ  
غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود ابن  
کنعان کا مکالمہ بیان فرمایا۔ اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعے بیان فرمائے  
ہیں۔

### صہیونیت کا معنی :

پہلا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک پہاڑ ہے جس کا نام ہے صہیون۔ آج کل  
اخبارات میں اس کا تلفظ غلط تحریر کیا جاتا ہے صہیون لکھتے ہیں پہلے ی پھر ہا۔ قاموس  
وغیرہ میں تصریح ہے صہیون یعنی پہلے ہا ہے پھر یا ہے، بروزن فرزؤن۔ یہ پہاڑ سمندر کی  
سطح سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے ہمارے ہاں کوہ مری ہے۔ اس پہاڑ  
پر شہر تھا بیت المقدس۔ مقدس اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ بھی درست ہے اور مقدس بھی  
درست ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں تصریح فرمائی  
ہے۔

## حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ :

یہ شہر بڑا مشہور اور مرکزی تھا اور کافی آبادی تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام اپنے ایک سفر میں اس کے پاس سے گزرے۔ اس شہر کو بخت نصر ایرانی نے جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا حملہ کر کے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ تفسیر ابو سعود وغیرہ میں ہے کہ چالیس ہزار علماء جو تورات کے حافظ تھے ان کو قتل کر دیا۔ یہ چونکہ مجوسی تھا اس واسطے تورات کو ختم کر دیا۔ قتل و غارت کے ساتھ مکان بھی گرا دیئے، بالکل کھنڈرات بن گئے اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اس شہر کو بڑا آباد دیکھا تھا۔

(جیسے کوئٹہ پہلے بڑا اہم شہر ہوتا تھا۔ اکتیس مئی ۱۹۳۵ء میں جب وہاں زلزلہ آیا تو کوئٹہ تباہ ہو گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ مجھے باسٹھ سال بعد پھر کوئٹہ جانا پڑا۔ میں نے غرق ہونے سے پہلے کوئٹہ دیکھا تھا۔ اب جب کہ دیکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بارونق تھا۔)

اور اب حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا تو بالکل تباہ و برباد اور کھنڈر بن چکا تھا۔ عزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار تھے اور کھانے کے لیے انجیر ان کے پاس تھی اور کچھ پھلوں سے نکلا ہوا جوس یعنی نبیذ بھی ان کے پاس تھی۔ جب وہاں سے گزرے اور شہر کی تباہی اور بربادی دیکھی تو حیران ہوئی اور تعجب کے ساتھ کہا کہ یہ شہر پھر آباد ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کو پھر آباد کرے گا اور کس طرح کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو وفات دے دی۔ وہ سو سال مُردہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے پاس جو انجیر اور جوس تھا وہ سو سال تک خراج نہ ہوئے۔ حالانکہ تمام پھلوں میں جلدی خراب ہونے والا پھل انجیر ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ۔ اللہ تعالیٰ نے تین (انجیر) میں

بڑی خصوصیات رکھی ہیں۔ یہ معدے کو درست کرتا ہے، بواسیر کے لیے بڑا مفید ہے۔ خون کی اصلاح کے لیے بہت عمدہ ہے۔ گھٹنوں کے درد اور دیگر جسم کے دردوں کے لیے بڑا مفید ہے مگر زیادہ دیر رہ نہیں سکتا۔ البتہ لوگ خشک کر کے رکھتے ہیں اور جوس بھی زیادہ دیر صحیح نہیں رہتا خراب ہو جاتا ہے۔ اور گدھا مرا ہوا اور اس کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں حالانکہ گدھا زیادہ دیر زندہ رہ سکتا ہے مگر یہ رب تعالیٰ کی قدرت تھی جو چیز جلد خراب ہونے والی تھی وہ محفوظ اور جو دیر تک رہ سکتی ہے اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔

سوسال کے بعد جب رب تعالیٰ نے ان کو اٹھایا تو فرمایا کہ تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو؟ تو فرمایا پروردگار! ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یعنی اگر وہی دن ہے تو دن کا کچھ حصہ ہے اور اگر دوسرا دن ہے تو پھر مکمل دن ہے۔ قَالَ رَبِّ تَعَالٰی نے فرمایا بَلِّ لَّیْسَتْ مِائَةَ عَامٍ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سوسال فَانْظُرْ دِیکھو اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ اپنے انجیر کو اور جوس کو لَمْ یَتَسَنَّہٗ ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ اور اپنے گدھے کو۔ تیرے سامنے ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو جوڑیں گے اور ان پر گوشت چڑھائیں گے، چمڑا چڑھائیں گے تیرا گدھا بن جائے گا۔

سوسال کے بعد جب واپس گئے تو جس شہر میں آباد تھے اس کا حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ ان کے پڑوس میں ایک عورت تھی وہ اس وقت جوان ہوتی تھی جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام یہاں سے گئے تھے۔ اب وہ بوڑھی اور آنکھوں سے نابینا ہو گئی تھی۔ اور بے چاری کے گھٹنے، ٹخنے بڑے (پتھرا) گئے تھے چل پھر نہیں سکتی تھی۔ اس بوڑھی کو بیٹھے دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا اَیْنِ بَیْتُ عَزْرِیْرِ کہ عزیر علیہ السلام کا گھر کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تم کون ہو؟ فرمایا میں عزیر ہوں علیہ السلام۔ اُس نے کہا کہ عزیر اس وقت کہاں سے

آگئے وہ تو کہیں فوت ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا نہیں میں غزیر ہوں۔ بوڑھی کہنے لگے وہ تو بڑے مقبول الدعائے تھے۔ اگر واقعی تو غزیر ہے تو میرے واسطے دعا کر کہ میری آنکھیں درست ہو جائیں تاکہ میں تجھے بھی دیکھوں اور دوسری چیزوں کو بھی دیکھوں اور میں اپناج ہو گئی ہوں اتھ نہیں سکتی دعا کر کہ رب مجھے درست کر دے۔

حضرت غزیر علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھی کی آنکھیں درست فرما دیں اور پاؤں بھی تندرست ہو گئے اور وہ چلنے پھرنے لگ گئی۔ وہ ان کو لے کر گئی کہ آؤ میں تمہیں تمہارا گھر دکھاتی ہوں۔ پہلے حضرت غزیر علیہ السلام کا گھر کنارے پر تھا مگر اب آبادی کے پھیل جانے کی وجہ سے درمیان میں آ گیا تھا۔ اس وقت حضرت غزیر علیہ السلام کا ایک بیٹا زندہ تھا۔ جس کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی۔ پوتے پڑ پوتے بھی بوڑھے ہو گئے تھے۔ اُس مائی نے دکھایا کہ یہ تمہارا گھر ہے۔ جب غزیر علیہ السلام اندر داغ ہونے لگے تو پوتے پڑ پوتوں نے کہا کہ بابا کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ کہنے لگے واپس جا یہاں تیرا گھر کہاں سے آ گیا؟ اس بوڑھی نے کہا کہ تمہارا باپ ہے، دادا ہے۔

حضرت غزیر علیہ السلام کے بیٹے نے کہا کہ ہمیں باپ کی دو چیزیں یاد ہیں۔ ان کے بین الکفین، دونوں کندھوں کے درمیان چاند کی طرح ایک نشان تھا اور دوسری چیز یہ ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔ چنانچہ ان کا کرتہ اٹھایا گیا تو دونوں کندھوں کے درمیان چاند کا نشان موجود تھا۔ اور انھوں نے تورات کھول کر آپ علیہ السلام کے آگے رکھی کہ سنائیں۔ چنانچہ انھوں نے ساری تورات سنا دی تو سب کو یقین آ گیا کہ واقعی حضرت غزیر علیہ السلام ہیں۔ اُن کے ان معجزوں کو دیکھ کر یہود نے ان کو رب کا بیٹا بنا دیا۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ

عَزَّيْرُ يَابُنِ اللّٰهِ ” اور کہا یہود نے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ ” وہ اللہ تعالیٰ کے صاحب معجزات پیغمبر تھے۔ یہ ان کا ذکر ہے۔

اَوْ كَالَّذِيْ يَأْتِيْكَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ بِسِتْرِ الْمَوْتِ يَأْتِيْكَ بِهِمْ مُّتَشَفِّعِينَ بِأَنْفُسِهِمْ يَتُوبُونَ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰۰

اور وہ بیت المقدس کی بستی تھی وَهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ بستی گری ہوئی تھی عَلٰی عُرْوَتِهَا اپنی چھتوں کے بل۔ وہ اس طرح کہ پہلے چھتیں گریں پھر ان کے اوپر دیواریں گریں قَالَ فرمایا اَلٰی کس طرح یٰحٰی زندہ کرے گا آباد کرے گا ۝۱۰۱

هٰذِهِ اللّٰهُ اس شہر کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرچکنے کے بعد یعنی تباہ ہونے کے بعد ۝۱۰۲

فَامَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةً عَامًا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مردہ رکھا سو سال ثُمَّ بَعَثَهُ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھایا قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَمْ لَبِثْتَ کتنا دیر تو ٹھہرا رہا ۝۱۰۳

قَالَ فرمانے لگے لَبِثْتُ يَوْمًا ٹھہرا میں ایک دن اَوْ بَعْضُ يَوْمٍ یا دن کا کچھ حصہ ۝۱۰۴

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بَلْ لَبِثْتَ مِائَةً عَامًا بلکہ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی چیز کی طرف ۝۱۰۵

جو کہ انجیر کے دانے تھے وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی چیز کی طرف، جو کہ جوس تھا لَمْ يَتَّسِفْ نہ کھانا متغیر ہوا اور نہ جوس خراب ہوا ۝۱۰۶

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَ اٰیَةً اور تاکہ بنائیں ہم تجھے نشانی لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے ۝۱۰۷

وَانْظُرْ اِلٰی الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ہم پہناتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ پس جب اچھی طرح واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا واقعہ: **وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ** اور جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اَرِنِي تو مجھے دکھا **كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى** تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یعنی مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ **كَيْفَ** کے لفظ ہیں **قَالَ** فرمایا **أَوَلَمْ تُؤْمِنْ** کیا تو ایمان نہیں لایا کہ میں مُردوں کو زندہ کیا کرتا ہوں **قَالَ بَلَىٰ** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار! میرا ایمان ہے کہ تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے **وَلَكِنْ** اور لیکن (کیفیت دیکھ کر) **يَظْمَنُ قَلْبِي** تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ **نَفْسٍ أَحْيَاءٍ مَوْتَى** کا تو مجھے یقین ہے لیکن کیفیت دیکھ کر مزید میں اطمینان اور تسلی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

**قَالَ** اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ** پس پکڑ لے تو چار پرندے **فَصَرَّهُنَّ إِلَيْكَ** پس مانوس کر تو ان کو اپنے ساتھ۔ وہ چار پرندے کیا تھے؟ تفسیر بیضاوی، ابوالسعود، معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ ایک مور تھا جس کو اپنے حسن پر بڑا گھمنڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی خوب صورت شکل بنائی ہے۔ پاؤں ذرا بد صورت سے ہوتے ہیں۔

❀ دوسرا ان میں سے مرغا تھا۔ اور مرغے میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔  
❀ تیسرا ان میں سے غراب (کوا) یہ خسیس الطبع ہوتا ہے۔ طبعی شرافت سے محروم ہوتا ہے۔

❀ چوتھا کبوتر تھا اور کبوتر اپنی مراد حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور انسان انھی چیزوں سے مرکب ہے۔ شہوت اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے۔ اپنے حس و جمال پر مغرور رہتا ہے۔ خسیس الطبع بھی ہے **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ**، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی



دنیا میں موجود ہیں لیکن اکثر خسیس الطبع ہیں۔ اور ہر آدمی اپنی مراد حاصل کرنے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے۔ تو یہ چار جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لیے اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کیا۔ اور جانور بھی آدمی کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں۔ طوطا دیکھو، مینا دیکھو، انکو مانوس کر دو تمہارے ساتھ بیٹھیں گے بلکہ تمہارے ہاتھ سے چیزیں چھین لیں گے۔

جب وہ مانوس ہو گئے جس وقت ان کو بلاتے وہ جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ جاتے۔ تو فرمایا اب تو ان جانوروں کو ذبح کر اور ان کے سر اپنے پاس رکھ لے اور باقی جو گوشت ہے اس کا قیمہ بنا اور اس قیمے میں ہڈیاں، پر، ٹانگیں، ہر چیز ملا دے اور سب کا اکٹھا قیمہ بنانا ہے اور پھر قریب قریب جو پہاڑ ہیں وہ قیمہ شدہ گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے رکھ دے سروں کے بغیر۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے رکھ دیا تو فرمایا اب تو ان کو بلا۔ مثلاً: پہلے مرغ کو آواز دے کہ اے مرغ! آجا۔ چونکہ سب کا گوشت کاٹ کاٹ کر اکٹھا قیمہ بنایا تھا تو انھوں نے دیکھا کہ فضا میں مرغ کا گوشت دوسروں سے الگ ہو کر مرغ کے سر کے ساتھ جڑ گیا۔ اور رب نے اس میں جان ڈال دی۔ وہ مرغ اسی طرح بولنے لگا جس طرح پہلے بولتا تھا۔

اسی طرح کوئے کا گوشت بھی دوسروں سے الگ ہو کر اپنے سر کے ساتھ آ ملا۔ اسی طرح مور کا گوشت مور کے سر کے ساتھ مل گیا اور وہ زندہ ہو گیا۔ تو چاروں پرندے جس طرح پہلے تھے اسی طرح ہو گئے۔ یہ ان تفسیروں کا خلاصہ ہے جو بیضاوی معالم التنزیل، مدارک، ابوسعود وغیرہ میں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَخُذْ أَزْوَاجًا مِّنَ الطَّيْرِ اے ابراہیم علیہ السلام! پس تو بکڑ چار پرندے فَصْرَهُنَّ اِلَيْكَ پس تو ان کو اپنی طرف مانوس کر ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی

کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءٌ ۖ ا پھر ذبح کر کے ان کو رکھ دے۔ اُس پاس کی تمام پہاڑیوں پر ان کے ٹکڑے رکھ دے ثُمَّ اذْعَمْتُمْ پھر تو ان کو بلا یَاٰتِيَنَّكَ سَعْيًا وہ زندہ ہو کر تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ تو رب تعالیٰ نے کیفیت بیان فرمائی اِحْيَاءُ مَوْتٰی کی۔ کیوں کہ نفس موقی کے اِحْيَاءُ پر تو یقین تھا مگر اس کی کیفیت نہ دیکھی تھی کہ اجزاء کس طرح جڑتے ہیں اور ان میں جان کس طرح ڈالی جاتی ہے۔ وہ سب کچھ آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیا وَاعْلَمُوا اور اے ابراہیم! جان لے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ وہ جو چاہے کرے اُس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔



مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ  
 حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ  
 وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ  
 يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا  
 مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ  
 وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ  
 صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ  
 مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ  
 كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَ صُدًّا  
 لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
 الْكَافِرِينَ ۝

مَثَلُ الَّذِينَ مُثَال ان لوگوں کی يُنْفِقُونَ جو خرچ کرتے ہیں  
 أَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ  
 حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی أَنْبَتَتْ جس دانے نے اُگائے سَبْعَ  
 سَنَابِلَ سات خوشے فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ ہر خوشے میں مِائَةٌ حَبَّةٌ سو  
 دانے ہیں وَاللَّهُ يُضْعِفُ اور اللہ بڑھاتا ہے لِمَنْ يَشَاءُ جس کے  
 لیے چاہے وَاللَّهُ اور اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ کشائش کرنے والا ہے

عَلَيْهِمْ جانے والا ہے الَّذِينَ وہ لوگ يُنْفِقُونَ جو خرچ کرتے  
 ہیں أَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں  
 ثُمَّ لَا يُتَّبِعُونَ پھر نہیں جاتے اُس کے پیچھے مَا أَنْفَقُوا جو انھوں نے  
 خرچ کیا مِمَّا احسان وَلَا آذَى نہ اذیت دیتے ہیں لَهُمْ  
 أَجْرُهُمْ ان کے واسطے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کے رب کے  
 ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہو گا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ  
 اور نہ وہ غم کریں گے قَوْلٌ مَعْرُوفٌ بات اچھی وَمَغْفِرَةٌ اور درگزر  
 کرنا خَيْرٌ بہتر ہے مِنْ صَدَقَةٍ اس صدقے سے يَتَّبِعَهَا آذَى  
 جس صدقے کے پیچھے دکھ اور اذیت ہو وَاللَّهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پروا  
 ہے حَلِيمٌ تحمل کرنے والا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو  
 ایمان لائے ہو لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ نہ باطل کرو اپنے صدقات کو  
 بِالْمَنِيِّ احسان جتلا کر وَالْآذَى اور اذیت پہنچا کر كَالَّذِي اس  
 شخص کی طرح يَنْفِقُ مَالَهُ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال رِئَاءَ النَّاسِ  
 لوگوں کو دکھانے کے لیے وَلَا يُؤْمِنُ اور نہیں ایمان لاتا بِاللَّهِ اللہ  
 تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور آخرت کے دن پر فَمَثَلُهُ پس اس کی  
 مثال كَمَثَلِ صَفْوَانٍ جیسے مثال ہے ایک چٹان کی عَلَيْهِ تَرَابٌ اس  
 چٹان پر مٹی ہے فَأَصَابَهُ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر زور کی بارش فَتَرَكَمَهُ

صَلَدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف لَا يَقْدِرُونَ نہیں قادر علی  
شئ کسی چیز پر مِمَّا كَسَبُوا جو انھوں نے کمائی وَاللَّهُ لَا يَهْدِي  
الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر پر اڑی رہے۔  
انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط :

اس سے دو رکوع پہلے ذکر تھا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ ”اے  
ایمان والو! خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔“ اب مال کے قبول  
ہونے کی شرائط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کچھ شرائط اس رکوع میں بیان ہوں گی اور کچھ اگلے  
رکوع میں۔ اے ایمان والو! جو مال تم خرچ کرتے ہو اس کے واسطے کچھ شرائط بھی ہیں۔  
اگر وہ شرائط پائی گئیں تو پھر تمہارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں قبول ہوگا۔ ان تمام شرائط کا  
میں خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ تمام اعمال کے لیے پہلی اور بنیادی شرط ایمان ہے۔ اگر  
ایمان ہے تو نماز بھی قبول ہے، خیرات بھی قبول ہے، روزہ اور حج بھی قبول ہے۔ غرضیکہ جو  
بھی نیکی کرو گے قبول ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایمان کی حالت میں جو بھی نیکی  
کرو گے قبول کروں گا۔ اگر ایمان نہیں تو کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

تیرھویں پارے میں رب تعالیٰ نے مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے مَثَلُ الَّذِينَ  
كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ [ابراہیم: ۱۸]  
”جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی  
کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے تو اُسے اڑا کر لے جاتی ہے۔“ کیوں کہ اس میں ٹھہرنے کی  
قوت نہیں ہے۔ اسی طرح کافروں کے اعمال ہیں کہ وہ ایمان کے بغیر راکھ کے ڈھیر کی  
طرح ہیں کیوں کہ کافر بھی اچھے کام کرتے ہیں۔ انھوں نے ہسپتال بنائے، سڑکیں اور

پل بناتے ہیں یعنی رفاہ عام کے کام وہ کرتے ہیں۔ بلکہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مسلمان قوم سے بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں۔ اس واسطے وہ کہتے تھے کہ ہم جونیک کام کرتے ہیں کیا ہمیں ان کا اجر نہیں ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر کی حالت میں جو کام کرتے ہیں وہ راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں۔

تو اعمال کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان میں جتنی قوت ہوگی عمل اتنا ہی وزنی ہوگا۔ دوسری شرط ہے اخلاص۔ اگر عمل ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر ریاکاری کے لیے ہے تو اس کے متعلق فرمایا كَالَّذِي يَتَّبِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ اس شخص کی طرح جس نے خرچ کیا لوگوں کو دکھانے کے لیے تو وہ برباد ہے اس کا کوئی اجر نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ تیسری شرط ہے اتباع سنت یعنی اگر عمل سنت کی پیروی میں ہوگا تو قبول ہوگا اور اگر ظاہری طور پر عمل اچھا نظر آتا ہے مگر سنت کی مہر نہیں لگی ہوئی تو وہ برباد اور بے کار ہے۔ ایمان، اخلاص اور اتباع سنت۔ اگر یہ تین شرطیں موجود ہیں تو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔ پھر آگے مال کے لیے یہ شرط بھی آئے گی کہ حلال اور طیب بھی ہو۔ کیوں کہ حرام کے مال کا صدقہ خیرات قبول نہیں ہے۔ اس مقام پر ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ اَنْ لَوْغُوْنَ كَ خَرْجِ كَرْنِ كِ مَثَالِ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِ سَبِيلِ اللّٰهِ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: مَنْ جَاءَ بِاِحْسَنَةٍ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس نے نیکی کی پس اس کو دس گنا اجر ملے گا۔ مثلاً: ایک مرتبہ کہتا ہے سبحان اللہ! تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی دس نیکیاں لکھی گئیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی مسلمان بھائی کو کہتا ہے السلام علیکم! دس نیکیاں مل گئیں یا سلام کا جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے دس نیکیاں مل گئیں اور فی سبیل اللہ کی مد میں ادنیٰ نیکیاں سات سو گنا ہیں اور فی سبیل اللہ کی کافی مدات ہیں۔

پہلے نمبر کی مد علم دین حاصل کرنا ہے۔ جو حضرات دین کا علم حاصل کرتے ہیں یعنی طالب العلم ہیں ان پر خرچ کرنے والے کو ایک پیسہ کا سات سو پیسہ اور ایک روپیہ کا سات سو روپیہ کے حساب سے ملے گا۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے زیادہ جس کو چاہے رب تعالیٰ دے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص علم حاصل کرنے کے لیے ایک قدم بھی رکھے گا تو اس کو سات سو نیکیاں ملیں گی۔ مثال کے طور پر تم صبح گھر سے چلے ہو یہ الاملاہ لے کر کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم نے قرآن پاک کا یا حدیث شریف کا درس سنا ہے۔ کیوں کہ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں اور قدم دونوں طرف کے شمار ہوں گے۔ یعنی آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اور اگر کسی شخص نے کرایہ خرچ کیا ہے یا سکوتر وغیرہ میں تیل ڈلوایا ہے تو جتنا خرچ کیا ہے ایک روپے کے سات سو روپے کے حساب سے ملے گا۔

فی سبیل اللہ کی دوسری مد تبلیغ دین ہے۔ یعنی دین کی تبلیغ کے لیے نکلنا۔ تو وہ لوگ جو دین کی تبلیغ کر رہے ہیں ان کا سفر اور ان کا پیسہ خرچ کرنا یا ان پر پیسہ خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ فی سبیل اللہ کی تیسری مد جہاد ہے۔ إعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کافروں سے لڑنا۔ اور جہاد بھی اسلام کا جزء ہے۔ جس طرح تبلیغ ایک شعبہ ہے اسی طرح جہاد بھی ایک شعبہ ہے۔ فی سبیل اللہ کی چوتھی مد باطل کی تردید کے لیے تحریر کرنا ہے یعنی جہاد بالقلم۔ اسی طرح جو لوگ دین کی حمایت میں چندہ دیتے ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اسی طرح جو حاجی حج کے لیے جا رہا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں

ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق جو آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے جاتا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو جائز کمائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے چاہے وہ تجارت کرتا ہے، زراعت کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے یا مزدوری کرتا ہے بشرطیکہ کام جائز ہو اور عقیدہ بھی صحیح ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو تو اس کا جو قدم ہو گا وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

تو فرمایا مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ مِثَالِ ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مالوں کو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ اُگاتا ہے وہ دانہ سات خوشے۔ سَنَابِلٌ جمع ہے سُنْبُلَةٌ کی، خوشہ۔ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ہر خوشے کے ساتھ سودا نے ہیں۔ ہم نے پہاڑی علاقوں میں مکئی کو دیکھا ہے۔ بسا اوقات ایک ایک پودے کے ساتھ سات سات، آٹھ آٹھ خوشے بھی لگے ہوتے ہیں اور ایک ایک خوشے سے سو سو سے زیادہ دانے بھی نکلتے ہیں۔ تو کسان نے زمین میں ایک دانہ ڈالا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے جو پودا اُگایا ہے اس کے سات خوشے لگے ہوتے ہیں اور ہر خوشے میں سو سودا نے ہیں۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کو اسی طرح سمجھو کہ جو بھی نیکی کرے گا وہ سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے اور اسی پر بس نہیں وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس سے بڑھا دے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے عَلِيمٌ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ علم کس کے پاس ہے۔



## صدقہ کے بعض احکام :

آگے صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط کا ذکر ہے۔ ایمان، اخلاص، اتباع سنت یہ شرطیں ہیں قبولیت کی۔ اور صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط یہ ہیں۔ اور یہ شرائط بڑی سمجھنے والی ہیں اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ [www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **الَّذِينَ يُنْفِقُونَ** وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں **أَمْوَالَهُمْ** اپنے مال **فِي سَبِيلِ اللَّهِ** اللہ تعالیٰ کے راستے میں **ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ** پچھے نہ لگائے **مَّا** اس چیز کے **أَنْفَقُوا** جو انھوں نے خرچ کی **مَثًا** احسان۔ یعنی احسان نہیں جتلاتے کہ میں نے تیرے ساتھ یہ بھلائی کی ہے **وَلَا آذَى** اور نہ اذیت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے خاصی رقم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی شخص کو دے دی۔ اگر اس شخص نے یہ نیکی ایمان، اخلاص اور اتباع سنت کے ساتھ کی ہے تو اسے امید رکھنی چاہیے کہ اسے اجر ملے گا۔ لیکن ایک ماہ گزرنے کے بعد یا پانچ سال کے بعد یا دس سال کے بعد یا بیس سال کے بعد یا پچاس سال کے بعد اس نے اس کو احسان جتایا کہ میں نے تجھے فلاں وقت اتنی رقم دی تھی، نیکی ضائع ہو گئی۔ اور اس احسان جتانے کا گناہ الگ ہے۔ چاہے پہلے دن احسان جتلائے یا سو سال بعد جتلائے۔

اور دوسری چیز ہے اذیت دینا۔ اور اذیت دینا یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی آدمی نے جس پر احسان کیا ہے اُس نے کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف کر دی اور اس نے کہا میرا کھانے والے میرے سامنے پاتیں کرتا ہے اور بولتا ہے۔ تو ایسا کرنے سے اس کے صدقے کا اجر بالکل باطل ہو گیا۔ یا ویسے اس کو حقیر سمجھے کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس میں اس کی حقارت اور ذلت ہو۔ کیوں کہ اذیت قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی

بھی۔

تو جو نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں لَمْ يَجْرُؤْهُمْ عَنْهُ  
رَبُّهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے اُن کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ  
يَحْزَنُونَ اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں  
قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ اچھی بات وَمَغْفِرَةٌ اور درگزر کر دینا حَزْرٌ بہتر ہے مِمَّنْ  
صَدَقَ اس صدقے سے يَتَّبِعَهَا آذَى کہ جس کے پیچھے اذیت دی جائے۔ مثال  
کے طور پر کسی آدمی نے کسی کو پانچ دس روپے دیئے اور دینے کے بعد اسے کوستا ہے ذلیل  
کہتا ہے کہ تو موتا تازہ، ہٹا کٹا ہے مانگتا پھرتا ہے۔ تو دینے کے بعد ایسے الفاظ کہنے سے  
بہتر ہے کہ دینے سے پہلے کہہ دے باہا معاف کر۔ اودا اگر مقصد سمجھانا ہے تو پہلے سمجھائے  
کہ بھائی جی! تم اچھے بھلے ہو آنکھیں تمھاری صحیح ہیں، ہاتھ پاؤں تمھارے درست ہیں،  
صحت مند ہو، مانگنا اچھی عادت نہیں۔ دینے کے بعد اذیت نہ پہنچاؤ کہ اس طرح صدقہ  
بھی باطل ہو گیا اور اس کی دل آزاری کا گناہ الگ ہے وَاللّٰهُ غَفِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ بے  
پردا ہے کہ وہ تمھارے صدقات کا محتاج نہیں ہے حَلِيْمٌ حوصلے والا ہے کہ اگر تمھیں  
فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو وجہ یہ ہے کہ تحمل والا ہے، جلد باز نہیں ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو  
لَا تَبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ نہ ضائع کرو اپنے صدقات کو بِالْمَنِّ احسان جتلا کر وَالْأَذَى  
اور اذیت دے کر۔ تو یہ نص قطعی واضح کر رہی ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلائے  
گا یا اذیت پہنچائے گا تو صدقہ ضائع ہو جائے گا كَالَّذِي اس شخص کی طرح (اپنے  
صدقات کو باطل نہ کرو) يَتَّبِعُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو

دکھانے کے لیے وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور آخرت کے دن پر۔ یعنی جس طرح اس شخص کے صدقات باطل ہیں جو ریا اور دکھاوے کے طور پر خرچ کرتا ہے اُسی طرح تم اپنے صدقات، احسان اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔ سبق کے طور پر بات کو یاد رکھنا کہ جس کے ساتھ تم نے نیکی کی ہے اگر وہ بعد میں بگڑ بھی جائے۔ (کیوں کہ ہم نے ایسے دیکھے ہیں کہ جن کی پرورش ہوتی ہے لیکن بعد میں بگڑ جاتے ہیں۔) تو تم نے اس پر جو نیکی کی ہے وہ یاد نہیں کرانی کیوں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری نیکی ضائع ہو جائے گی۔ مثلاً: کسی ایسے شخص کو جس کی پرورش تم نے کی ہے یہ کہو کہ آج تو باتیں کرتا ہے حالانکہ ہمارا ہی کھا کے تو جوان ہوا ہے۔ بس اتنے الفاظ سے صدقہ باطل ہو گیا۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعے سمجھانا چاہتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ ایک بہت بڑی چٹان ہے اور اس پر کافی مٹی پڑی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مٹی میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس میں چیزیں اُگتی ہیں۔ کسی آدمی نے اس مٹی میں کوئی چیز کاشت کی پھر بارش ہوئی وہ اُگ گئی اب اُمید تھی کہ سبزی کھائیں گے فصل کاٹیں گے اور فائدہ ہوگا، لیکن بعد میں اتنی زور کی بارش ہوئی کہ چٹان پر جو مٹی تھی اس کو بہا کر لے گئی۔ تو جب مٹی ہی نہ رہی تو فصل کہاں رہی؟ پس وہ چٹان صاف ہو گئی۔ اسی طرح تم صدقہ خیرات کرتے ہو اور اس میں اخلاص نہیں محض دکھاوے ہے تو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک چٹان ہے اور اس پر مٹی ہے اور اس میں تم نے سبزی وغیرہ کاشت کی ہے پھر احسان جتانے کی اور اذیت پہنچانے کی بارش آئی اور سب کچھ ضائع ہو گیا۔ یعنی وہ فصل جو صدقہ و خیرات کی صورت میں کاشت کی تھی وہ ضائع ہو گئی تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

فرمایا فَمَثَلُهُ پس مثال اس احسان جتلاؤں کے واسطے اور اذیت دینے والے کی  
 ایسے ہی ہے كَمَثَلِ صَفْوَانَ جیسے مثال ہے چٹان کی عَلَيْهِ تَرَابُجٌ اس پر مٹی ہے  
 اور اس میں چیزیں ہیں فَأَصَابَهُ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر موسلا دھار بارش فَتَرَكَهُ  
 صَلْدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف، ساری مٹی بہا کر لے گئی لَا يَقْدِرُونَ عَلَى  
 شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا نہ قادر ہوئے وہ کسی شے پر اس میں سے جو انھوں نے کمایا ہے۔ تو  
 جس طرح اس شخص کی محنت ضائع ہو گئی اسی طرح تم نیکی (صدقہ و خیرات) کرنے کے  
 بعد احسان جتلاؤ گے یا اذیت پہنچاؤ گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی وَاللَّهُ لَا  
 يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اور اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو اس نے انسانوں کو  
 اختیار دیا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان  
 لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔



وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ  
 اللَّهِ وَتَشْبِيتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ  
 فَاتَتْ أَكْطَاهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِيبْهَا وَابِلٌ فَطَلَّ وَاللَّهُ بِمَا  
 تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ  
 تَخْيِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ  
 كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَةٌ ضُعْفَاءُ فَأَصَابَهَا  
 إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ  
 ۝ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ  
 مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَسُّوا  
 الْغَيْبَاتِ مِنْهُ تَنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِأَخِيذِهِ إِلَّا أَنْ تُغْنُوا  
 فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ  
 الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفُحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ  
 وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ  
 وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا  
 أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ  
 نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

وَمَثَلُ الَّذِينَ اور مثال ان لوگوں کی يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ جو خرچ  
 کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل

کرنے کے لیے وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے  
 كَمَثَلِ جَنَّةٍ اس باغ کی طرح ہے بِرَبْوَةٍ جو بلندی پر واقع ہے  
 اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاتَتْهَا كَلْمًا ضَعْفَيْنِ پس  
 وہ اپنا پھل دُگنادے فَإِنْ لَّمْ يُصْبِحْهَا وَابِلٌ پس اگر نہ پہنچے اس کو زور کی  
 بارش فَظَلَّ تو پھوار ہی اس کے لیے کار آمد ہوگی وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ  
 بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے اَيُّوْذًا اَحَدُكُمْ  
 کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس  
 کا باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَاعْنَابٍ اور انگوروں کا تَجْرِئُ  
 مِّنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ بہتی ہوں اس کے نیچے نہریں لَهُ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ  
 اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ  
 اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ اور ہو اس کی اولاد  
 ضَعْفَاءٌ کمزور فَاصَابَهَا اَغْصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيْهِ نَارٌ  
 اس میں آگ ہو فَاخْتَرَقَتْ پس وہ بگولا اس کو جلادے گا كَذٰلِكَ  
 اسی طرح يَبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمْ تمہارے  
 واسطے الْاٰيَاتِ احکامات لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرو  
 يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم  
 مِّنْ طَيِّبَاتِ پاکیزہ چیزیں مَا كَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں وَمِمَّا

أَخْرَجْنَا لَكُمْ اور اس میں جو ہم نے تمہارے لیے نکالی ہے مِّنَ الْأَرْضِ  
 زمین سے وَلَا تَتِمَّمُوا الْخَيْثَ مِنْهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے  
 تُفْقُونَ کہ خرچ کرو تم وَلَسْتُمْ بِأَخَذِيهِ اور تم خود اس کو لینے کے لیے  
 تیار نہیں ہو إِلَّا أَنْ تُغِضُوا فِيهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو وَاعْلَمُوا  
 اور جان لو أَنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَنِيٌّ بے پروا ہے حَمِيدٌ  
 تعریفوں والا ہے الشَّيْطَانُ يَعِدُكُم شیطان تمہیں ڈراتا ہے الْفَقْرَ  
 غربت سے وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ اور تمہیں حکم دیتا ہے بُرائی کا وَاللَّهُ  
 يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا اپنی  
 طرف سے وَفَضْلًا اور فضل کا وَاللَّهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا  
 ہے عَلِيمٌ جاننے والا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت  
 کرتا ہے مَنْ يَشَاءُ جس کو چاہتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ اور جس کو  
 حکمت اور دانائی ملی فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا پس تحقیق دی گئی اس کو زیادہ  
 بھلائی وَمَا يَذَّكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ  
 مگر عقل مند وَمَا أَنْفَقْتُمْ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو مِّنْ نَّفَقَةٍ  
 کوئی بھی خرچہ أَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ یا کوئی نذر مانتے ہو نذر ماننا فَإِنَّ  
 اللَّهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُهُ اس کو جانتا ہے وَمَا اور نہیں  
 ہے لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ظالموں کا کوئی مددگار۔

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو مال کو ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ اور اب ان کا ذکر ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا وَمَثَلُ الَّذِينَ اور مثال اُن لوگوں کی يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اصل مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا وہ ہر چیز سے محروم ہو گیا۔ تو فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرتے ہیں وَتَشْبِثُ قُلُوبَهُمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ ان کا مقصد اصلاحِ نفس بھی ہوتا ہے تاکہ دل انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کے دوسرے کاموں پر ثابت قدم رہے اور ان کے دلوں سے بخل کا مادہ دور ہو جائے۔ فرمایا ایسے لوگوں کی مثال كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اس باغ جیسی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو أَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاتَتْ أَكْطَمًا ضَعْفَيْنِ تو وہ دُگنا پھل دے فَإِنْ لَمْ يَصْبُهَا وَابِلٌ فَطَلَّ پس اگر تیز بارش نہ پہنچے تو پھوار بھی اس کے لیے کارآمد ہوگی۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر تیز بارش سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص فیاضی کا خوب مظاہرہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھل کر خرچ کرتا ہے تو اس مثال کے مطابق وہ کئی گنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ اور معمولی بارش یعنی تھوڑی مقدار میں خرچ کرتا ہے تو اس کی کامیابی کے لیے وہ بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو یعنی احسان جتلانے، اذیت دینے اور ریا سے پاک ہو۔ نیت بمنزلہ زمین کے ہے۔



اگر زمین زر خیز ہے یعنی نیت درست ہے تو تھوڑا خرچ کرنا بھی اس کے لیے مفید ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَخْلَصُ فِي دِينِكَ يَكْفِيكَ قَلِيلٌ مِنَ الْعَمَلِ ”اپنے دین میں اخلاص پیدا کر لو تو تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔“ لہذا نیکی کے ہر کام میں رضائے الہی پیش نظر ہونی چاہیے۔ قبولیت کا یہی معیار ہے۔ وَاللَّهُ يَمَاتَعْمَلُونَ بَصِيرٌ تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہارے کسی عمل سے غافل نہیں ہے تمہارے دلوں کے حالات اور نیت سے واقف ہے۔

### بخسل اور ریاکاری کا نتیجہ :

کسی متوقع نعمت کے ضائع ہو جانے پر کس قدر پریشانی ہوتی ہے اس کی وضاحت چٹان والی مثال میں ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس قسم کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں جس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہی پر انحصار ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو انسان کو کس قدر دکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص نیکی کا کام کرنے کے باوجود بعض وجوہ کی بنا پر اس کے اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔

فرمایا اَيُّوْذُ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے

اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس کے لیے ایک باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ کھجوروں اور انگوروں کا۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ بہتی ہوں گی اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ اور پختہ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ اور اس کی اولاد



پاکیزہ چیزیں مَا كَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں۔ گویا قبولیت صدقہ کے لیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ صاف ستھری اور بہتر چیز اللہ کے راستے میں دی جائے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے طَلَبْتِ کی تفصیل میں دو چیزیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مال حلال ہو۔ حرام مال سے ادا کردہ صدقہ قابل قبول نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چوری، ڈاکا یا رشوت کا مال صدقہ کرتا ہے تو وہ بارگاہِ ایزدی میں کیسے قبول ہوگا؟ بلکہ ایسا کرنے سے الٹا گنہ گار ہوگا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے جو شخص حرام کمائی کی خوراک کھائے یا لباس پہنے گا نہ اس کی عبادت قبول ہوگی اور نہ اس کا صدقہ خیرات قبول ہوگا۔

طَلَبْتِ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز تم اللہ تعالیٰ کے راست میں خرچ کرو وہ اعلیٰ اور بہتر ہو، نکمی اور ردی نہ ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اچھی چیز اپنے لیے رکھ لی جائے اور کمتر چیز صدقات خیرات میں دی جائے۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو کھجور کے اچھے گچھے اپنے واسطے محفوظ کر لیتے ہیں اور نکمے گچھے اصحاب صفہ کے لیے لٹکا دیتے ہیں۔ جب تم خود ردی چیز کو پسند نہیں کرتے تو اللہ اسے کیسے پسند کرے گا۔ لہذا زکوٰۃ، صدقات میں بہتر اور اچھی چیز دینی چاہیے نہ کہ گھٹیا۔ کیوں کہ دینے والا تو وہ خود ہی ہے براہِ راست محنت کر کے کمانے کے علاوہ ایک ذریعہ آمدنی زرعی پیداوار بھی ہے۔ آگے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں سے خرچ کرو۔

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ اور اس میں سے بھی خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔ مثلاً: گندم، جو، چاول، مکی، باجرہ، دالیں اور جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں عشر آئے گا۔ تو وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ سے مراد صرف فصلیں اور پھل ہی نہیں ہیں بلکہ یہ حکم سب چیزوں کے لیے ہے۔ مثلاً:

پیاز، لہسن، گوبھی، آلو، مرچ، غرضیکہ جو چیز بھی زمین سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے عشر نکالنا پڑے گا۔ مثلاً: اگر کوئی چیز دس کلو نکلی ہے تو ایک کلو دینا پڑے گا۔ دس پیازوں میں سے ایک پیاز دینا پڑے گا، دس مرچوں میں سے ایک مرچ دینی پڑے گی، اگرچہ یہ چیزیں کسی نے گھر ہی میں کیوں نہ لگائی ہوں ان میں سے بھی عشر دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں: وَمِمَّا آخَرَ جُنَالُكُمْ اور اس سے جو کچھ ہم نے تمہارے لیے نکالی ہے، پیدا کی ہے مِّنَ الْأَرْضِ زمین سے۔ تو جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔ البتہ اس مد میں دو حصے ہیں، بارانی زمین یعنی جو زمین مالک کی مشقت کے بغیر سیراب ہوتی ہے اس میں دسواں حصہ ہے اور اگر ٹیوب ویل، نہر یا نلکے کے ذریعے پانی دیا گیا ہے تو بیسواں حصہ ہے۔

وَلَا تَتِمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ اور نہ اس کا اس کمائی میں سے۔ وہ کمائی تجارت کے ذریعہ ہے یا کھیتی باڑی کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ناقص چیز نہ دو تُنْفِقُونَ خرچ کرو وَلَسْتُمْ بِأَخِيهِ اور خود تم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہو إِلَّا أَنْ تَغِيضُوا فِيهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو یعنی اگر تم چشم پوشی کر لو تو الگ بات ہے لہذا جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو تو بیکار اور ناقص چیز نہ دو وَاعْلَمُوا اور جان لو أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ بے شک اللہ تعالیٰ بے پروا ہے تمہارے صدقے خیرات کا محتاج نہیں ہے۔ ساری کائنات کا خالق مالک ہے اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں حَسْبُ قَابِلِ تَعْرِيف ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ فِي حَدِّ ذَاتِهِ قَابِلِ تَعْرِيف ہے وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يَنْسِجُ بِحَمْدِهِ [بنی اسرائیل: ۴۴] ”اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کرتی ہو۔“ کوئی زبان حال سے تعریف کرتی ہے اور کوئی زبان قال سے۔

تو اللہ تعالیٰ تمہاری تعریفوں کا محتاج نہیں ہے۔ الشَّيْطَانُ يَبْغِيكُمْ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے۔ یعنی جب تم زکوٰۃ اور عشر دیتے ہو یا عام صدقہ خیرات کرتے ہو تو شیطان تمہارے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ مال کُٹم ہو جائے گا اور فقیر ہو جاؤ گے۔ یہ کام وہی کرے گا جس کا ایمان کامل ہوگا یعنی زکوٰۃ بھی دے گا، عشر بھی نکالے گا اور اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں ادا کرے گا۔ اس پر شیطان کا کوئی اثر نہیں ہوگا وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ اور تمہیں حکم دیتا ہے بُرائی کا۔ بُرے کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

دیکھو! لوگ شادیاں کرتے ہیں ان میں بینڈ باجے ہوتے ہیں، ڈھول تماشے ہوتے، ضرورت سے زیادہ روشنی ہوتی ہے، مرچوں اور قہموں سے گلیاں سجائی جاتی ہیں۔ یہ سب تبذیر (فضول خرچی) ہے۔ اور قرآن کریم میں ہے: إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ [بنی اسرائیل: ۲۷] ”بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔“ پھر عام رواج ہونے کی وجہ سے ان کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ کہتے ہیں کہ جی خوشی کا موقع ہے۔

تین چار دن ہو گئے ہیں میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ اودکاڑہ کے علاقہ میں ایک بوڑھی عورت فوت ہو گئی۔ اُس کے تیجے پر فیصل آباد سے بھانڈے منگوا کر بھنگڑا ڈلوایا گیا اور اس کا ثواب اُس مائی کو پہنچایا گیا۔ یہ مسلمانوں کے کارنامے ہیں۔ اسی طرح آج سے چند سال پہلے اسی علاقے میں ایک بوڑھا بابا فوت ہوا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے جنازے کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے والے اور بنا چنے والے ضرور ہوں۔ یعنی میرا جنازہ ڈھول کی تھاپ اور بھنگڑے کے ساتھ جائے۔ (حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ ان

شاء اللہ ہا بے کو فائدہ دیں گے۔)

مسلمانوں کا ذہن گندہ ہو گیا کہ خدا پناہ! ہندوؤں اور سکھوں والی ساری رسمیں چھلانگیں لگا کر اپنی میں آگئی ہیں وَاللّٰهُ يَعِدُّ كُفْرًا مَّغْفِرَةً اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا مِنَّہ اپنی طرف سے وَفَضْلًا اور فضل کا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے گا۔

یاد رکھنا! استاد کے بغیر بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ جن کو تھوڑی بہت سمجھ ہے ان کے دل میں ضروریہ بات آئی ہوگی کہ پہلے يَعِدُّ کا معنی کیا ڈرانے کا اور دوسرے يَعِدُّ کا معنی کیا ہے وعدے کا۔ جب کہ لفظ ایک جیسے ہیں۔ تو یاد رکھنا! اگر ائمہ کے بغیر قرآن شریف صحیح معنی میں سمجھ آ ہی نہیں سکتا۔ باقی طوطے والی رٹ تو ہو سکتی ہے۔

علم صرف والے فرماتے ہیں کہ مصدر بدلنے سے باب کا معنی بدل جاتا ہے۔ تو اگر وَعَدَ يَعِدُّ کا مصدر وَعَيْدٌ آئے تو معنی ہوگا ڈرانا۔ اور اگر وَعَدَ يَعِدُّ کا مصدر وَعْدًا آئے تو اس کا معنی ہوگا وعدہ کرنا۔ تو پہلا يَعِدُّ وَعَيْدٌ سے اور دوسرا يَعِدُّ وَعْدًا سے ہے۔ وَاللّٰهُ وَاَسَمِعُ عَلَيْهِمُ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے جاننے والا ہے۔

حکمت کا معنی:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ حکمت کا معنی اہل علم بیان کرتے ہیں اَلْعِلْمُ النَّافِعُ الْمُؤَدِّي إِلَى الْعَمَلِ ”ایسا نافع علم جو عمل تک پہنچائے۔“ یعنی ایسا نافع علم کہ جس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ ایک خالی علم

ہے کہ چیزوں کی معلومات ہیں مگر عمل نہیں ہے اس کو حکمت نہیں کہتے۔

فرمایا وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور جس کو حکمت اور دانائی ملی یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع دیا اور علم پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائی تو اس کو بہت بڑی خیر مل گئی وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیح عقل دی ہے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں پتھر کو چونک نہیں لگتی۔ اسی طرح نادان آدمی پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ آنے والی بات کو اچھی طرح سمجھنا۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو مِّنْ تَّفَقَةٍ کوئی بھی خرچہ نہ وہ چاہے تم جائز طریقے پر کرو یا ناجائز طریقے پر کرو أَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا کوئی نذر مانو نذر ماننا۔ تو یاد رکھنا! فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جس نیت کے ساتھ خرچ کرتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے اور جس مال سے کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ اور جو نذر تم مانتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے۔

نذر و منت کے بعض احکام :

نذر کا معنی سمجھ لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے النَّذْرُ لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ بِشَيْءٍ نذر ماننا اچھی شے نہیں ہے۔ نذر یہ ہے کہ بیمار آدمی نذر مانتا ہے کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیگ دوں گا یا کوئی مقدمے میں پریشان ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے مقدمہ میں کامیابی نصیب ہوئی تو دس آدمیوں کو کھانا کھلاؤں گا یا یہ کہتا ہے کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اتنے روزے رکھوں گا یا کہتا ہے کہ اگر تجارت میں نفع

ہوا تو پانچ سو روپے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دوں گا، اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ اس لیے کہ اس میں ایک قسم کی سودا بازی ہے اور مومن کا عمل تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے یا نہ کرے تو اس کا بندہ ہے کر۔

لیکن اگر کسی نے نذر مانی اور اس کا کام ہو گیا تو نذر کا پورا کرنا واجب ہے اور نذر کے مال کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ یعنی مال دار نہیں کھا سکتا، کافر نہیں کھا سکتا، سید نہیں کھا سکتا۔ جو لوگ نذر کی دیگ محلے میں تقسیم کرتے ہیں نادانی کرتے ہیں۔ اس طرح سر سے ذمہ نہیں اُترتا۔ اس کے لیے مستحق لوگوں کو تلاش کر کے کھلانا پڑے گا۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے اگر دیگ کا نمک مسالا چکھنا ہے تو اس کو نگل نہیں سکتا تھوک دے۔ اگر مال دار کھائیں گے تو حرام کھائیں گے۔ اور ایک غیر اللہ کی نذر ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں حضرت علیؓ جویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اتنی دیگیں چڑھاؤں گا۔

تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ قطعی کافر ہو گیا اور اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق میں سے کسی کے واسطے جائز نہیں ہے۔ لوگ بڑی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ہمارا مقصود تو اللہ کی رضا ہے البتہ وہاں اس واسطے تقسیم کرتے ہیں کہ فقیر اکٹھے مل جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ مصرف ہی نہیں ہیں کہ ان میں اکثر گندے عقیدے کے اور بے نماز ہوتے ہیں۔ پھر ان میں اکثر نشئی ہوتے ہیں ان کو دینا کس طرح جائز ہے؟

فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۖ پس بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو جانتا ہے وَمَا لِلظَّالِمِينَ  
مِنْ أَنْصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔





## اِنْ

تَبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ؕ اِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهُمَا الْفَقْرَ  
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
خَبِيرٌ ۝۱۵ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ؕ  
وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نُنْفِسُكُمْ ؕ وَمَا تَنْفِقُونَ اِلَّا ابْتِغَاءَ  
وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّؤْتِ الْيَتَامَ وَانْتُمْ لَا تَظْلُمُونَ ۝۱۶  
لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ  
ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ  
تَعْرِفُهُمْ بِسَمِيِّهِمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تَنْفِقُوا  
مِّنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ ۝۱۷ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ  
بِالْئِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۸

اِنْ تَبْدُوا الصَّدَقَاتِ اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ  
بھی اچھا ہے وَاِنْ تُخْفُوهَا اگر تم چھپا کر دو تو یہ خوب تر ہے وَتُؤْتُوهُمَا  
الْفُقَرَاءُ اور دو تم صدقات فقراء اور مساکین کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ  
تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ اور اللہ تعالیٰ  
مٹا دے گا تم سے تمہاری خطائیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور اللہ تعالیٰ

جانتا ہے اُس عمل کو جو تم کرتے ہو لَيْسَ عَلَيْكَ . نہیں ہے آپ کے ذمے  
 هُدَاهُمْ ان کی ہدایت وَلَكِنَّ اللَّهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يَهْدِي  
 ہدایت دیتا ہے . مَنْ يَشَاءُ جس کو چاہے وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو  
 بھی تم خرچ کرو گے بھلائی (مال) فَلَا تَنْفِسُكُمْ پس تمہاری اپنی جانوں  
 کے لیے ہے وَمَا تُنْفِقُونَ اور تم نہیں خرچ کرتے إِلَّا مگر ابْتِغَاءَ  
 وَجْهِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہوئے وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اور  
 جو بھی خرچ کرو گے مال يُؤْتِي إِلَيْكُمْ تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا  
 وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ یہ  
 صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں أَحْصُوا چورو کے گئے فِي سَبِيلِ  
 اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لَا يَسْتَطِيعُونَ نہیں طاقت رکھتے  
 ضَرْبًا چلنے کی فِي الْأَرْضِ زمین میں يَخْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ  
 نادانوں آدمی ان کو سمجھتا ہے أَغْنِيَاءُ غنی مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے  
 بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان کو پہچانے گا بِسْمِهِمْ ان کی  
 علامتوں کے ساتھ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ نہیں سوال کرتے لوگوں سے  
 الْحَافَا چٹ کرًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے  
 فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے الَّذِينَ وہ لوگ  
 يُنْفِقُونَ جو خرچ کرتے ہیں أَمْوَالَهُمْ اپنے مال بِاللَّيْلِ رات کو

وَالْتَّهَارِ اور دن کو سَرَّا پوشیدہ طور پر وَعَلَانِيَةً اور ظاہری طور پر  
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ پس ان کے لیے ان کا اجر ہوگا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے  
رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ  
يَحْزَنُونَ اور نہ وہ غم کریں گے۔

پہلے سے صدقات و خیرات کا ذکر چلا آ رہا ہے اور صدقے کی قبولیت کی شرائط بھی  
بیان ہوئی ہیں کہ ایمان، اخلاص، اتباع سنت کے ساتھ ساتھ مال کا حلال اور طیب ہونا  
اور بھی ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو صدقے کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔  
اور اگر صدقہ مذکورہ شرائط کے ساتھ دیا تو پھر اس کے باقی رہنے کی شرط کہ احسان نہ  
جتلائے اور اذیت نہ پہنچائے آگے بھی اسی کے متعلق بیان ہے۔

### مخفی صدقہ کے فوائد :

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ اگر تم ظاہری طور پر صدقات دو فَنِعْمَ لَكُمْ توبہ بھی اچھا  
ہے۔ اگر دینے والے کی نیت ریا کی نیت نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے صدقہ دیتا ہے اور  
دل میں یہ ہے کہ رب میرے سے راضی ہو جائے تو اس طرح صدقہ دینے میں بھی کوئی  
حرج نہیں ہے کیوں کہ ریا کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا  
اور فقیر کی حاجت کو پورا کرنا ہے وَإِنْ تُخْفَوْهَا اور اگر تم صدقات مخفی طور پر دو  
وَتُؤْتُوهُا الْفُقَرَاءَ اور دُفقیروں اور محتاجوں کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ توبہ مخفی طریقہ پر دینا  
بہت بہتر ہے اور اس کے بہتر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ریا سے پاک ہوگا۔ اس لیے کہ  
کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے معاشرے میں ہر طرح کے آدمی ہوتے ہیں، نیک بھی ہوتے

ہیں اور بد بھی ہوتے ہیں، چور، ڈاکو بھی ہوتے ہیں تو یہ جب سب کے سامنے کسی مستحق کو ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ دے گا تو دیکھنے والا چور ڈاکو حساب لگائے گا کہ اس نے ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ کا دیا ہے تو انا لیس ہزار اس کے گھر میں پڑا ہے لہذا وہ چوری ڈکیتی کا منصوبہ بنائے گا۔ اگر مخفی طریقے پر دے گا تو ان کے شر سے بھی محفوظ رہے گا۔ جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا اس زمانے میں بینکوں کا تصور بھی نہیں تھا لہذا لوگوں کے پاس جو کچھ ہوتا تھا گھروں میں محفوظ کرتے تھے اور آج کل تو بینک بھی محفوظ نہیں ہیں۔ لوگ بدی (برائی) میں بہت آگے نکل گئے ہیں۔

وَيَكْفُرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ اور ان صدقات خیرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف فرمادے گا۔ اس موضوع پر کافی احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندے سے ناراض ہے اور وہ بندہ صدقہ خیرات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اور یہ حدیث بھی آتی ہے کہ الصَّدَقَةُ تَدْفِعُ الْبَلَاءِ صدقہ اور خیرات کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ تو صدقہ اچھی چیز ہے مگر لوگوں نے اس کا مفہوم نہیں سمجھا۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کالی سری دے دو تو مصیبتیں ٹل جاتی ہیں یا اس سے آگے بڑھیں گے تو کالا بکرا دے دیں گے۔ تو یاد رکھنا! اصل صدقہ کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اب غریب کی ضرورت کپڑا ہے، جوتا ہے۔ بیمار ہے تو دوا کی ضرورت ہے۔ اس کے بچے پڑھتے ہیں کتابوں کی ضرورت ہے تو وہ کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی۔ یہ سری اور گوشت دینا فی الجملہ صدقہ ہے۔ حقیقی صدقہ غریب کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ بعض ایسے جاہل ہیں کہ بیمار کی طرف سے صدقہ دینے سے پہلے

صدقہ کو بیمار کے سر کا طواف کراتے ہیں۔ بھائی! معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے وہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے کہ صدقہ کس لیے تم نے دیا ہے۔ رب کو بتانا چاہتے ہو کہ اس کی طرف سے دے رہے ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔ معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔ وہ ظاہر باطن کو جاننے والا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صدقہ خیرات غیر مسلم کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ نفلی صدقہ کافر کو دیا جاسکتا ہے مگر اس کے لیے شرط ہے کہ وہ محارب (مسلمانوں کے خلاف لڑنے والا نہ ہو) کیوں کہ ایسا کافر جو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے اس کو نفلی صدقہ دینا جائز نہیں اگرچہ وہ محتاج ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ایسے کافر کو بھی دینا جائز نہیں ہے جو کفر کی تبلیغ کرتا ہو اور مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہو۔ البتہ وہ صدقات جو فرض ہیں وہ کافروں کو دینا جائز نہیں ہیں۔ مثلاً: زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، قسم کا کفارہ، نماز روزے کا فدیہ۔

شروع شروع میں آنحضرت ﷺ مالی طور پر کمزور کافروں کو نفلی صدقہ خیرات دے دیتے تھے۔ بعد میں آپ ﷺ نے اس نظریہ کے تحت روک لیا کہ شاید تنگ ہو کر ایسا من قبول کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ اے نبی کریم ﷺ! ان کو ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تو ان کو صدقات خیرات اس واسطے روکنا کہ وہ مجبور ہو کر ایمان لے آئیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت کے متعلق اس کا قانون ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ ”تو جو چاہے ایمان لائے اور جو

چاہے کفر میں رہے۔ یعنی جس کا جی چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے کفر اختیار کرے۔ لہذا ایمان لانے میں بھی آدمی کی مرضی کا دخل ہے اور کفر اختیار کرنے میں بھی ارادے کا دخل ہے۔ اور ہدایت اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے مَن يُنِيبُ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے ہدایت طلب کرتا ہے فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ [صف: ۵] ”تو جب ان لوگوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“ یعنی جو لوگ پیٹھ پھیر کر کفر کی طرف جائیں تو رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو جبراً ہدایت نہیں دیں گے۔

### صدقہ کا دس گنا اجر ہے :

وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے فَلَا تَنْفِسُكُمْ تُو تمہارے اپنے لیے ہے یعنی اس کا ثواب تمہیں ہی ملے گا وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ اور نہیں خرچ کرتے تم مگر رب تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے۔ اس میں ترغیب ہے کہ صدقہ خیرات رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کرو شہرت، دکھاوا، بڑائی کے لیے نہ کرو وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے يُؤْتِكُمْ اللَّهُ تَعَالَى کی طرف سے تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ عام بدلہ ہے دس گنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا جو ایک نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائے گا۔ اور وہ نیکی جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَن يَشَاءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تمہاری کوئی نیکی کم نہیں کی جائے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کن لوگوں کو دینا ہے؟

تو فرمایا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ان محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دو جو رب تعالیٰ کے راستہ میں روکے گئے ہیں لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اصحاب صفہ۔ صفہ کے معنی ہیں چھپر۔ تو اصحاب صفہ کے معنی ہوئے چھپر والے۔ یہ مسجد نبوی کے اندر ہی ایک کونے میں ایک جگہ تھی جہاں سائے کے لیے انھوں نے ایک چھپر بنایا تھا اس کے نیچے اس وقت کے طلبہ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے اور دین سیکھتے اور اگر ضرورت پیش آتی تو جہاد پر بھی چلے جاتے تھے۔ تو ظاہر بات ہے جو دین سیکھے گا اور جہاد پر جائے گا تو وہ اور کوئی کام تو نہیں کر سکتا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے حکم دیا گیا ہے جو دین کے لیے وقف ہیں یا تبلیغ کے لیے وقف ہیں یا کفار کے مقابلے میں جہاد کرتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے اور ہیں بھی ضرورت مند تو تمھارے صدقے خیرات ان لوگوں کے لیے ہیں۔

### دینی تعلیم کی اہمیت :

اُس وقت دینی تعلیم حاصل کرنے والے غریب لوگ تھے اور اب بھی ہمارے علاقوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی اکثریت غریبوں کی ہے۔ البتہ کراچی میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں امیر لوگ بھی دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ افریقہ میں بھی مال داروں کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر ہمارے علاقوں میں وہ دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو سکولوں کی فیسیں نہیں دے سکتے، کتابیں نہیں خرید سکتے۔ بلکہ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ حالت تھی کہ جو ناپینا ہوتے انہیں ہمارے حوالے کیا جاتا کہ ان کو قرآن کریم حفظ کراؤ اور جو بچے اچھے بھلے ہوتے انہیں سکولوں، کالجوں میں بھیجتے

تھے۔ اب اتنا انقلاب آیا ہے کہ آنکھوں والے بھی قرآن حفظ کرتے ہیں اور مال داروں کے بچے بچیاں قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔ اب قرآن کریم امیروں کے گھروں میں داخل ہو گیا ہے۔ اور مزید انقلاب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آج سے تقریباً پچپن سال پہلے سیٹھی محمد یوسف صاحب (مرحوم) میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے وقت دیں، ملک کا دورہ کریں۔ میں نے پوچھا دورہ کس کام کے لیے کرنا ہے؟ تو کہنے لگے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے ہمیں قرآن سنانے کے لیے حافظ نہیں ملتے کیوں کہ حافظوں کی تعداد بہت کم ہے۔ کیمبل پور موجودہ اٹک اور میاں والی کے علاقوں سے چند حافظ مل جاتے ہیں مگر ضرورت زیادہ حفاظ کی ہوتی ہے۔ پھر جو ملتے ہیں تجوید و قرأت کے بغیر سادہ قرآن پڑھتے ہیں لہذا لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ بچوں کو حفظ کے لیے بھیجیں اور یہ بھی بتائیں کہ قرآن کریم صرف غریبوں کے لیے نہیں ہے امیروں کے لیے بھی ہے۔ تاکہ مال دار لوگ بھی اپنے بچوں کو حفظ کرائیں اور صرف اندھوں کے لیے نہیں بلکہ آنکھوں والوں کے لیے بھی ہے۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کیے۔ ایک جگہ میں نے اپنا دامن پھیلا دیا اور کہا میں تم سے چندہ وصول کرنے کے لیے آیا ہوں مگر روپے، پیسے اور کپڑے وغیرہ کا چندہ نہیں بلکہ چندہ بچوں کا لینا ہے۔ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ مولوی ہمارے بچوں کو جھولی میں ڈال کر کہاں لے جائے گا؟ میں نے کہا پریشان نہ ہوں تمہارے بچے یہیں رہیں گے، تم پڑھنے کے لیے بچے دو ہم معلم دیں گے۔ سیٹھی صاحب کافی مخیر آدمی تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کافی کام کیا۔

اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ملک میں مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ صرف ہمارے



گکھڑ میں دس مدرسے ہیں اور ہماری انجمن کے تحت جو بچے حفظ کر رہے ہیں تقریباً دو سو ہیں۔ گوجرانوالہ میں مدرسہ جامعہ قاسمیہ ہے میں اس کا برائے نام سرپرست ہوں اور میرے نام کی تختی بھی لگی ہوئی ہے۔ اس میں بچوں کے علاوہ تقریباً تین سو بچیاں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور ان میں امیر گھرانوں کی بچیاں بھی ہیں۔ جہلم میں جامعہ حنفیہ میں میری درمیانی بچی پڑھاتی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً چار سو بیرونی بچیاں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اس مدرسہ میں حفظ و قرأت کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا شعبہ بھی ہے۔

امریکہ کا یہ خیال تھا کہ پاکستان میں ہم انھیں بے دین بنادیں گے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ علماء نے اس کا راستہ روکا ہے اور لوگ دین کو پہلے سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور بہ نسبت پہلے کے دین کی طرف مائل بھی زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ دین کا نام تک سننے کے لیے تیار نہیں تھے ان کے بچے بھی قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تو وہ مسافر غریب بچے جو ان مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور وہ مدرسہ میں پابند ہو کر رہ گئے ہیں یہ تمھارے صدقہ و خیرات کا مصرف ہیں۔

توفرمایا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ يَهْدُونَ النَّاسَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
سَبِيلِ اللَّهِ جُورُوكَ دِيَّيْ كُنْتُمْ فِي اللَّهِ كَرَاهِيَةً لِّمَن لَّا يَسْتَعِينُونَ  
رَكْعَتَيْنِ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ زَمِينٍ مِّنْ حِلْيَةٍ يَخْشَعُ الْجَاهِلُ نَاقِفٍ أَدْمَى  
كُوَسْمَتَا هَاجِنَاءَ مَالٍ دَارِهِنَّ مِنَ التَّعَفُّفِ سَوَالٍ سَعِيٍّ كِي وَجْهٍ  
تَعْرِفُهُمْ تَوَانِ لُوكُو كُوَسْمَتَا هَاجِنَاءَ مَالٍ دَارِهِنَّ مِنَ التَّعَفُّفِ سَوَالٍ  
يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافَا نَهِي سَوَالٍ كَرْتِي لُوكُو سَعِيٍّ كِي وَجْهٍ

اور جو بھی تم مالی خرچ کرو گے فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اُن کو جانتا ہے۔

اب آگے یہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ صدقات و خیرات کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ فرمایا الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات کو اور دن کو یعنی صدقہ و خیرات کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے بلکہ چوبیس گھنٹوں میں جب چاہو خرچ کرو۔ ہم لوگوں نے تو صدقہ و خیرات کے لیے جمعرات متعین کی ہوئی ہے کہ جمعرات آئے گی تو صدقہ کریں گے۔ یاد سواں، چالیسواں ہوگا تو خیرات ہوگی۔ قرآن کا حکم ہے کہ رات کو کرو دن کو کرو سِرًّا مخفی طریقہ پر کرو وَعَلَانِيَةً اور ظاہر کر کے کرو نیت صاف ہے تو جس طرح چاہو خرچ کرو کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! تم نے کسی مسکین کو دس روپے دیئے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ اے پروردگار! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے تو جتنا ثواب اس کے والدین کو ملے گا اتنا اس دینے والے کو بھی ملے گا۔ تم نے تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھی اور نیت کی کہ اس کا ثواب ہمارے والدین کو دادا دادی، نانا نانی کو یا جتنے لوگوں کی نیت کرو گے ان سب کو برابر، برابر ثواب ملے گا اور پڑھنے والوں کو بھی پورا ثواب ملے گا خسارے والی کوئی بات نہیں ہے کہ تم نے خیرات کر کے یا پڑھ کر ثواب پہنچایا تو تم محروم ہو گئے اور سارا ثواب آگے چلا گیا، بلکہ سب کو برابر ملے گا۔ فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور نہ ان پر خوف ہوگا قیامت والے دن اور نہ وہ غم کریں گے۔

## الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا

لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ٥ يَمَسُّهُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيهِ الصَّدَقَاتِ ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ٦ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٧ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُّوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ٨ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ٩

الَّذِينَ وہ لوگ يَأْكُلُونَ جو کھاتے ہیں الرِّبَا سود  
لَا يَقُومُونَ نہیں کھڑے ہوں گے إِلَّا مگر كَمَا يَقُومُ جیسا  
کھڑا ہوتا ہے الَّذِي وہ شخص يَتَخَبَّطُهُ جس کو بدحواس کر دیا ہو  
الشَّيْطَانُ جن نے مِنَ الْمَسِّ چٹ کر ذَٰلِكَ بِاللَّهِ یہ اس لیے

کہ بے شک انھوں نے قَالُوا کہا اِنَّمَا پختہ بات ہے الْبَيْعُ  
 خرید و فروخت مِثْلُ الرِّبَا سود کی طرح ہے وَاحِلَ اللّٰهُ اور حالانکہ  
 حلال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے الْبَيْعُ بیچنا وَحَرَّمَ الرِّبَا اور حرام کیا ہے  
 اللہ تعالیٰ نے سود کو فَمَنْ پس وہ شخص جَاءَهُ جس کے پاس آئی  
 مَوْعِظَةٌ نصیحت مِّنْ رَبِّهِ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهَى  
 پس وہ باز آگیا فَلَهُ پس اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا  
 وَأَمْرًا إِلَى اللّٰهِ اور معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وَمَنْ عَادَ اور  
 جو شخص پھر لینے لگا فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ پس وہ دوزخ والے ہیں هُمْ  
 فِيهَا خَالِدُونَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا مٹاتا  
 ہے اللہ تعالیٰ سود کو وَيَرْبِي الصَّدَقَاتِ اور بڑھاتا ہے صدقات کو وَاللّٰهُ  
 اور اللہ تعالیٰ لَا يَحِبُّ نہیں محبت کرتا كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ کسی ناشکری  
 کرنے والے گناہ گار سے إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ آمَنُوا جو  
 ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے وَأَقَامُوا  
 الصَّلَاةَ اور قائم کی انھوں نے نماز وَأَتَوُا الزَّكَاةَ اور دی انھوں نے  
 زَكَاةً لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب  
 کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ  
 اور نہ وہ غم کریں گے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو

اتَّقُوا اللَّهَ ۖ ذُرُّوا اللَّهَ تَعَالَىٰ سَ وَذَرُّوا اور چھوڑ دو مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا جُ جو باقی ہے سُدُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِگر ہو تم مومن فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پِسْ اِگر تم نہیں کرو گے فَاَذْنُبُوا تُو اعلان سن لو تم يَحْزِبُ مِنَ اللّٰهِ اللّٰهُ تَعَالٰی کے ساتھ لڑنے کا وَرَسُولِهِ اور اس کے رسول کے ساتھ وَاِنْ تَبَيَّنَتْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوسُ اَمْوَالِكُمْ تُو تمہیں تمہارے اَصْلُ مَالٍ لِّلْجَائِسِ گے لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم ظلم کرو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

سود کی حسرت :

اس سے پہلی آیات میں صدقات اور زکوٰۃ کا بیان تھا۔ بہ ظاہر ان کے ادا کرنے سے مال میں کمی آتی ہے یعنی جب تم نے زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا یا عشر دیا تو جتنی رقم ادا کی اتنی رقم کم ہو گئی۔ اسی طرح جو صدقہ خیرات کیا جاتا ہے بہ ظاہر مال میں تھوڑی سی کمی آتی ہے اور اس کے مقابلہ میں سود سے بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات مد نظر رہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی نبوت ملی اُس وقت نہ سود حرام تھا نہ شراب حرام تھی اور بھی بعض چیزیں حرام نہ تھیں۔ مثلاً: مومن کافر کا نکاح جائز تھا۔ رفتہ رفتہ ان چیزوں پر پابندیاں لگیں۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان چیزوں کی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں: اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں اور سود قطعی طور پر حرام ہے جیسا کہ آگے یہ جملہ آرہا ہے وَحَرَّمَ الرِّبَا اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا ہے۔ سود کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ

اسلام سے خارج ہے اور حرام سمجھتے ہوئے اگر ایسا کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے۔ کیوں کہ فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام کو حرام سمجھ کر کرنا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی قوم کو دو روحانی بیماریاں لگ جائیں فَقَدْ أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ سَخَطَ اللَّهِ تو تحقیق انھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق بنالیا۔ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جان بوجھ کر دعوت دی۔ وہ دو بیماریاں کون کون سی ہیں؟ فرمایا ایک زنا ہے اور دوسری ربوا (سود) ہے۔ اگر رب تعالیٰ رحمٰن و رحیم اور حلیم نہ ہو تو سب لوگ تباہ ہو جائیں۔

تو جو لوگ سود کھاتے ہیں لَا يَقُومُونَ نہیں کھڑے ہوں گے قبروں سے نکل کر قیامت والے دن إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي مَكَرَیَسَ جِیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ جس کو بدحواس کر دے جن مِّنَ الْمَسِیْ چمٹ کر۔ یعنی جس طرح آسیب زدہ آدمی کے ہوش و حواس اڑ جاتے ہیں اسی طرح سود خوروں کی حالت ہوگی کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کے لیے قبروں سے نکلیں گے تو وہ بدحواس ہوں گے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر آج کل اکثر لوگ وہم میں مبتلا ہیں کہ طبعی بیماریوں کو آسیب قرار دیتے ہیں یا جادو کہہ دیتے ہیں اور یہ کمزوری عموماً ضعیف الاعتقاد لوگوں میں ہے اور خصوصاً عورتوں میں کہ جب کوئی تکلیف ہو تو کہہ دیتی ہیں کہ مجھے کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ کوئی عورت پھر گئی ہے، فلاں ہمارے گھر آئی تھی اس کے نتیجے میں مجھے یہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ سب وہم ہیں اور غلط

نظریے ہیں۔ بے شک جادو حق ہے اور ہم اس کا انکار بھی نہیں کرتے لیکن ہر چیز کی کڑی اس کے ساتھ ملا نا غلط ہے۔

## خرافات کا مطلب :

شمائل ترمذی میں روایت آتی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بھی ذکر کی ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حَدِيثُ خُرَافَةٍ یہ خرافہ کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور فرمایا خرافہ کیا شے ہے؟ تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو بات مہمل ہو اور سمجھ نہ آئے اُسے حدیث خرافہ کہتے ہیں، باقی مجھے حقیقت کا علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُرَافَةُ اِسْمٌ رَجُلٍ اصل میں ایک آدمی کا نام تھا اَسْرَتِ الْيَحْيٰ اس کو جنات اٹھا کر لے گئے اور کئی سال اس کو قید میں رکھا، پھر رہا کر دیا۔ جب وہ آیا تو جنات کی عجیب و غریب باتیں کرتا تھا جو لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ تو پھر جو بات سمجھ نہ آتی اُسے کہہ دیتے دَعُ حَدِيثُ خُرَافَةٍ چھوڑ دے خرافہ کی بات ہے اور اسی خرافہ سے خرافات کا لفظ نکلا ہے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ جنات انسان کو قید کر کے لے جاسکتے ہیں۔

## گم شدہ خاوند کی بیوی کا حکم :

الْمُدَوَّنَةُ الْكُبْرَى میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ ایک نوجوان خوب صورت عورت سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور کہا کہ حضرت میری طرف توجہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہنا چاہتی ہو۔ کہنے لگی حضرت میرے خاوند کا پتا نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا ہے اور یہ بھی بتا کر نہیں گیا کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور نہ ہی گھر کوئی خرچہ چھوڑ کر گیا ہے اور میرے والدین بھی غریب ہیں، میرے بارے میں کوئی حکم

فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج کے دن سے چار سال تک انتظار کرو جب چار سال مکمل ہو جائیں تو پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر تیرا نکاح ہو سکتا ہے اور اس عرصہ میں تیرا خرچہ بیت المال کے ذمہ ہے۔

مفقود کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بڑا آسان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بہت سخت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جس دن گم ہوا ہے اس کے بعد ستر سال تک عورت انتظار کرے، پھر چار مہینے دس دن عدت گزارے پھر اگر موقع ہے تو نکاح کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا۔ تو بے سمجھ لوگوں نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ دیکھو اتنے انتظار کے بعد تو پھر منکر نکیر کے ساتھ ہی نکاح ہوگا اور تو کسی سے ہو نہیں سکتا۔ تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے جو خلیفہ راشد ہیں۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ نے سہولت کی خاطر حضرت عمر کے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ تو اس عورت کو بیت المال سے خرچہ ملتا رہا چار سال گزر گئے اور عدت کے چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا گیا، اولاد بھی ہو گئی۔ اس کے بعد پہلا خاوند بھی آ گیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ پہلے خاوند کے آتے ہی دوسرا نکاح خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔ جس طرح کسی نے تیمم کیا ہو اور پانی مل جائے اور یہ پانی کے استعمال پر قادر بھی ہو تو تیمم خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔ تو پہلے خاوند نے آکر مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت یہ میری بیوی دوسرے کے گھر ہے اور اس کے ہاں اولاد بھی ہو گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو عجیب آدمی ہے کہ نہ تو ٹوٹنے کی بیوی کو خرچہ دیا نہ یہ بتایا



کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ تو اب تک کہاں رہا ہے؟ اس نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ مجھے جنات اٹھا کر لے گئے تھے اور اب رہا کیا ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔ تو احتیاطاً دوسرے کو حکم دیا کہ تو طلاق دے دے اور عدت گزارنے کے بعد پہلے کے حوالے کر دی گئی۔ کیوں کہ ایسی صورت میں عدت گزارنی پڑتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے سے حاملہ ہو۔ کیوں کہ شریعت نسب کی بڑی حفاظت کرتی ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! ایسی عورت جس کا خاوند گم ہو گیا ہو اس کی مدت **يَوْمُ الْمُرَافَعَةِ** سے شمار ہو گی۔ یعنی جس دن کیس قاضی کی عدالت میں دائر ہوا ہے۔ اس سے پہلے کا عرصہ شمار نہ ہوگا، چاہے وہ ایک ماہ ہو یا ایک سال ہو یا پانچ سال گزر گئے ہوں۔

تو جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ علامہ بدر الدین شبلی رحمہ اللہ بڑے چوٹی کے محدث گزرے ہیں۔ انھوں نے جنات کے متعلق کتاب تحریر فرمائی ہے ”احکام المرجان فی احکام الجنان“ اس میں انھوں نے عجیب عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔ تو **يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَيْمَنِ** بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ اور یہ سود خور قبروں سے آسیب زدہ کی طرح حواس باختہ ہو کر کیوں کھڑے ہوں گے؟

### حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے :

فرمایا **ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ** یہ اس واسطے کہ سود خوروں نے **قَالُوا** کہا **إِنَّمَا الْبَيْعُ** **مِثْلُ الرِّبَا** پختہ بات ہے کہ خرید و فروخت سود کی طرح ہے۔ یعنی بیع اس واسطے جائز ہے کہ اس میں اسی طرح فائدہ ہے جس طرح سود میں فائدہ ہے۔ ربوا کے لفظی معنی ہیں زیادتی۔ تو سود میں زیادتی ہوتی ہے۔ تو انھوں نے سود کو جواز میں اصل قرار دیا اور کہا کہ

بیع اس واسطے جائز ہے کہ سود جائز ہے۔ اُلٹی گنگا بہائی۔ وادو حال یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَاحْلَ اللَّهُ النَّبِيعَ** اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے **وَحَرَّمَ الزَّبَا** اور زبوا کو حرام کیا ہے۔ آج کل جو قوم بینکوں میں رکھی جاتی ہیں ان کے متعلق ضیاء الحق کے دور میں مضاربیت اور اشتراک کے نام پر مسئلہ چلا تھا جس کی تفصیل کا ہمیں علم نہیں ہے۔ مضاربیت کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کی رقم ہو اور دوسرا آدمی اس رقم کے ساتھ کاروبار کرے اور طے کر لیں کہ اس رقم سے جو منافع حاصل ہو گا دونوں میں نصف نصف ہو گا یا دو حصے ایک کے اور ایک حصہ دوسرے کا، اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ یا تین حصے ایک کے اور چوتھا حصہ دوسرے کا اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر نقصان ہو تو اصل رقم کا بھی ہو گا۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نفع فکس کر دیتے ہیں۔ مثلاً: ایک سو روپے کے سات، آٹھ روپے دے دیئے۔ تو یہ مضاربیت کی تعریف میں نہیں آتا یہ خالص سود ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے اس کا نام خنزیر تھا اور اب اس کا نام بکرا رکھ دیا ہے۔ البتہ اگر ایسی کوئی شق ہو کہ اس میں نفع و نقصان دونوں شامل ہیں تو پھر درست ہے۔

**فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ** پس جس شخص کے پاس نصیحت آگئی **مِنْ رَبِّهِ** اس کے رب کی طرف سے **فَاتَّقِ** پس وہ سود لینے سے باز آگیا **فَلَهُ** تو اس کے لیے ہے **مَا سَلَفَ** جو پہلے گزر چکا یعنی نبی سے پہلے جو کچھ کھاپی چکا اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ یعنی اس کا تاوان نہیں دینا پڑے گا کیوں کہ حکم اب نازل ہوا ہے **وَأْمُرَآةَ إِلَى اللَّهِ** اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی بخشش کرے یا نہ کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے **وَمَنْ عَادَ** اور جس نے اعادہ کیا ہمارے اس حکم کے نازل ہونے کے

بعد فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ پس یہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کے بارے میں مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ سود کو حلال سمجھ کر لیتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ حرام قطعاً کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اگر سود کو حرام سمجھتے ہوئے کھاتا ہے تو اس وقت خلود کا معنی کرتے ہیں کہ دیر تک دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ کافر نہیں گنہگار ہے جتنی سزا رب تعالیٰ دے گا اس کے بعد نکل آئے گا۔

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الصَّدَقَاتِ اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت کریمہ اکیسویں پارہ سورۃ روم میں آتی ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ لکھتے ہیں:

سود، بیاج سے گوبہ ظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے۔ اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مسہل یا تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ یعنی سود کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے جسم میں ورم آ گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں موٹا اور پہلوان بن گیا ہوں یہ اس کی نادانی ہے۔ اسی طرح بہ ظاہر سود سے رقم بڑھتی ہے لیکن یہ اس کی تباہی کا سبب ہے۔ اور صدقات خیرات کو اس طرح سمجھو کہ جسم میں فاسد مواد جمع ہو جائے تو حکیم صاحب جلاب دیتے ہیں اس سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر اس کمزوری میں اس کی صحت ہے۔ تو

صدقات خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس ترجمہ کا حاشیہ اور مختصر تفسیر لکھی ہے وہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا میں اسیری کی حالت میں لکھا ہے۔ وہ اس طرح ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ یہ انگریز کے اقتدار کے زمانے کی بات ہے۔ اس وقت عرب کا اقتدار شریف حسین کے پاس تھا۔ وہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترکوں کے بارے میں فتویٰ لینا چاہتا تھا کہ وہ کافر ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مصطفیٰ کمال نے شریف حسین سے مخالفت کی وجہ سے اسلام دشمنی شروع کر دی کہ قرآن شریف کی تلاوت پر پابندی لگادی کہ یہ عربی میں ہے۔ اذان بند کرادی کہ عربی میں ہے، اسی طرح حج پر پابندی لگائی۔ اس نادان نے بھی نہ سوچا کہ تیری دشمنی شریف حسین سے ہے قرآن سے تو نہیں ہے۔ حج اور کعبہ سے تو نہیں ہے کہ تو نے ان پر پابندی لگادی ہے۔ اور یہ پابندی پچیس سال تک رہی۔ پھر جلال بایار آیا اس نے حج کی بھی اجازت دی، تلاوت قرآن کی بھی اجازت دی۔

تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک شخص کی نادانی کی وجہ سے ساری قوم کو کافر کس طرح کہہ دوں۔ حضرت نے فتویٰ دینے سے انکار کر دیا تو اس جرم کی پاداش میں حضرت کو بیع مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عزیز گل وغیرہ کے گرفتار کر لیا گیا اور ہندوستان کی انگریز حکومت کے حوالے کر دیا گیا۔ آپ کئی سال مالٹا کی جیل میں رہے۔ انھوں نے قرآن کریم کا ترجمہ لکھا اور سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی تفسیر بھی لکھی پھر فوت ہو گئے۔ پھر سورۃ آل عمران سے لے کر آخر تک حاشیہ اور مختصر تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ یہ تفسیر اتنی مقبول ہے کہ شاہ فہد نے بھی اس کو طبع کرا کے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم

کی ہے۔

## سود اللہ کے خلاف اعلان جنگ ہے :

تو صدقہ خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔ اور سود کے ذریعہ بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ ورم ہے۔ یہ ہلاکت کا سبب بنے گا۔ وَاللّٰهُ لَا يَجِبُ كُلَّ كَفَّارٍ اٰثِمٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی ناشکری کرنے والے گنہگار کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ايمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کی وَاَتَوْا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کی لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ايمان والو! اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈرو وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اور چھوڑ دو جو باقی ہے سود۔ یعنی اس کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جو سود کی رقم باقی رہتی ہے وہ نہ لو، چھوڑ دو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم ایسا نہیں کرو گے فَاَذْنُبُوا يَحْزَبُ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ تو اعلان سن لو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑنے کا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: لَا نَسْتَطِيْعُ الْحَرْبَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ”ہم نہیں طاقت رکھتے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کی۔“

یاد رکھو! اس سے زیادہ سخت حکم قرآن کریم میں نازل نہیں ہوا وَإِنْ تُبَيِّنْهُ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوسُ اَمْوَالِكُمْ تو تمہارے اصل مال تمہارے ہی ہیں البتہ اس کے ساتھ تم نے جو سود لینا تھا وہ نہیں لینا لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم کسی پر ظلم کرو کہ

اصل رقم کے ساتھ سود لو وَلَا تَظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے کہ تمہاری اصل رقم بھی تمہیں نہ ملے۔ یہ سود کے بارے میں رب تعالیٰ کے قطعی فیصلے ہیں۔ افسوس ہے کہ اب لوگ تاویلین کرتے ہیں اور علی الاعلان سود کو حلال کہنے والے بھی موجود ہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور ان کے شر سے بچائے۔ [آمین]



وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ  
وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا  
تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَ  
هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ  
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَالْتَبَّوْهُ وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ  
وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ  
الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا  
فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْطِيعُ  
أَنْ يُمْلِكَ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا  
شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ  
وَامْرَأَتَيْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا  
فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا  
وَلَا تَسْمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلٍ ۚ

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ دُوْعُسْرَةٍ تَنگ دست

فَنَظِرَةٌ پس اس کو مہلت دینی ہے اِلٰی مَیْسَرَةٍ فراخی تک وَأَنْ  
تَصَدَّقُوا اور یہ کہ تم صدقہ دو خَیْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے إِنْ  
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر ہو تم جانتے وَاتَّقُوا يَوْمًا اور ڈرو اس دن سے  
تُرْجَعُونَ فِيهِ جس میں تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰی اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف

ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ . پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے گا مَا كَسَبَتْ جَوَاسُ  
 نے کمایا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو إِذَا تَدَايَيْتُمْ جب تم معاملہ کرو  
 بِدَيْنٍ اُدھار اور قرض کا إِلَى أَجَلٍ ایک میعاد تک مُسْتَى جو مقرر  
 ہے فَاتَّخِذُوا پس تم اس اُدھار کو لکھ لو وَلْيَكُتَبْ اور چاہیے کہ لکھے  
 بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ تمہارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ  
 وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اور نہ انکار کرے لکھنے والا أَن يَكُتَبَ یہ کہ وہ لکھے  
 كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ جیسا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی تعلیم دی ہے فَلْيَكُتَبْ  
 پس چاہیے کہ وہ لکھے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي اور چاہیے کہ تحریر کروائے وہ شخص  
 عَلَيْهِ الْحَقُّ جس نے حق دینا ہے وَلْيَتَّقِ اللَّهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ  
 تَعَالَى سے رَبَّهُ جو اس کا رب ہے وَلَا يَخْشَ مِنْهُ اور نہ کمی کرے  
 اس حق سے شَيْئًا کچھ بھی فَإِنْ كَانَ الَّذِي پس اگر ہے وہ شخص  
 عَلَيْهِ الْحَقُّ جس کے ذمے حق ہے سَفِيهًا بے وقوف أَوْ ضَعِيفًا  
 یا کمزور ہے أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ یا وہ طاقت نہیں رکھتا أَنْ يُعْلَلَ یہ کہ وہ  
 لکھوائے کہ ہو وہ خود فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ پس چاہیے کہ لکھوائے اس کا  
 مختار یعنی وکیل بِالْعَدْلِ انصاف کے مطابق وَاسْتَشْهَدُوا شَهِيدَيْنِ  
 اور گواہ بنا لو تم دو گواہ مِنْ رَجَائِكُمْ اپنے مردوں میں سے فَإِنْ لَمْ



يَكُونَا رَجُلَيْنِ پس اگر نہیں ہیں وہ دو مرد فَرَجْلٍ پس ایک مرد  
وَأَمْرَاتَيْنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو  
تم پسند کرتے ہو مِنَ الشُّهَدَاءِ گواہوں میں سے اَنْ تَضِلَّ احَدُهُمَا  
(یہ دو عورتیں اس لیے ہیں) کہ اگر ان دو میں سے ایک بھول جائے فَتَذَكَّرَ  
پس یاد کرائے اخَذَهُمَا الْاُخْرَى ان دو میں سے ایک دوسری کو وَلَا  
يَأْبَ الشُّهَدَاءُ اور نہ انکار کریں گواہ اِذَا مَا دُعُوا جب ان کو گواہی کے  
لیے بلایا جائے وَلَا تَتَّبِعُوا اور نہ تم اُکْتَاؤُ اَنْ تَكْتَبُوهُ یہ کہ تم اس کو  
لکھو صَغِيرًا اَوْ كَبِيرًا چھوٹی چیز ہو یا بڑی اِلَى اَجَلِهِ اس کی میعاد  
تک۔

اس سے پہلے سود کا بیان تھا۔ اور جو مال حرام ہیں ان میں سود سرفہرست ہے۔ اس  
لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا وَحَرَّمَ الزَّبَا اور حرام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ  
نے سود کو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم سود سے باز نہیں آتے فَادْبُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ  
تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص سود کو جائز سمجھ کر  
لیتا دیتا ہے تو وہ پکا کافر ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر سود کو حرام سمجھ کر لیتا  
دیتا ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

اس سود خور کو حکم ہے کہ وَاِنْ كَانَ اور اگر وہ مقروض (جس کو تم نے قرض دیا  
ہے اور اس نے تمہیں اصل رقم کے ساتھ سود بھی دینا ہے تو سود تو حرام ہو گیا اور اصل رقم باقی  
رہ گئی) ذُو عُسْرَةٍ تنگ دست ہے فَظَرِّهٖ اِلٰی مَيْسَرَةٍ پس اس کو مہلت دو فراخی

تک یعنی اگر تمہارا مقروض واقعتاً تنگ دست ہے تو فراخی تک مہلت دو۔ البتہ اگر کوئی شخص بدنیت ہے قرضہ واپس کر سکتا ہے لیکن نیت خراب ہے واپس نہیں کرتا تو اس پر سختی کرنا جائز ہے **وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ** اور یہ کہ اگر تم صدقہ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے **إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** اگر تم جانتے ہو۔ تو صدقے کی صورت یہ ہے کہ تم معاف کر دو۔ پھر اس میں تفصیل ہے کہ ساری رقم معاف کر دو، آدھی معاف کر دو، کچھ حصہ معاف کر دو، جس طرح چاہو کر سکتے ہو اس کا تمہیں حق حاصل ہے اور مہلت دینا بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ایک مسئلہ یاد رکھنا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہے اور مقروض قرض ادا نہیں کر سکتا اور زکوٰۃ کا مستحق ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ زکوٰۃ میں وہ رقم چھوڑ دو تو اس طرح تمہاری زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ زکوٰۃ میں مال کی تملیک شرط ہے **الَّذِينَ يَلْقَوْنَ الْفَقْرَاءَ** میں لام تملیک کی ہے۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی جتنی رقم تم اس کو دینا چاہتے ہو وہ اس کو دے دو۔ وہ جب وصول کرے گا مالک بن جائے گا۔ اس کے بعد تم کہو کہ تو نے میرا قرض دینا ہے دے دو۔ تو اس طرح تمہاری زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور اس کا قرض بھی اُتر جائے گا۔

**وَأَتَّقُوا يَوْمًا** اور ڈرو تم اس دن کے عذاب سے **تَرْجَعُونَ فِيهِ** جس دن تم لوٹائے جاؤ گے **إِلَى اللَّهِ** اللہ تعالیٰ کی طرف **ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ** پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو **مَا كَسَبَتْ** جو اُس نے کمایا یعنی تم نے نیکی بدی جو بھی کمائی کی ہے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور انسان کو اپنے کیے کا پتا ہوگا کیوں کہ وہاں حافظہ قوی کر دیا جائے گا۔ اگرچہ دنیا میں انسان بہت سارے کام کر کے بھول جاتا ہے لیکن وہاں سارے

یاد آجائیں گے اور فرشتوں کا تحریر کردہ اعمال نامہ بھی سامنے کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو پڑھ اور دیکھ کہ میرے فرشتوں نے کوئی کمی بیشی تو نہیں کی۔ انسان کہے گا لَا یَا رَبِّ اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اور انسان اپنا نامہ اعمال پڑھ کر حیران ہوگا اور کہے گا مَا لِ هَذَا الْكِتَابِ لَا یَغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً اِلَّا اَخْصَاهَا [الکہف: ۴۹]

”یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔“ وَهُمْ لَا یُظْلَمُونَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

### قرض کے بعض ضروری احکام :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم آپس میں معاملہ کرو بِدَیْنٍ قرض اور اُدھار کا اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى مقررہ میعاد تک فَاکْتُبُوْهُ تو اس کو لکھ لو تا کہ تمہیں مدت بھی معلوم ہو کہ فلاں تاریخ کو میں نے دینا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ رقم کتنی ہے۔ کیوں کہ بعض آدمیوں کے حافظے کمزور ہوتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں پھر جھگڑے ہوتے ہیں لہذا لکھ لو۔ وَلَیْکُمْ بَیْنَکُمْ کَاتِبٌ اور چاہیے کہ لکھے تمہارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ، نہ اُس کا حق مارے اور نہ اُس پر زیادتی کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لکھنے والا اگر مزدوری لینا چاہے تو اس کو حق پہنچتا ہے وہ لے سکتا ہے وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اور انکار نہ کرے لکھنے والا اَنْ یَّکْتُبَ لکھنے سے گمراہی اللہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لکھنے کی تعلیم دی اور وہ لکھنا جانتا ہے۔ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے تو اس احسان کا شکریہ ہے کہ دوسروں کے کام آئے فَلَیْکُمْ بَیْنَکُمْ پس چاہیے کہ لکھے۔ بغیر اجرت کے لکھے تو نُورٌ عَلٰی نُورٍ ہے اور اگر اجرت

لینا چاہے تو اس کا بھی اس کو حق ہے وَلْيُخْلِلْ اور چاہیے کہ اِماء کرائے (اِمْلا ل اور اِماء دونوں ہم معنی ہیں۔) الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وہ شخص جس پر حق ہے یعنی مقروض لکھوائے کہ میں نے اتنی رقم دینی ہے کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ اس نے کتنے لیے ہیں اور اس پر لازم ہے وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ اور چاہیے کہ وہ مقروض اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ یعنی ٹھیک ٹھیک لکھوائے کسی قسم کی خیانت نہ کرے، ڈنڈی نہ مارے وَلَا يَبْخَسُ مِنْهُ شَيْئًا اور مقروض نے جو حق دینا ہے اس میں کسی چیز کی کمی نہ کرے، ٹھیک ٹھیک لکھوادے کہ اتنا حق دینا ہے اور فلاں تاریخ کو دینا ہے۔

فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ پس اگر ہے وہ شخص کہ جس کے ذمے حق ہے سَفِيهًا بے عقل، پاگل قسم کا آدمی ہے تو بدحواس کیا لکھوائے گا أَوْ ضَعِيفًا یا کمزور ہے۔ مثلاً: بچہ ہے کہ وہ لکھوا نہیں سکتا یا بہت بوڑھا ہے کہ لوگ اس کی بات ہی نہیں سمجھتے أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمْلَئَ هُوَ یا وہ خود لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مثلاً: گونگا ہے یا منشی کی زبان اور ہے اور اس کی زبان اور ہے اور یہ اپنی زبان میں اس کو لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا فَلْيُخْلِلْ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ بِالْعَدْلِ تو چاہیے کہ اس کا سر پرست لکھوائے انصاف کے ساتھ۔ یعنی وہ اپنا مختار یا وکیل بنائے اور اس کو کہے تو میری طرف سے تحریر کروادے۔ تو جب تم کسی کو ادھار دو کسی میعاد تک اس کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو تحریر میں لاؤ۔ اگر کوئی شخص اس حکم پر عمل نہیں کرے گا یعنی تحریر نہیں کروائے گا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

دوسرا حکم: وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ اور دو گواہ بنا لو اپنے مردوں میں سے یعنی مومن ہوں کیوں کہ خطاب ایمان والوں کو ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اور یاد رکھنا کہ مومن کے کسی معاملہ میں غیر مسلم کو گواہ نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَنْ

يَجْعَلُ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ” اور ہرگز نہیں بنائے گا اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر کوئی راستہ۔ “ کافر مسلمان کے حق میں کسی مسئلہ پر گواہی نہیں دے سکتا۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ يَشَافِقُ بَيْنَهُمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتِلْكَ الْبَاقِيَةُ مِنَ الْبَقَرَةِ وَآمَرَ آثِنَ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ جن کو تم گواہ پسند کرتے ہو۔ اور مومن اسی گواہ کو پسند کرے گا جو مومن اور عادل ہو اور عادل اسے کہتے ہیں جو صوم و صلوة کا پابند ہو۔ اس طرح کہ اس کے ذمہ ایک نماز اور ایک روزہ بھی نہ ہو اور سچ بولنے والا ہو۔ اگر اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ سے توبہ نہیں کی تو وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ اور نماز باجماعت کا پابند ہو۔ اگر بغیر کسی مجبوری کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ البتہ ایک آدھ نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا تو کوئی بات نہیں ہے۔ اور اگر عادت ہے جماعت کی نماز چھوڑنے کی تو اس کی گواہی منظور نہیں ہے۔ اسی طرح ایسا آدمی بھی گواہ نہیں بن سکتا جو بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دے۔ کیوں کہ جمعہ کی نماز بھی فرض عین ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: کہ جو شخص گلی محلوں میں ننگے سر پھرتا ہے یا لوگوں کے سامنے سڑکوں کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے یا وہ شخص جو گلی بازاروں میں چلتے پھرتے کھاتا ہے وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ لہذا اس دور میں شرعی گواہ کا ملنا مشکل ہے۔

### عورت کی گواہی :

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ دو گواہ مرد ہونے چاہئیں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ تنہا عورتوں کی گواہی حدود میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً: زنا کے مسئلے

میں ایک لاکھ عورت بھی گواہی دے تو قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ حج کے سامنے زنا کو جن صریح الفاظ میں بیان کرنا ہے عورت فطرتاً ان صریح الفاظ کو بیان نہیں کر سکتی۔ شریعت ان کی گواہی صرف ولادت اور رضاعت کے سلسلے میں منظور کرتی ہے یا عام حالات میں قتل کا مسئلہ ہے، چوری کا مسئلہ ہے یا نکاح، طلاق کا مسئلہ ہے یا اس طرح کے اور مسئلے ہیں کہ ان میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں ناقصات عقل بھی ہیں اور ناقصات دین بھی۔ ایک عورت بولی حضرت! ہم ناقص العقل کیوں ہیں یعنی ہم میں کیا کمزوری پائی جاتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا گواہی کے مسئلہ میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر نہیں ہے؟ وہ عورت کہنے لگی حضور (ﷺ) یہ بات تو صحیح ہے۔ (مگر آج کی عورت ہوتی تو کبھی نہ مانتی۔ بلکہ کہتے کہ ہماری عقل پوری ہے بلکہ مردوں سے بھی زیادہ ہے۔) اور فرمایا دین کا نقصان یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں تم نماز، روزہ ادا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح نفاس کے دنوں میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتی، البتہ روزوں کی قضا ہوگی اور نماز کی معافی ہے۔ گواہی کے بارے میں یہ حکم قرآن پاک کا ہے اور حدیث متواتر کا ہے۔ اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

آج بے دین قسم کے مرد اور عورتیں کہتی ہیں کہ عورت کی گواہی آدھی ہے کیا عورت کی نگاہ پوری نہیں ہوتی؟ یہ لوگ رب تعالیٰ کے حکم کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ مومن کو رب تعالیٰ کا حکم مان لینا چاہیے۔ تو گواہی کے مسئلہ میں دو عورتیں اس لیے ہیں۔ اَنْ تَصْلَ اِخْدَهُمَا یہ کہ اُن دو میں سے ایک کوئی ضروری بات بھول جائے۔ فَتَذَكِّرَ اِخْدَهُمَا الْاُخْرٰی تو ان دو میں سے ایک یا دکرادے گی دوسری کو یعنی اگر کوئی خاص

بات ہے کہ جس چرگواہی موقوف ہے اور وہ ایک عورت کے ذہن سے نکل گئی ہے تو دوسری اس کو یاد کرادے گی۔ عورتیں اگرچہ باتونی ہوتی ہیں لیکن اصل بات بھول جاتی ہیں اور دائیں بائیں کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا: وَلَا يَأْتِبُ الشَّهَدَاءُ اور گواہ انکار نہ کریں اِذَا مَا دُعُوا جب اُن کو بلایا جائے۔

مسئلہ یہ کہ اگر کسی شخص کی گواہی پر معاملہ موقوف ہے تو گواہی دینا واجب ہے اور نفس شہادت پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مزدور آدمی ہے اور اس دن کی مزدوری رہ گئی ہے جس دن اس نے عدالت میں جا کر گواہی دی ہے تو اس دن کی مزدوری لے سکتا ہے اور آنے جانے کا کرایہ بھی لے سکتا ہے اور قاعدے کے مطابق کھانا بھی کھا سکتا ہے اور یہ ساری چیزیں اس کے ذمہ ہیں جس کے حق میں اس نے گواہی دینی ہے۔ البتہ یہ ساری چیزیں ہوں گی گواہ کی حیثیت کے مطابق۔ یعنی اگر وہ پہلے تھرڈ کلاس میں سفر کرتا ہے تو اس کو تھرڈ کلاس کا کرایہ دیا جائے گا۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فرسٹ کلاس کے ٹکٹ کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح گھر میں اگر دال سبزی کھاتا ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مرغے کا مطالبہ کرے۔

وَلَا تَسْمُوا اور نہ اُکتاؤ تم اَنْ تَكْتَبُوْہُ یہ کہ لکھو تم اُدھار کو صَغِيرًا اَوْ كَبِيرًا اُدھار چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اِلٰی اَجَلٍ اس کو میعاد تک لکھ لینا چاہیے اور لکھنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ان آیات میں دو مسئلے بیان ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر معاملہ اُدھار کا ہے تو لکھ لو تا کہ بعد میں گڑبڑ نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ گواہ بناؤ۔ باقی باتیں آگے آرہی ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ



## ذٰلِكُمْ

أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا  
 أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ  
 جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَ  
 كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا  
 اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ٥ وَإِنْ كُنْتُمْ  
 عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَيْنِ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ  
 بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ فَلَْيُوذْ بِالَّذِي أَوْثَقِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ  
 رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ إِثْمٌ قَلْبُهُ  
 وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ٦

ذٰلِكُمْ یہ حکم اَقْسَطُ زیادہ انصاف والا ہے عِنْدَ اللَّهِ تعالیٰ کے نزدیک وَأَقْوَمُ اور زیادہ درست ہے لِلشَّهَادَةِ گواہی دینے کے لیے وَأَدْنَىٰ اور زیادہ قریب ہے أَلَّا تَرْتَابُوا اس کے کہ تم شک نہ کرو إِلَّا أَنْ تَكُونَ مگر یہ کہ ہو تِجَارَةً حَاضِرَةً تجارت حاضر تَدِيرُونَهَا جس کو تم لیتے دیتے ہو بَيْنَكُمْ آپس میں فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ أَلَّا تَكْتُبُوهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو : وَأَشْهَدُوا اور گواہ بنا لو تم إِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم



خرید و فروخت کرو وَلَا يَضَارَّ كَاتِبٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو وَلَا شَهِيدٌ اور نہ گواہ کو وَإِنْ تَفْعَلُوا اور اگر تم کرو گے فَإِنَّهُ فَسَوْفَ يَكْتُمُ توبے شک یہ تمہاری نافرمانی ہوگی وَاتَّقُوا اللَّهَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَيَعْلَمُكُمُ اللَّهُ اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ اور اگر ہو تم سفر میں وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا اور نہ پاؤ تم لکھنے والا فَرِهْنِ مَقْبُوضَةً پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا فَإِنْ آمِنَ بَعْضُكُمُ بَعْضًا پس اگر مطمئن ہو جائیں بعض تمہارے بعض سے فليؤذِ الَّذِي پس چاہیے کہ ادا کرے وہ شخص اَوْ تُؤْمِنَ جس کو امین سمجھا گیا ہے أَمَانَتُهُ اپنی امانت کو وَلِيَتَّقِ اللَّهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے رَبُّهُ جو اس کا رب ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی وَمَنْ يَكْتُمْهَا اور جو شخص چھپائے گا اس گواہی کو فَإِنَّهُ إِثْمٌ قَلْبُهُ توبے شک گناہ گار ہونے والا ہے دل اس کا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو جانتا ہے۔

بڑے سودے تحریر کیے جائیں :

میں نے کل عرض کیا تھا کہ سارے قرآن میں سب سے لمبی اور بڑی آیت یہ ہے جو يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے شروع ہوئی اور وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ پر ختم ہوئی۔ اور

کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ چھوٹی آیات دو حرفوں والی ہوتی ہیں جیسے لحم آیت ہے، یس آیت ہے، طہ آیت ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں بہت سارے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جس وقت تم کسی سے اُدھار کرو یا قرض کا معاملہ کرو تو اس کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ تم اس کو لکھ لو کہ فلاں نے اتنی رقم لینی ہے اور فلاں نے اتنی رقم دینی ہے۔ اور دوسرا حکم تھا کہ گواہ بنا لو تا کہ آئندہ کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ اسلام جھگڑے کا بالکل قائل نہیں ہے۔

اسی واسطے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے صاف اور واضح احکام تحریر فرمائے ہیں کہ تم نے اگر کسی سے کوئی کام کروانا ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کر لو۔ مثال کے طور پر کسی سے کپڑا سلوانا ہے یا جوتے کی سلائی کروانی ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کرو۔ اگر تمہاری سمجھ میں آئے تو کام کرو اور نہ نہیں۔ مگر بات کو گول مول نہ رکھو کہ کام ہو جانے کے بعد وہ کہے کہ میں نے اتنی مزدوری لینی ہے اور تم یہ کہو ہم نے اتنی دینی ہے، تو جھگڑا ہوگا۔ اور اگر پہلے طے نہیں کریں گے تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ لہذا ساری بات اچھی طرح طے کر لینی چاہیے۔ ہم لوگ عموماً پہلے شرم میں رہتے ہیں اور بعد میں جھگڑتے ہیں۔ ہاں اگر کسی چیز کی اُجرت یا قیمت متعین ہے چاہے سرکاری لحاظ سے یا عرف عام کے اعتبار سے۔ مثال کے طور پر گوجرانوالا سے لاہور جانے کے لیے وگین کا کرایہ متعین ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کتنا ہے لہذا پہلے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلے دو مسئلے بیان ہوئے کہ تم اگر کسی کو اُدھار دو یا قرض دو تو اس کو تحریر میں لاؤ اور اس پر گواہ ہونے چاہئیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَكْفُرُ بِهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْ تَحْرِیْرُہٗۤ اَوْ اَقْضٰۤی عِنْدَ اللّٰہِ اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں بڑی

انصاف والی بات ہے وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور زیادہ درست ہے گواہی دینے کے لیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گواہ تو دیانت دار ہوتے ہیں مگر زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان کو یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کتنی رقم کی گواہی دینی ہے۔ یا تاریخ بھول جاتے ہیں کہ کون سی تاریخ متعین ہے۔ تو جب تحریر سامنے ہوگی تو گواہوں کو معلوم ہوگا کہ ہم نے فلاں چیز کی گواہی دینی ہے وَأَذْنَىٰ آلَا تَرْتَابُونَ اور یہ تحریر میں آ جانا اور گواہوں کا متعین ہونا زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً مگر یہ کہ ہو تجارت حاضر تُدِيرُوهَا بَيْنَكُمْ جس کو تم آپس میں لیتے دیتے ہو فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس تم پر کوئی حرج نہیں ہے إِلَّا تَكْتَسِبُوهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو۔

جیسے: لوگ دکانوں سے سودا لیتے ہیں کہ چیز لی اور پیسے دے دیئے تو یہاں جھگڑے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیوں کہ نقد ہے لہذا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہاں لکھنے میں دکان دار کو بھی تکلیف ہے کہ وہ لکھے کہ میں نے نمک بیچا ہے، ہلدی بیچی ہے، مرچیں بیچی ہیں وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ تجارت تو حَاضِرَةٌ ہے مگر کوئی اہم چیز ہے قیمتی ہے تو وَأَشْهَدُوا اور گواہ بنالو إِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم خرید و فروخت کرو۔ مثال کے طور پر تم نے مکان خریدا ہے رقم نقد دے دی ہے اور قبضہ کر لیا یا کوئی قیمتی جانور خریدا تو اس پر بھی گواہ بناؤ تا کہ بعد میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس چیز کے قیمتی ہونے کی وجہ سے کوئی گمراہ کرے اور اُکسائے کہ تو نے سستا بیچ دیا ہے اور وہ پھسل جائے وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو۔ مثلاً: کاتب کا کوئی اپنا ضروری کام ہے یا اس نے کہیں ضروری جانا ہے جس کی وجہ سے وہ فوری طور پر تمہارا کام نہیں کر سکتا اور تم اس کو پکڑ لو اور کہو کہ مجھے پہلے لکھ دے پھر

جہاں جانا ہے جا اور اپنا کام بعد میں کر لینا۔ اس طرح کاتب کو ضرر پہنچانا ٹھیک نہیں ہے، تم کوئی اور کاتب تلاش کر لو اور اس کو اپنے ضروری کام یا ڈیوٹی پر جانے دو۔

اسی طرح گواہ کہ اس نے کہیں کہیں خوشی میں شریک ہونا ہے یا اس کا ماتم ہو گیا ہے یا اس کی باقاعدہ کہیں ڈیوٹی ہے جس پر اس نے پہنچنا ہے اور تم کہو کہ سارے کام چھڑ دے اور میرے ساتھ گواہی کے لیے چل تو اس طرح تم اس کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ آخر وہ بھی انسان ہے اس کی بھی ضروریات ہیں، مسائل ہیں تو اس کو مجبور کرنا صحیح نہیں۔ ایسے موقع پر تم عدالت کو کہہ سکتے ہو کہ میرا گواہ فلاں مجبوری کی وجہ سے نہیں آ سکا کوئی اور تاریخ دے دی جائے۔ قانون بھی اور شریعت بھی اس چیز کی اجازت دیتی ہے۔ قانون اور شریعت میں ایسی شقیں موجود ہیں۔ تو ہر حال میں مجبور کر کے ساتھ لے جانا اس کو ضرر پہنچانا صحیح نہیں بلکہ تمہیں اس چیز کا حق نہیں ہے۔ یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ لَا يُضَاوَرُ كُفًى مَعْلُومَ كَاصِغَةٍ بِنَايَا جَائے۔

اور لَا يُضَاوَرُ كُفًى مَعْلُومَ كَاصِغَةٍ بِنَايَا جَائے۔ اس وقت معنی ہوگا اور ضرر نہ پہنچائے کاتب اور گواہ۔ کیوں کہ لکھنے والا ہوشیار ہوتا ہے لکھنے میں دھوکا دے سکتا ہے اور حق والے کو نقصان پہنچا سکتا ہے لہذا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو تحریر میں نقصان پہنچائے۔ اور گواہ بھی نفس الامر کے مطابق صحیح گواہی دے۔ غلط گواہی دے کر گواہ بھی حق والے کو نقصان نہ پہنچائے۔ وَإِنْ تَفَعَّلُوا اور اگر تم ایسی کارروائی کرو گے کہ ان شریف آدمیوں کو نقصان پہنچاؤ گے اور ان کے ساتھ زیادتی کرو گے فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ۔ تو بے شک یہ تمہاری نافرمانی ہے کہ تم نے رب کا حکم نہیں مانا وَاتَّقُوا اللَّهَ اور ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرو وَیَعْلَمُكُمُ اللَّهُ اور اللہ تعالیٰ تمہیں ان احکام کی

تعلیم دیتا ہے اور ان احکامات کا تمھاری زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اچھی طرح سمجھ لو  
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہاں تک تھی آیت مداینہ۔

یہاں ایک فقہی مسئلہ سمجھ لیں کہ ہر رکعت میں کم از کم تین آیات پڑھنی ہیں چاہے  
امام ہو یا منفرد ہو۔ اگر کوئی تین آیات سے کم پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ یا ایک  
آیت اتنی لمبی ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تو اس کا پڑھنا بھی جائز ہے نماز ہو جائے  
گی۔ جیسے یہ آیت مداینہ ہے یا چھٹے ساتویں پارے میں ہیں اور تین آیتوں کی شرط اس  
لیے ہے کہ قرآن کریم کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے۔ چھوٹی سورتوں میں  
سورة العصر، سورة الكوثر، سورة النصر ہیں۔ ان سب کی تین تین آیات ہیں۔

رہن کے احکام :

آگے اور حکم ہے: وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ أَغْرَمْتُمْ سَفَرٌ ہو وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا  
اور نہ پاؤ تم لکھنے والا۔ مثلاً: قافلہ جا رہا ہے اور اس میں بہت سارے آدمی ہیں۔ اس  
قافلے میں سے کسی کو دوسرے سے رقم لینے کی ضرورت پڑی اور وہاں لکھنے والا کوئی نہیں تو  
فَرِهْنٌ مَّقْبُوضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا۔ یعنی جس سے رقم لے اس کے پاس کوئی چیز  
گروی رکھ دے کہ میں جب تجھے رقم دوں گا تو اپنی چیز واپس لے لوں گا اور جس طرح  
گروی رکھنا سفر میں جائز ہے اسی طرح اقامت میں یعنی عام حالات میں بھی جائز ہے۔  
سفر میں چوں کہ اس کی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے کہ لکھنے والا نہیں ملتا اس واسطے سفر کی  
قید لگائی ہے۔

اقامت کی حالت میں رہن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھریلو اخراجات کے

سلسلہ میں جو درکار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے گھریلو خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ (کہ اکثر گھر کا سودا سلف یہی لاتے تھے اور کبھی کبھی یہ ذیوٹی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد بھی ہوتی تھی۔) کو ابو ثعم نامی یہودی کے پاس بھیجا جو بڑا سخت مزاج تھا۔ انھوں نے اس کو جا کر کہا محمد ﷺ کو تیس صاع جو بطور قرض کے چاہئیں (ایک صاع ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے) اس نے کہا میرے پاس کوئی چیز گروی رکھو تب دوں گا۔ خادموں نے آکر کہا کہ حضرت! وہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس کوئی چیز گروی نہ رکھی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زرہ مبارک دی کہ یہ گروی رکھ کر جو لے آؤ۔ کیوں کہ مجبوری تھی تو آپ ﷺ کی زرہ اس یہودی کے پاس گروی رکھی اور تیس صاع جو لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق کی بات ہے آپ ﷺ وہ زرہ اپنی حیات مبارکہ میں واپس نہ لے سکے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرض ادا کر کے زرہ واپس لی۔ مقصد یہ ہے کہ رہن آپ ﷺ نے مدینہ میں قیام کے دوران رکھا تھا لہذا سفر کی قید اتفاقی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے تول کر جو اپنی بیویوں میں برابر تقسیم کیے۔ اس وقت آپ ﷺ کی بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ تول کر اس واسطے تقسیم کیے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور آج بھی اگر کسی کی دو یا تین بیویاں ہوں تو اخراجات کے سلسلہ میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

### حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں، اولاد نہ تھی، لا ولد تھے۔ آج کل کا موسم تھا۔ ایک عقیدت مند نے دو تر بوز ہدیہ پیش کیے۔ (اور مسئلہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کر لینا

چاہیے رد کرنا خلاف سنت ہے۔) شاید دو اس واسطے پیش کیے کہ بیویاں دو ہیں دونوں کو ایک ایک دیں گے اور وہ شخص ہدیہ دے کر چلا گیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ چھری لاؤ اور دو پراتیں بھی لے آؤ۔ خادم نے کہا حضرت! دو پراتوں کا کیا کرنا ہے؟ فرمایا یہ تربوز برابر کاٹنے ہیں اور آدھا اس میں سے اور آدھا اُس میں سے ایک بیوی کو دینا ہے اور آدھا اس میں سے اور آدھا اس میں سے دوسری بیوی کو دینا ہے۔ خادم نے کہا حضرت ایک تربوز ایک بیوی کو اور دوسرا دوسری بیوی کو دے دیں۔ فرمایا بیٹے بعض تربوز میٹھے ہوتے ہیں اور بعض پھیکے۔ تو اگر ایک کا میٹھا اور دوسرا پھیکا نکلا تو حق تلفی ہوگی۔ یہ درست نہیں ہے۔ تو ایک کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا پھر دوسرا کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا۔ جو اس طرح انصاف کر سکتا ہو اس کو شریعت ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دیتی ہے ورنہ ۰ فَوَاحِشَةً پس ایک پر ہی گزارا کرے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت سفر سے واپس تھانہ بھون آرہے تھے کہ ایک عقیدت مند نے گنے کی ایک گٹھری ہدیہ دی، حضرت نے قبول کر لی اور خادم کو فرمایا کہ اس کا وزن کراؤ۔ اگر ہم قانون کے مطابق بغیر کرایہ کے لے جاسکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا ٹکٹ لینا ہے۔ (یہ انگریز کے دور کی بات ہے۔) گارڈ حضرت کو جانتا تھا اس نے کہا حضرت وزن کی کیا ضرورت ہے، جہاں تک میں نے جانا ہے میں لے جاؤں گا آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ حضرت نے فرمایا تو نے کہاں تک جانا ہے؟ اس نے کہا مظفر نگر تک۔ فرمایا میں نے تو آگے جانا ہے۔ تو گارڈ نے کہا حضرت آپ سہارن پور تک جائیں گے تو کوئی بات نہیں میں آگے کا بھی انتظام کر دوں گا۔ حضرت نے فرمایا میں نے تو سہارن پور سے آگے جانا ہے۔ کیا آپ آگے کا بھی انتظام کر دیں





محققین فرماتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا صرف اپنا فائدہ سوچتا ہے کہ مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ جب کہ قرضِ حسنہ میں دوسرے کا فائدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ یہ ضرورت مند ہے اس لیے قرضِ حسنہ کا ثواب زیادہ ہے۔

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے کہ اگر امانت واپس نہ کی تو گرفت ہوگی وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی کو۔ مگر آج کل کے زمانہ میں سچی گواہی دینا بہت مشکل ہے۔ بلکہ مقدمے کی پیروی کرنا ہی بڑا مشکل ہے۔ بے چارے وکیلوں کی جانیں چلی جاتی ہیں۔ ایسا دور آ گیا ہے کہ خدا پناہ! ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وَمَنْ يَكْتُمْهَا اور جو گواہی کو چھپائے گا فَإِنَّهُ آثَمَ قَلْبُهُ تو بے شک اس کا دل گنہگار ہوگا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس واسطے اس کا خوف دل میں رکھو، آخرت اور قبر نہ بھولو، قبر کو یاد رکھو اور اپنے اعمال درست کر لو۔



## لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْاَرْضِ ۚ وَاِنْ تُبَدُّوا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخَفُّوْهُ يَحْسِبْكُمُ اللّٰهُ ۚ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰ اَمَنْ الرُّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ ۚ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۚ كُلٌّ اَمَنْ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ۚ لَا تَفْرِقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ غُفْرٰنَكَ رَبَّنَا ۚ وَالْيَكِّيكَ الْمَصِيْرُ ۝۱۱ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۚ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَاعْفِرْ لَنَا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝۱۲

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاِنْ تُبَدُّوا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا اس چیز کو فِيْ اَنْفُسِكُمْ جو تمہارے دلوں میں ہے اَوْ تُخَفُّوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو گے يَحْسِبْكُمُ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ پس بخش دے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ

شَيْءٌ قَدِيرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اَمِنْ الرَّسُولِ ایمان لایا ہے  
 رسولِ بَیِّنًا کہیں چیز پر اُنزِلَ اِلَيْهِ جو اتاری گئی ہے اس کی طرف  
 مِنْ رَبِّهِ اس کے رب کی طرف سے وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن بھی ایمان  
 لائے ہیں کُلٌّ اَمِنْ یہ سب ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر  
 وَمَلٰئِكَتِهِ اور اس کے فرشتوں پر وَكُتُبِهِ اور اس کی کتابوں پر  
 وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے) لَا تَفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ  
 رُّسُلِهِ ہم نہیں تفریق کرتے اُس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان  
 وَقَالُوا اور کہا اُنھوں نے سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَاطَعْنَا اور ہم  
 نے اطاعت کی غُفْرَانَكَ تیری بخشش چاہتے ہیں رَبَّنَا اے  
 ہمارے رب وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے لَا يَكْلِفُ  
 اللّٰهُ ہمیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ نَفْسًا کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا  
 مگر اس کی طاقت کے مطابق لَهَا اس نفس کے لیے ہے مَا كَسَبَتْ  
 جو اُس نے کمایا وَعَلَيْهَا اور اس پر وبال پڑے گا مَا اكْتَسَبَتْ اس  
 چیز کا جو اس نے کمائی رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تُؤَاخِذْنَا مَوَازِدَہ  
 نہ کر ہمارا اِنْ نَّسِينَا اگر ہم بھول جائیں اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو  
 جائے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اور نہ ڈال ہم پر  
 اِصْرًا بوجھ گَمَا حَمَلْتَهُ جیسا ڈالاتم نے بوجھ عَلٰی الَّذِيْنَ اَنْ

لوگوں پر مِنْ قَبْلِنَا جو ہم سے پہلے تھے رَبَّنَا اے ہمارے رب  
وَلَا تُحْمِلْنَا اور نہ اٹھوا ہم سے مَا وہ چیز لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ جس کی  
ہم طاقت نہیں رکھتے وَاعْفُ عَنَّا پس تو معاف کر دے ہم کو  
وَاعْفِرْ لَنَا اور بخش دے ہم کو وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما أَنْتَ مَوْلَانَا  
تو ہی ہمارا آقا ہے فَانصُرْنَا پس تو ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ  
کافر قوم کے مقابلے میں۔

قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے۔ جو اللہ  
سے شروع ہوتی ہے اور فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں اللہ  
تعالیٰ نے بہت سارے احکام بیان فرمائے ہیں۔ توحید کا بیان ہے، شرک کا رد ہے، نبوت  
کا اثبات ہے، قیامت کا اثبات ہے، نکاح، طلاق کے مسائل ہیں۔ اور بہت سارے  
مسائل ہیں۔ ان مسائل کو سن کر ناواقف آدمی گھبرا جاتا ہے کہ اتنی پابندیاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی کے  
واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کا مالک پروردگار ہے۔  
وہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے جو حکم چاہے نافذ کرے اس کے سامنے  
کوئی قیل و قال نہیں کر سکتا وَإِنْ تَبَدُّوْا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ ان  
چیزوں کو جو تمہارے دلوں میں ہے یعنی جو تمہارے دلوں میں اچھے یا بُرے خیالات  
آتے ہیں اَوْ تَخْشَوْنَ يَا تُمِ اس کو مخفی رکھو۔ فرمایا اچھی طرح یاد رکھنا! يُحَاسِبُكُمْ بِهٖ اللّٰهُ  
اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے۔

## وسوسے کے درجات :

اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جو خیالات اور وساوس آتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ ان کا خیال خود بہ خود آتا ہے بغیر قصد اور ارادے کے۔ یہ خیالات جیسے بھی ہوں ان پر کوئی گرفت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت! بعض دفعہ ہمارے دل میں از خود ایسے خیالات آتے ہیں کہ ہم ان کو زبان پر لانے کے لیے آمادہ نہیں ہیں بلکہ ان کو زبان پر لانے کے بجائے اس کو آسان سمجھتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ مثلاً: یہ خیال آجاتا ہے کہ مَنْ خَلَقَ اللَّهُ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذَلِكْ صِرَاجُ الْإِيْمَانِ یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔ یعنی خیال کا آجانا تو تمہارے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس سے تمہارا امتنا متفر ہونا کہ زبان پر لانے کے بجائے جل کر کوئلہ ہونے کو آسان سمجھنا یہ صریح ایمان ہے۔ تو بُرے سے بُرا خیال بھی اگر ذہن میں از خود آجائے تو اس پر گرفت نہ ہوگی۔ دوسرے وہ خیالات اور چیزیں ہیں کہ ان کو قصد اور ارادے سے دل و دماغ میں لایا جائے تو ان پر باقاعدہ گرفت ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں ایسے ہی خیالات کا ذکر ہے۔

پھر فرمایا فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ پس جس کو چاہے گارب بخشے گا۔ جس اچھے ارادے اور اچھی چیزیں دل میں لایا اسے بخشے گا وَيَعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو بُرے ارادے اور خیالات کا قصد لائے گا اس کو گرفت اور سزا ہوگی وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

## معراج کے خاص تحفے :

اَمِنْ الرَّسُولِ سے لے کر آخر تک اصولی طور پر دو آیتیں بنتی ہیں۔ ویسے تو سارا قرآن کریم حق ہے مگر ان دو آیتوں کی خصوصیت ہے کہ یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضور پاک ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر عطا فرمائیں۔ باقی سارا قرآن کریم جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے آپ ﷺ کو ملا۔ نسائی شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مجھے تین تحفے عطا فرمائے۔

① پہلے نمازیں پچاس تھیں اور پھر پانچ رہ گئیں۔

② دوسرا تحفہ سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ یعنی اَمِنْ الرَّسُولِ سے لے کر آخر تک۔

③ تیسرا تحفہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کیا میں اس کو بخش دوں گا۔ تو یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو براہ راست عطا فرمائیں۔

فرمایا اَمِنْ الرَّسُولِ ایمان لایا رسول اللہ ﷺ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَبِّهِ اس کے رب کی طرف سے۔ یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح قرآن کریم مُنْزَلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے۔ اسی طرح احادیث میں جو احکام ہیں وہ بھی رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ بھی رب کی طرف سے اور معانی بھی رب کی طرف سے ہیں۔ اور جو احادیث ہیں الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں اور مفہوم من جانب اللہ ہے۔ تو یہ جو فرمایا کہ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ جو کچھ نازل کیا گیا اس کی طرف۔ اس میں قرآن بھی

ہے اور حدیث بھی ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر حضرت محمد ﷺ بھی ایمان لائے ہیں وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن بھی ایمان لائے ہیں۔ اور مومن قیامت تک آتے رہیں گے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یہ سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے سب احکام کو مانتے ہیں وَمَلَائِكَتِهِ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ ”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔“ اور یہ نور مخلوق ہے جس طرح پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، اسی طرح یہ نور بھی مخلوق ہے جس سے فرشتوں کو پیدا کیا گیا۔ فرشتے نہ مادہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں جنسی خواہشات ہوتی ہیں، وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، ان کی خوراک ہے سبحان اللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے يَسْتَبْخِرُونَ بِحَدِّ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [المدثر: ۳۱]

وَكُتُبِهِم اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں؟ ان کی صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں ہے۔ مگر کافی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ چار کتابیں مشہور ہیں: قرآن کریم، تورات، زبور اور انجیل۔ تورب کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے وہ سب پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ من جانب اللہ ہیں اور اپنے اپنے زمانے میں بہترین دستور تھیں۔ اور قرآن کریم کے آنے کے بعد سب منسوخ ہو گئی ہیں۔ اب نجات صرف قرآن کریم پر عمل کرنے میں ہے۔

وَرُسُلِهِ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ رسولوں کی صحیح تعداد کا ذکر نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں ہے۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور ایک میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا مگر دونوں روایتیں کمزور ہیں۔ پہلے پیغمبر آدم ہیں اور آخری پیغمبر جن پر اللہ تعالیٰ نے نبوت ختم فرمادی خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ ہم سب کو مانتے ہیں۔ قرآن کریم میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں اور پچیس پیغمبروں کے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہ اس نے ہمیں تمام کی گنتی کا پابند نہیں بنایا۔ جتنے بھی ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے لَا تَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ ہم نہیں تفریق کرتے اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان اَنُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ یہ یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کا انکار کیا بلکہ ان کو حلال زادہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ قرآن کریم میں ہے وَبِكَفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا [النساء: ۱۵۶] ”اور اُن کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کی وجہ سے کہ اُس نے جو بچہ جنا ہے وہ حلال زادہ نہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔“ تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو نصاریٰ نے ضد میں آکر موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا وَقَالَتِ النَّصْرِيُّ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ [البقرة: ۱۱۳] ”اور کہا نصاریٰ نے یہودی کسی شے پر نہیں ہیں۔“ یعنی جھوٹے ہیں۔ تو اس طرح اُنھوں نے نبیوں میں تفریق ڈالی کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔ اور ہم سب کو مانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ یہ



مطلب ہے تفریق نہ کرنے کا۔ باقی رہی بات فضیلت کی تو اس کے بارے میں خود رب تعالیٰ نے اس پارے کے شروع میں فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ”یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔“ تو فضیلت کے اعتبار سے تفریق ہے۔ تمام پیغمبروں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بلند درجہ ہے۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابراہیم کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کے بعد پھر حضرت موسیٰ کا مقام ہے۔ تو درجات میں تو تفریق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو درجہ عطا فرمایا ہے وہ اسی کا ہے۔ باقی بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے میں تفریق نہیں ہے بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

وَقَالُوا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور مومنوں نے کہا سَجِعْنَا وَأَطَعْنَا ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا اور ہم نے اطاعت کی یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں ہم ان کی دل و جان سے فرماں برداری کرتے ہیں غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے پروردگار! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں، ہم گناہ گار ہیں، خطا کار ہیں، انسان ہیں، ہم سے گناہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے تیری بخشش کے طلب گار ہیں وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی ہم نے آنا بھی تیری طرف ہے۔

شرعی احکام میں سہولتیں :

فرمایا: لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ طاقت سے زیادہ رب تعالیٰ نے کسی کے ذمہ عبادت نہیں لگائی۔ مثال کے طور پر نماز میں قیام فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے کہ کھڑے ہو

کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے کے ساتھ پڑھ لے۔ اگر وضو اور غسل کے لیے پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ اسی طرح زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ اُس پر آئے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔ اگر اس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہیں ہے تو نہ اس پر زکوٰۃ ہے، نہ قربانی، نہ فطرانہ۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو انسان کے بس میں نہ ہو۔ اور جو چیز انسان کے بس میں نہیں ہے اس کے نہ کرنے پر مواخذہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی لیے فرمایا لَمَّا كَسَبْتُ اُس نفس کے لیے ہے جو اُس نے کمایا۔ یعنی جو نیکی بھلائی کرے گا اس کو اس کا پھل ملے گا وَعَلَيْهَا مَا كَسَبْتُ اور اسی پر وبال پڑے گا جو اُس نے کمایا یعنی جو بدی کرے گا اس کا وبال بھی اسی نفس پر پڑے گا رَبَّنَا لَا تَوَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں تو ہمارا مواخذہ نہ کر اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو جائے۔ نسیان کی صورت یہ ہے مثلاً: ایک آدمی کا روزہ ہے مگر اس کو یاد نہیں ہے کہ میں روزے سے ہوں اور کھاپی لے تو اس کے روزے پر کوئی زد نہیں آئے گی۔

رمضان شریف کا مہینہ تھا آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگے حضرت! میرے بارے میں کیا حکم ہے میں نے روزہ رکھا ہوا تھا بھول کر میں نے کھاپی لیا ہے۔ کیا اب میرا روزہ ہے یا نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَتَمَّ اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَسَقَاكَ پختہ بات ہے کہ تجھے رب تعالیٰ نے کھلایا پلایا۔

اور خطا کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی روزہ دار ہے اور روزے کی حالت میں وضو یا غسل کرتا ہے اور غرارہ کرتا ہے اور اسے یہ بھی یاد ہے کہ میرا روزہ ہے، بغیر ارادے کے

پانی حلق سے نیچے چلا جاتا ہے تو اس کو خطا کہتے ہیں۔ اس کے حکم کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رَحْمَةُ اللہُ فرماتے ہیں کہ اس کے روزے پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ امام ابو حنیفہ رَحْمَةُ اللہُ کا فتویٰ یہ ہے کہ خطا کی صورت میں روزہ قضا کرنا پڑے گا کفارہ نہیں ہے کیوں کہ خطا کی صورت میں اگر بالکل معافی ہوتی تو قتل خطا میں کفارہ نہ ہوتا حالاں کہ قتل خطا کی صورت میں کفارہ ہے۔ چنانچہ پانچویں پارے میں رب تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو خطا قتل کر دے تو اس کو باقاعدہ کفارہ دینا پڑے گا البتہ آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔

### امت مسلمہ کی چند خصوصیات :

تو اے پروردگار! لَا تَوَاخِذْنَا اِنْ نَّسِينَا ہمارا مواخذہ نہ کرنا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اَصْرًا اے ہمارے رب نہ ڈال ہم پر بوجھ گَمَّا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا جس طرح تو نے ڈالا بوجھ اُن لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے۔ یہاں پر بوجھ سے مراد مشکل احکام ہیں جو پہلی امتوں پر وارد ہوئے۔ مثلاً: ہم پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اُن پر چوتھا حصہ زکوٰۃ فرض تھی کہ اگر کسی کے پاس چار سو ہے تو ایک سو دینا پڑتا۔ اگر چار ہزار ہے تو ایک ہزار دینا پڑتا۔ چار لاکھ ہے تو ایک لاکھ دینا پڑتا تھا اور ہمیں چار سو میں سے دس روپے اور چار ہزار میں سے ایک سو دینا پڑتا ہے اور چار لاکھ میں سے دس ہزار دینا پڑتے ہیں۔

اسی طرح ان پر نماز مسجد میں پڑھنا فرض تھی مسجد کے باہر ان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ سفر اس انداز سے کرتے تھے کہ نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ اور ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ نے ساری زمین مسجد بنا دی ہے۔ جو بھی پاک جگہ ہو وہاں نماز

پڑھنے کی اجازت ہے۔ جس جگہ نماز کا وقت ہو جائے وہیں پڑھ لو۔ اسی طرح ان کو تیمم کی اجازت نہ تھی۔ ہر حال میں وضو ہی کرنا ہوتا تھا۔ اور ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وضو کرنا ہے، غسل کرنا ہے اور پانی نہیں ہے یا پانی استعمال کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو تیمم کر لو۔ اسی طرح اگر ان کے کپڑوں پر گندگی لگ جاتی کوئی بچہ پیشاب کر دیتا، خون لگ جاتا وغیرہ ذلک، تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ کانٹے کا حکم تھا۔ مثلاً: کسی نے بچہ اٹھایا ہوا ہے اُس نے پیشاب کر دیا، کسی کی نکسیر پھوٹ پڑی یا پھوڑا ہے، اُس سے خون یا پیپ نکل آئی یا کہیں سے خون لگ گیا تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا اس کو قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ تو اس میں ان کو کتنی تکلیف تھی۔ خصوصاً سردیوں میں لوگ گرم کپڑے پہنتے ہیں اور وہ قیمتی ہوتے ہیں تو کتنا نقصان ہے۔ ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ جہاں گندگی لگے چاہے وہ جیسی بھی ہو دھو لو کپڑا پاک ہو گیا چاہے گندگی کی رنگت نہ بھی جائے۔

اسی طرح وہ لوگ جب گناہ کرتے تھے تو فرشتے رات کو ان کے دروازوں پر لکھ جاتے تھے کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرتد ہو جاتا تو اس کی توبہ بغیر قتل کے قبول نہیں ہوتی تھی یعنی اس کو قتل کرنا ہوتا تھا۔ اور ہماری شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرتد ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کا یہ کلمہ پڑھنا معتبر ہے۔ اور اسی طرح اس کی توبہ قبول ہے۔ غنیمت کا مال ان کے لیے حلال نہیں تھا بلکہ وہ اکٹھا کر کے میدان میں رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی جلا دیتی تھی۔ قربانی کا گوشت بھی ان کے لیے حلال نہ تھا بلکہ قربانی کر کے رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی اور جلا دیتی تھی، بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهَا النَّارُ۔ اور ہمارے لیے بڑی سہولتیں ہیں حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کے وسیلے اور برکت سے کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت بھی حلال ہے اور قربانی کا گوشت بھی حلال ہے اور باقی بہت ساری سہولتیں رب تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

فرمایا رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تُحِثِّلْنَا اور نہ اٹھوا ہم سے مَا وہ احکام لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ جن کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ یعنی اے پروردگار! ہمیں ایسے احکام نہ دے کہ جن کو ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے وَاعْفُ عَنَّا اور پروردگار! ہمارے کبیرہ گناہ معاف فرما وَاعْفِرْ لَنَا اور پروردگار! اپنی رحمت ہم پر نازل فرما اَنْتَ مَوْلَانَا بھی معاف فرما وَارْحَمْنَا اور پروردگار! اپنی رحمت ہم پر نازل فرما اَنْتَ مَوْلَانَا پروردگار! تو ہمارا آقا ہے ہم اپنے عاجز ہونے کا اقرار کرتے ہیں تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں ہے فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ پروردگار! بس تو ہماری مدد فرما کافروں کے مقابلے میں۔ کیوں کہ تو قادر ہے اور ہم عاجز ہیں یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو براہِ راست بغیر جبریل علیہ السلام کے واسطے کے عطا فرمائی ہیں۔

آج بہ تاریخ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بہ مطابق ۱۵ جولائی ۲۰۰۲ء سورۃ البقرہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت شیخ دامت برکاتہ العالیہ کی دعاؤں سے مکمل ہوئی۔

والحمد لله على ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالہ۔

